

کلام محمود

منظوم کلام

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
المصلح الموعود

شائع کردہ

نظارت نشر و اشاعت قادیان

کلام محمود	نام کتاب
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؒ	منظوم کلام
1500	تعداد بار اول
فروری 2000	سن اشاعت
3000	تعداد بار دوم
مارچ 2002	سن اشاعت
نظارت نشر و اشاعت قادیان	شائع کردہ
پرنٹ ول پریس امرتسر	مطبوعہ

ISBN - 81-7912-022-8

فہرست



۱	اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے	۱
۲	پڑھ لیا قرآن عبدالحی نے	۲
۳	میاں اسحق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو	۳
۴	یاد آیا م کہ تھے ہند پہ اندھیر کے سال	۴
۵	مثل ہوش اڑ جاتیں گے اس زلزلہ آنے کے دن	۵
۶	وہ قصیدہ میں کروں وصفِ میحاً میں رقم	۶
۷	غصہ میں بھرا ہوا خدا ہے	۷
۸	جدھر دیکھو ابرگنہ چھا رہا ہے	۸
۹	گناہ گاروں کے دردِ دل کی بس اک قرآن ہی دوا ہے	۹
۱۰	دوستو! ہرگز نہیں یہ ناچ اور گانے کے دن	۱۰
۱۱	ہر چار سو ہے شہرہ ہوا قادیان کا	۱۱
۱۲	اے مولویو! کچھ تو کرو خوفِ خدا کا	۱۲
۱۳	یوں الگ گوشہ دیراں میں جو پھوڑا ہم کو	۱۳
۱۴	کیوں ہو رہا ہے خرم و خوش آج کل جہاں	۱۴
۱۵	نہ کچھ قوت رہی ہے جسم و جاں میں	۱۵

- ۱۶ نشان ساتھ ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں ۳۱
- ۱۷ ظہورِ مہدی آخرِ زمان ہے ۳۳
- ۱۸ مُستند پر ہماری جاں فدا ہے ۳۵
- ۱۹ بابِ رحمت خود بخود پھر تم پہ وا ہو جائے گا۔ ۳۸
- ۲۰ یا الہی! رحم کر اپنا کہ میں بیمار ہوں ۴۰
- ۲۱ اے مرے مولیٰ! مرے مالک! مری جاں کی سپر! ۴۱
- ۲۲ کوئی گیسو مرے دل سے پریشاں ہو نہیں سکتا ۴۲
- ۲۳ وہ خواب ہی میں گر نظر آتے تو خوب تھا ۴۴
- ۲۴ میں نے جس دن سے ہے پیارے تیرا چہرہ دیکھا ۴۵
- ۲۵ کیا جاننے کہ دل کو مرے آج کیا ہوا ۴۶
- ۲۶ قصّۂ ہجر ذرا ہوش میں آؤں تو کہوں ۴۹
- ۲۷ وہ چہرہ ہر روز ہیں دکھاتے رقیب کو تو چھپا چھپا کر ۵۰
- ۲۸ آؤ محسود! ذرا حال پریشاں کر دیں ۵۳
- ۲۹ مجھ سانہ اس جہاں میں کوئی دل نگار ہو ۵۴
- ۳۰ ہائے وہ دل کہ جسے طرزِ وفا یاد نہیں ۵۶
- ۳۱ وہ نکاتِ معرفت بتلائے کون ۵۷
- ۳۲ مئے عشقِ خدا میں سخت ہی غمخور رہتا ہوں ۵۹
- ۳۳ جگہ دیتے ہیں جب ہم ان کو اپنے سینہِ دل میں ۶۰
- ۳۴ یہیں سے اگلا جہاں بھی دکھا دیا مجھ کو ۶۱
- ۳۵ دل پھٹا جاتا ہے مثلِ ماہی بے آب کیوں ۶۲

- ۶۳ عمد شکنی نہ کرو اہلِ وفا ہو جاؤ ۳۶
- ۶۴ وہ قیدِ نفسِ دنی سے مجھے چھڑائیں گے کب ۳۷
- ۶۵ درد ہے دل میں مرے یا خار ہے ۳۸
- ۶۶ خدا سے چاہیئے ہے کو لگانی ۳۹
- ۷۳ کیا سبب میں ہو گیا ہوں اس طرح زار و نزار ۴۰
- ۷۸ دوڑے جاتے ہیں باُمیدِ تمنا سوتے باب ۴۱
- ۸۰ اے چشمہٴ علم و ہدیٰ اے صاحبِ فہم و ذکا ۴۲
- ۸۲ محسود! بحالِ زار کیوں ہو؟ ۴۳
- ۸۳ نہ مے رہے نہ رہے خم نہ یہ سب جو باقی ۴۴
- ۸۴ بہت احمد کے ہمدردوں میں غمخواروں میں ہوں ۴۵
- ۸۵ محمدِ عربیٰ کی ہواں میں برکت ۴۶
- ۸۷ آہ دُنیا پہ کیا پڑی اُفتاد ۴۷
- ۹۰ ہے دستِ قبلہ نما لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ ۴۸
- ۹۱ غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہمیں ۴۹
- ۹۲ مری تدبیر جب مجھ کو مصیبت میں پھنساتی ہے ۵۰
- ۹۴ تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم ۵۱
- ۹۶ نو نہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے ۵۲
- ۹۸ یاد جس دل میں ہو اس کی وہ پریشان نہ ہو ۵۳
- ۱۰۰ آریوں کو میری جانب سے سُنائے کوئی ۵۴
- ۱۰۲ ساغرِ حُسن تو پُر ہے کوئی مے خوار بھی ہو ۵۵

- ۵۶ مجھ سے ملنے میں انہیں مُذَر نہیں ہے کوئی
- ۵۷ میں تبراؤں چھوڑ کر جادوں کہاں
- ۵۸ طُور پہ جلوہ گناں ہے وہ ذرا دیکھو تو
- ۵۹ حقیقی عشق مگر ہوتا تو سچی جستجو ہوتی
- ۶۰ نلک بھی رشک ہیں کرتے وہ خوش نصیب ہوں میں
- ۶۱ میرے مولیٰ مری بگڑی بنانے والے
- ۶۲ پیٹھ میدانِ دغا میں نہ دکھائے کوئی
- ۶۳ پردہ زلفِ دو تارِ رخ سے ہٹا لے پیارے
- ۶۴ کیوں غلامی کروں شیطان کی خُدا کا ہو کر
- ۶۵ ہے رضائے ذاتِ باری اب رضائے قادیان
- ۶۶ میں تو کمزور تھا اس واسطے آیا نہ گیا
- ۶۷ سید و شکارِ غم ہے تُو مسلم خستہ جان کیوں
- ۶۸ اہلِ بیعتِ عام ! یہ معلوم ہوا ہے مجھ کو
- ۶۹ نہیں ممکن کہ میں زندہ رہوں تم سے جُدا ہو کر
- ۷۰ مریم نے کیا ہے ختمِ قرآن
- ۷۱ دل ہر اے قرار رہتا ہے۔
- ۷۲ یارو! سحرِ دقت کہ تھی جن کی انتظار
- ۷۳ کوں سا دل ہے جو شرمندہ احسان نہ ہو
- ۷۴ ہوتا تھا کبھی میں بھی کسی آنکھ کا تارا
- ۷۵ پُوچھو جو اُن سے زُلف کے دیوانے کیا ہوتے

- ۶۶ ہم انہیں دیکھ کے حیران ہونے جاتے ہیں ۱۲۷
- ۶۷ بخش دو رحم کر دوشکوے گلے جانے دو ۱۲۸
- ۶۸ تُو وہ قادر ہے کہ تیرا کوئی ہمسر ہی نہیں ۱۲۹
- ۶۹ مرے ہمارا بیشک دل محبت کا ہے پیمانہ ۱۳۰
- ۸۰ پہنچائیں در پہ یار کے وہ بال و پر کہاں ۱۳۲
- ۸۱ سخی پیہم میری ناکام ہوئی جاتی ہے ۱۳۳
- ۸۲ یہ خاکسار نابکار دلبر وہی تو ہے ۱۳۵
- ۸۳ ترے در پر ہی میری جان نکلے ۱۳۶
- ۸۴ ہے زمیں پر سر مرا لیکن وہی مسخود ہے ۱۳۷
- ۸۵ میں تمہیں جانے نہ دوں گا ۱۳۸
- ۸۶ اک عمر گزر گئی ہے روتے روتے ۱۴۱
- ۸۷ میں اپنے پیاروں کی نسبت ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی ۱۴۲
- ۸۸ خُدا یا اے مرے پیارے خُدا یا ۱۴۳
- ۸۹ مراد ل ہو گیا خوشیوں سے معمور ۱۴۵
- ۹۰ پھلک رہا ہے مرے غم کا آج پیمانہ ۱۴۸
- ۹۱ کر رحم اے رحیم! مرے حالِ زار پر ۱۴۹
- ۹۲ آہ پھر منہم بہار آیا ۱۵۰
- ۹۳ اے چاند تجھ میں نورِ خدا ہے چمک رہا ۱۵۳
- ۹۴ دشمن کو ظلم کی برہی سے تم سینہ و دل برمانے دو ۱۵۴
- ۹۵ پڑھ چکے احرار بس اپنی کتابِ زندگی ۱۵۵

- ۹۶ میری نہیں زبان جو اس کی زباں نہیں ۱۵۶
- ۹۷ موت اس کی زہ میں گرمیں منظور ہی نہیں ۱۵۷
- ۹۸ ذرا دل تھام لو اپنا کہ اک دیوانہ آتا ہے ۱۵۸
- ۹۹ کل دوپہر کو ہم جب تم سے ہوئے تھے رخصت ۱۵۹
- ۱۰۰ نہیں کوئی بھی مناسبت رہِ شیخ و طرزِ ایاز میں ۱۶۱
- ۱۰۱ ہم کس کی محبت میں دوڑے چلے آئے تھے ۱۶۲
- ۱۰۲ بادۂ عرفاں پلانے ہاں پلا دے آج تو ۱۶۳
- ۱۰۳ یوں اندھیری رات میں لے چاند تو چمکانہ کر ۱۶۵
- ۱۰۴ یہ نور کے شعلے اُٹھتے ہیں میرا ہی دل گرمانے کو ۱۶۶
- ۱۰۵ اک دن جو آہِ دل سے ہمارے نکل گئی ۱۶۷
- ۱۰۶ مری رات دن بس یہی اک صدا ہے ۱۶۸
- ۱۰۷ زخمِ دل جو ہو چکا تھا بدلتوں سے مُندِ مِل ۱۶۰
- ۱۰۸ ایمان مجھ کو دیدے عرفان مجھ کو دیدے ۱۶۱
- ۱۰۹ گھر سے میرے وہ گلزار گیا ۱۶۲
- ۱۱۰ بادِ ریش و حالِ زار گیا ۱۶۳
- ۱۱۱ لے میری جاں ہم بندے ہیں اک آقا کے آزاد نہیں ۱۶۳
- ۱۱۲ وہ میرے دل کو چُنکیوں میں کُل کر یوں فرماتے ہیں ۱۶۳
- ۱۱۳ اَبِیْکِ عَلَیْکِ کُلَّ یَوْمٍ مَّرْقُوبٌ ۱۶۴
- ۱۱۴ وہ یار کیا جو یار کو دل سے اُتار دے ۱۶۵
- ۱۱۵ کبھی حضور میں اپنے جو بار دیتے ہیں ۱۶۶

- ۱۱۶ ذرہ ذرہ میں نشان ملتا ہے اس دلدار کا
- ۱۱۷ دستِ کوتاہ کو پھر درازی بخش
- ۱۱۸ اے حُسن کے جاؤو! مجھے دیوانہ بنادے
- ۱۱۹ کَمُ نَوَّرَ وَجْهَهُ الْيَتِي صَحَابُهُ
- ۱۲۰ تعریف کے قابل ہیں یا رب تیرے دیوانے
- ۱۲۱ معصیت و گناہ سے دل میرا غدار تھا
- ۱۲۲ ہم نشین تجھ کو ہے اک پر امن منزل کی تلاش
- ۱۲۳ اقد کے پیاروں کو تم کیسے بُرا سمجھے
- ۱۲۴ دردِ نہال کا حال کسی کو سنائیں کیا
- ۱۲۵ يَا زَارِقَ الثَّقَلَيْنِ اَيْنَ جَنَاتُكَ
- ۱۲۶ شاخِ طوبیٰ پہ اشیانہ بنا
- ۱۲۷ بٹھانہ مسند پہ پاس اپنے نہ دے جگہ اپنی انجمن میں
- ۱۲۸ نگاہوں نے تری مجھ پر کیا ایسا فوسل ساقی
- ۱۲۹ مرادیں لوٹ لیں دیوانگی نے
- ۱۳۰ عشق و وفا کی راہ دکھایا کرے کوئی
- ۱۳۱ مُردوں کی طرح باہر نکلو اور ناز و آدا کو رہنے دو
- ۱۳۲ ہوا زمانہ کی جب بھی بھی بگڑتی ہے
- ۱۳۳ ذکرِ خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
- ۱۳۴ مَسْخُور کر دیا مجھے دیوانہ کر دیا
- ۱۳۵ ہو چکا ہے ختم اب چکرِ تری تقدیر کا

- ۲۰۰ چھوڑ کر پل دے میدان کو دو ماتوں سے ۱۳۶
- ۲۰۱ آنکھ میں وہ ہماری رہے اب تدا یہ ہے ۱۳۷
- ۲۰۲ عاشق تو وہ ہے جو کہ کسے اور نے تری ۱۳۸
- ۲۰۳ وہ گل رعنا بھی دل میں جو مہاں ہو گیا ۱۳۹
- ۲۰۴ وہ آئے سامنے مشہ پر کوئی نقاب نہ تھا ۱۴۰
- ۲۰۵ دل دے کے ہم نے ان کی محبت کو پالیا ۱۴۱
- ۲۰۶ کھلے جو آنکھ تو لوگ اس کو خواب کہتے ہیں ۱۴۲
- ۲۰۷ آ آ کہ تری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں ۱۴۳
- ۲۰۸ سنانے والے افسانے ہمارے ۱۴۴
- ۲۰۹ بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں ۱۴۵
- ۲۱۰ عشق نے کر دیا خراب مجھے ۱۴۶
- ۲۱۱ اے بے یاروں کے یار نگاہِ لطفِ غریب مسلمان پر ۱۴۷
- ۲۱۲ عقبی کو بھلایا ہے تُو نے تو احمق ہے ہشیار نہیں ۱۴۸
- ۲۱۳ حریمِ قدس کے ساکن کو نام سے کیا کام ۱۴۹
- ۲۱۵ چاند چمکا ہے گال میں ایسے ۱۵۰
- ۲۱۶ جو دل پہ زخم لگے ہیں مجھے دکھا تو سہی ۱۵۱
- ۲۱۷ نکل گئے جو ترے دل سے خار کیسے ہیں ۱۵۲
- ۲۱۸ تم نظر آتے ہو ذرہ میں غائب بھی ہو تم ۱۵۳
- ۲۱۹ اے شاہِ معالیٰ! آ بھی جا ۱۵۴
- ۲۲۰ ارادے غیر کے ناگفتنی ہیں ۱۵۵

- ۱۵۶ نہیں کا بوجھ وہ سر پر اٹھائے پھرتے ہیں ۲۲۱
- ۱۵۷ یہ کیسی ہے تقدیر جو مٹتے نہیں منسقی ۲۲۲
- ۱۵۸ آنکھ گر مشتاق ہے جلوہ بھی تو بیتاب ہے ۲۲۳
- ۱۵۹ قید کافی ہے فقط اس حُسن عالمگیر کی ۲۲۴
- ۱۶۰ توبہ کی بیل چڑھنے لگی ہے منڈھے پہ آج ۲۲۵
- ۱۶۱ سر پہ حاوی وہ حماقت ہے کہ جاتی ہی نہیں ۲۲۶
- ۱۶۲ ایک دل شیشہ کی مانند ہوا کرتا ہے ۲۲۷
- ۱۶۳ جو کچھ بھی دیکھتے ہو فقط اس کا نور ہے ۲۲۸
- ۱۶۴ اس کی رعنائی مرے قلبِ حزین سے پوچھئے ۲۲۹
- ۱۶۵ جو نہی دیکھا انہیں چشمہِ محبت کا ابل آیا ۲۳۰
- ۱۶۶ آؤ! تمہیں بتائیں محبت کے راز ہم ۲۳۱
- ۱۶۷ جب وہ بیٹھے ہوئے ہوں پاس مرے ۲۳۲
- ۱۶۸ عاشقوں کا شوقِ قربانی تو دیکھ ۲۳۳
- ۱۶۹ کیا آپ ہی کو نیزہ چھوٹا نہیں آتا ۲۳۴
- ۱۷۰ لگ رہی ہے جہاں بھر میں آگ ۲۳۵
- ۱۷۱ دُنیا میں یہ کیا فتنہ اٹھا ہے مرے پیارے ۲۳۶
- ۱۷۲ کفر کی طاقتوں کا توڑ ہیں ہم ۲۳۷
- ۱۷۳ وہ دل کو جوڑتا ہے تو ہیں دِلِ فگار ہم ۲۳۸
- ۱۷۴ اُلفت اُلفت کہتے ہیں پر دل اُلفت سے خالی ہے ۲۳۹
- ۱۷۵ اُرے مُسلم! طبعیت تیری کیسی لالہ بالی ہے ۲۴۰

- ۱۷۶ دل کعبہ کو چلا ہر اُبت خانہ چھوڑ کر ۲۴۲
- ۱۷۷ ہے مدت سے شیطان کے ہاتھ آئی ۲۴۳
- ۱۷۸ دہبر کے در پہ جیسے ہو، جانا ہی چاہیے ۲۴۴
- ۱۷۹ ہے تاروں کی دُنیا بہت دُور ہم سے ۲۴۵
- ۱۸۰ آدم سے لے کر آج تک پیچھا ترا چھوڑا نہیں ۲۴۶
- ۱۸۱ میں نے مانا میرے دہبر تری تصویر نہیں ۲۴۷
- ۱۸۲ مَر رہا ہے بھوک کی شدت سے یہ پجارہ غریب ۲۴۸
- ۱۸۳ بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے ۲۵۲
- ۱۸۴ دید کی راہ بتائی تھی ہے تیرا احسان ۲۵۳
- ۱۸۵ کرو جان قربان راہِ خدا میں ۲۵۵
- ۱۸۶ اے خدا! دل کو مرے مزدِ تقویٰ کر دیں ۲۵۶
- ۱۸۷ میرے آقا! پیش ہے یہ حاصلِ شام و سحر ۲۵۸
- ۱۸۸ ہوئی طے آدم و نوح کی منزل اُنس و قربت سے ۲۵۹
- ۱۸۹ بَلا کی آگ برستی ہے آسمان سے آج ۲۶۱
- ۱۹۰ ایک دل شیشہ کی مانند ہوا کرتا ہے ۲۶۳
- ۱۹۱ آمد کا تیری پیارے ہوا انتظار کب تک ۲۶۴
- ۱۹۲ جناب مولوی تشریف لائیں گے تو کیا ہوگا ۲۶۵
- ۱۹۳ خُدا کی رحمت سے مہرِ عالم افق کی جانب سے اُٹھ رہا ہے ۲۶۸
- ۱۹۴ قدموں میں اپنے آپ کو مولا کے ڈال تو ۲۶۹
- ۱۹۵ دل دے کے مُشتِ خاک کو دلدار ہو گئے ۲۷۰

- ۱۹۶ روتے روتے ہی کٹ گئیں راتیں ۲۷۱
- ۱۹۷ اس کی چشمِ نیم وا کے میں بھی سرشاروں میں ہوں ۲۷۲
- ۱۹۸ یا فاتحِ رُوح ناز ہو جا ۲۷۲
- ۱۹۹ گو بحسبِ گنہ میں بے بس ہو کر ۲۷۳
- ۲۰۰ ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا ہو ۲۷۳
- ۲۰۱ نکال دے میرے دل سے خیال غیروں کا ۲۷۳
- ۲۰۲ پڑے سو رہے ہیں جگا دے ہمیں ۲۷۴
- ۲۰۳ عشقِ حُدا کی نئے سے بھرا جام لائے ہیں ۲۷۴
- ۲۰۴ ہے بھاگتی دُنیا مجھے دیوانہ سمجھ کر ۲۷۵
- ۲۰۵ لاکھ دوزخ سے بھی بدتر ہے حُدا ئی آپ کی ۲۷۵
- ۲۰۶ اے محمد! اے حبیبِ کر دگار ۲۷۶
- ۲۰۷ میرے تیرے پیار کا ہو رازداں کوئی نہ اور ۲۷۶
- ۲۰۸ صُبحِ اپنی دانہ چیں ہے شامِ اپنی ملک گیر ۲۷۷
- ۲۰۹ وہ عِلم دے جو کتابوں سے بے نیاز کرے ۲۷۷
- ۲۱۰ گنہ ہوں سے بھری دُنیا میں پیدا کر دیا مجھ کو ۲۷۸
- ۲۱۱ ختم ہو رہی ہے میری کمرِ جسم چوڑ ہے ۲۷۸
- ۲۱۲ قطعات ۲۸۱
- ۲۱۳ الہامی قطعہ ۲۸۷
- ۲۱۴ متفرد اشعار ۲۸۸



اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے بیمارِ عشق ہوں ترا دے تو شفا مجھے
 جبتک کہ دم میں دم ہے اسی دین پر رہوں اسلام پر ہی آئے جب آئے قضا مجھے
 بے کس نواذات ہے تیری ہی لے خدا آسمانِ نظر نہیں کوئی تیرے سوا مجھے
 نغمہ تیرے فضل و کرم کے ہے یہ بھی ایک عیسیٰ مسیح سا ہے دیا مہنا مجھے
 تیری رضا کا ہوں میں طلب گار ہر گھڑی گریہ ملے تو جانوں کہ سب کچھ بلا مجھے
 ہاں ہاں نگاہِ رحم ذرا اس طرف بھی ہو بحرِ گمنام میں ڈوب رہا ہوں بچا مجھے
 موتی کے ساتھ تیری رہیں نئی ترانیاں زہار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے
 احساں نہ تیرا بھولوں گا تا زیستِ مسیح پہنچا دے گرتو یار کے در پر ذرا مجھے
 سجدہ کُناں ہوں درپہ تے اے مرے خدا اُنٹوں کا جب اٹھائیگی یاں سے قضا مجھے

دُوبا ہوں بحرِ عشقِ الہی میں شادیں
 کیا دے گا خاکِ فائدہ آبِ بقا مجھے



پڑھ لیا فُتْران عبدالحی نے خوش بہت ہیں آج سب چھوٹے بڑے
ایسی چھوٹی عمر میں ختم فُتْران کم نظیریں ایسی رلتی ہیں یہاں
مولوی صاحب مبارک آپ کو اور عبدالحی کے اُستاد کو
جس نے محنت کی شبِ روز اسکے ساتھ اور پڑھایا اس کو قرآن ہاتھوں ہاتھ
صد مبارک مہدئی مسعود کو کیوں خوشی سب سے نہ بڑھ کر اس کو ہو
جس کی سچائی کا ہے یہ اک نشان جاننا ہے بات یہ سارا جہاں
اے خدا تو نے جو یہ لڑکا دیا کر اسے سب خوبیاں بھی اب عطا
یا الہی! عسر طبعی اس کو دے رکھ اسے محفوظ رنج و دزد سے
ہو یہ سرشار اُفت دیں میں مدام رکھ اسے کوئین میں تو شاد کام
خوف سے تیرے رہے دل پر خطر پہنچے اس کو اصل دُنیا سے نہ شرم
مہربانی کی تو اس پہ رکھ نظر کر عنایت اس پہ تو شام و صبح
دین و دُنیا میں بڑا ہو مرتبہ عمر و صحت بھی اسے کر تو عطا
تیرا دلدادہ ہو دیں پر ہوں ندا ہو یہ عاشق احمد مختار کا
غیرت دینی ہو اس میں اس قدر واسطے دیں کے ہو یہ سیلنہ سپر

ہے مری آخر میں یہ، یارب دُعا
سایہ رکھ اس پر تو اپنے فضل کا

★

میاں سخی کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو
دُعا کرتا ہوں میں بھی ہاتھ اٹھا کر حق تعالیٰ سے
خُدا یا اس بنی پر اور بنے پر فضل کر اپنا
کلام پاک کی اُلفت کانکے دل میں گھر کر دے
ہر اک دشمن کے شر سے بچانا اے خدا ان کو
ہمیشہ کیلئے ان پر ہوں یا رب برکتیں تیری
انہیں سح دنا، دیں اور دُنیا میں ترقی دے
عطا کر انکو اپنے فضل سے صحت بھی لے لی
میں اگلے شعر پر کرتا ہوں ختم اس نظم کو یارو
ہر اک مُنہ سے یہی آواز آتی ہے مبارک ہو
کہ اپنی خاص رحمت وہ اس شادی میں برکت ہے
اور انکے دل میں پیدا کر دے جوئیں کی خدمت کا
نبی سے ہو محبت اور عشق ان کو جو تجھ سے
ہمیشہ کے لیے رحمت کا تیری ان پر سایہ ہو
دُعا کرتا ہوں یہ تجھ سے خُدا یا سُن دُعا میری
نہ انکو کوئی چھوٹا سا بھی آزار اور دُکھ پہنچے
ہمیشہ ان پر برسا ابرپانے فضل و رحمت کا
اب انکے واسطے تم بھی خُدا سے کچھ دُعا مانگو
بہت بھایا ہے اے محمود یہ مصرعہ میرے دل کو
مُبَارک ہو یہ شادی حسانہ آبادی مُبارک ہو



یاد آیا م کہ تھے ہند پہ اندھیر کے سال ہر گلی کوچہ پہ ہر شہر پہ آیا تھا دُبال
روز روشن میں لٹا کرتے تھے لوگوں کے مال دل میں اللہ کا تھا خوف نہ حاکم کا خیال
ہر طرف شور و فغاں کی ہی صدا آتی تھی

سخت سے سخت دلوں کو بھی جوڑ پاتی تھی
رحم کرنا تو کُجا ظلم ہوا تھا پیشہ لوگ بھولے تھے کہ ہے نام مروت کس کا
چار سُو مُلک میں تھا ہو رہا شور و غوغا بلکہ پر سح ہے کہ نمونہ وہ قیامت کا تھا
بھی آتما نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام
دل سے تھا محو ہوا مہر و محبت کا نام

سلطنت میں بھی تزلزل کے نمایاں تھے نشان صاف ظاہر تھا کہ ہے چند دنوں کی مہماں
قاضی و مفتی بھی کھو بیٹھے تھے اپنا ایمان رحم و انصاف کے وہ نام سبھی تھے انجان
ایسے لوگوں سے تھا انصاف کا پانا معلوم
خیال انصاف کا تھا جنکے دلوں سے معدوم

افسر فوج لڑائی کے فنوں میں چو پٹ مُنہ سے جوبات نکل جاتے پھر اس پر تھی ہٹ
رہتی آپس میں بھی ہر وقت تھی انکی کھٹ پٹ تھے وہ بتلاتے ہر اک دوسرے کو ڈانٹ پٹ
پر کوئی موقع لڑائی کا جو آ جاتا تھا
ہر کوئی صاف وہاں آنکھیں پُرا جاتا تھا

سلطنت کچھ تو انہی باتوں سے بے جان ہوئی کچھ ٹیڑھوں نے غضب کر دیا آفت ڈھائی
اک طرف مہٹوں کی فوج ہے لڑنے کو کھڑی دوسری جا پہ ہے ہتھیوں نے بھی شورش کر دی

چاروں اطراف میں پھیلا تھا غرض اندھیرا

شکر یاس نے ہر سمت سے تھا آگھیرا

لڑتے بھڑکتے رہیں آپس میں امیر اور وزیر کیوں پس گھن کی طرح ساتھ غریب اور فقیر
مدعا انکا تو لڑنے سے ہے بس تاج و سرور ہاتھ میں یاروں کے رہ جائے گی خالی کفگیر

ان غریبوں کو امیروں نے ڈبویا افسوس

بات جو بیت چکی اس پہ کریں کیا افسوس

انفرس چہین کیلجے کو نہ دل کو آرام رات کا فکر لگا رہتا تھا سب کو سرشام
مُصبح کو خوف کہ ہو آج کا کیسا انجام رات دن کاٹتے اس طرح سے تھے نہ کام

دل سے انکے نیکلتی تھیں مَعائنِ دن رات

یا الہی تیرے فضلوں کی ہو ہم پر برسات

اُن پہ ڈالی گئی آخر کو تلافی کی نظر مثلِ کافور اُڑا دل سے جو تھا خوف و خطر
یک قلم ملک سے موقوف ہوئے شورش و شر نہ تو رہزن کا رہا کھٹکا نہ چوروں کا ڈر

پھانے رکھے گئے واں مہم کافوری کے

دیئے جاتے تھے جہاں زخمِ جگر کے چر کے

قومِ انگلش نے دیا آ کے سہارا ہم کو بحرِ افکار کے ہے پار اُستارا ہم کو
ورنہ مددوں نے تو تھا جان سے مارا ہم کو آگے مشکل تھا بہت کرنا گذارا ہم کو

ہند کی ڈوبی ہوئی کشتی ترائی اُس نے

ملک کی جگہ دی ہوئی بات بنائی اُس نے

رحم وہ ہم پہ کئے جن کی نہیں کچھ گنتی جن میں سے سب بڑی مذہبی ہے آزادی
ساتھ لاتے یہ ہزاروں نئی ایجادیں بھی جو نہ کانوں تھیں سنی اور نہ آنکھوں دیکھی

عدل و انصاف میں وہ نام کیا ہے پیدا

آج ہر ملک میں جس کا کہ بجائے ڈنکا

شیر و بکری بھی ہیں اک گھاٹ پر پانی پیتے نہیں ممکن کہ کوئی ترچھی نظر سے دیکھے
ایک ہی جا پہ ہیں سب رہتے بڑے اور بعلے کیا مجال ان سے کسی کو بھی جو صدمہ پہنچے

سب جو آپس میں ہیں یوں ہو ہے شیر و شکر

اس لیے ہے کہ نظر سب پہ ہے ان کی کبیر

ہند میں ریل اُنھوں نے ہی تو جاری کی ہے آمدورفت میں جس سے بہت آسانی ہے
صیغہ ڈاک کو اُنھوں نے ہی ترقی دی ہے ملک میں چاروں طرف تار بھی پھیلائی ہے

تاکہ انصاف کے پانے میں نہ ہو کچھ دقت

منصفوں اور ججوں تک کی بھی کی ہے کثرت

علم کا نام و نشان یاں سے مٹا جاتا تھا شوق پڑھنے کا دلوں میں سے اٹھا جاتا تھا
کوئی عالم بھی اس ملک میں آجاتا تھا دیکھ کر اس کا یہ حال اشک بہا جاتا تھا

یہ وہ بیمار تھا جس کو سہی رو بیٹھے تھے

ہاتھ سب اس کی شفا یابی سے دھو بیٹھے تھے

پر وہ ربت جس نے کہ سب کچھ ہی کیلئے پیدا نہ تو ہے باپ کسی کا نہ کسی کا بیٹا
سائے گندوں کے ہے پاک اور ہے واحد کیسا نہ وہ تھکتا ہے نہ سوتا ہے نہ کھاتا پیتا

رحم کرتا ہے ہمیشہ ہی وہ ہم بندوں پر

کر سنی عدل پہ بیٹھے گا جو روزِ محشر

جو کہ قادر ہے جسے کچھ بھی نہیں ہے پروا ٹھیک کر دے اسے دم میں کہ ہو جو کچھ بگڑا
دیکھ کر اپنی یہ حالت اسے جب رحم آیا دیکھو انگلینڈ سے اس قوم کو یاں لے آیا

جس نے آتے ہی وہ نقشہ ہی بدل ڈالا ہے

جس جگہ غارتھا اب وہاں پہ گل لالہ ہے

سلے ہر جگہ تعلیم کے جاری ہیں کئے شہروں اور گاؤں میں اسکول بکثرت کھولے
کابھوں کے بھی ہیں شہروں میں کھلے دروازے ہر جگہ ہوتے ہیں اب علم و ہنر کے چرچے

کام وہ کر کے دکھایا کہ جو ناممکن تھا

آئے جب ہند میں وہ کیا ہی مبارک دن تھا

قوم انگلش! تیری ہر فرقت پہ ہے ایک نظر اس لئے تجھ پہ ہمیں ناز ہے سب بڑھ کر
تھا سیحا بھی تو پیدائش وقت قیصر زندگی چھوٹے بڑے چین سے کرتے تھے بسر

اب مکرر جو ہے پھر وقت سیحا آیا

قیصر روم کا کیوں ثانی نہ پیدا ہوتا

ابن مریم سے ہے جس طرح یہ عالی رتبہ قیصر ہند بھی ہے قیصر روم سے بڑا
مصطفیٰ کا یہ غلام اور وہ غلام موسیٰ دیکھ لو کس کا ہے دونوں میں سے درجہ بالا

قیصر روم کے محکوم تھے اک ڈوبے

تاج انگلشیہ پہ ممکن نہیں سورج ڈوبے

حق سے ممود بس اب اتنی دعا ہے میری جس نے ہم کو کیا خوش رکھے اسے وہ راہی
فتح و نصرت کی انہیں روزنی پہنچے خوشی دور ہو دین میں ہے ان کی جو یہ گمراہی

دین اسلام بس اب ان کی سمجھ میں آجائے

بات یہ کچھ بھی نہیں جسم اگر وہ فرمائے



ظہورِ مہدی دُورِاں

مُثلِ ہوش اُڑ جائیں گے اس زلزلہ آنیکے دِن
یوں نہیں ہیں بھوئی باتوں پر یلہ ترانے کے دِن
سختیوں سچی جو جاگے گی تو جاگے گی یہ قوم
مہدی آخر زماں کا ہو چکا ہے اب ظہور
یہ شرارت سب دُھری رہ جائیگی جب وہ خدا
طوطے اُڑ جائیں گے ہاتھوں کے تمہارے غافل
اک جہاں مانے گا اس دِن ملتِ خیر الرسل
چھوڑ دو سب عیش یار و اور فکر دیں کر دو
کچھ صلاحیت جو رکھتے ہو تو حق کو مان لو
بھر دُنخوت سے خدا را باز آؤ تم کہ اب
نام لکھوا کر مسلمانوں میں تو غُوش ہے عزیز
جس لیے یہ نام پایا تھا، نہیں باقی وہ کام
لوگوں کو غفلت کی تو ترغیب دیتا ہے مگر

باغِ احمَد پر جو آتے ہیں یہ مُرجھانے کے دِن
ہوش کر غافل کہ یہ دِن تو ہیں گھبرانے کے دِن
اے غبی ہرگز نہیں یہ تلوے سلانے کے دِن
ہیں بہت جلد آئیو اے دِس کچھ پھیلانے کے دِن
ہوش میں لائے گا تم کو ہوش میں لانے کے دِن
اس خدائے مقدر کے چہرہ دکھلانے کے دِن
اب تو تھوڑے رہ گئے اس دِس کچھ بھُسلانے کے دِن
اے جکل ہرگز نہیں ہیں پاؤں پھیلانے کے دِن
یاد رکھو دوستو یہ پھر نہیں آنے کے دِن
جلد آئیو اے ہیں وہ آگ بھڑکانے کے دِن
پر میں سچ کتا ہوں میں یہ نُونِ ل کھانے کے دِن
اب تو اپنے حال پر ہیں خود ہی شرانے کے دِن
بھول جائیگا یہ سب کچھ تو منراپانے کے دِن

کس لیے خوش ہے یہ تجھ کو بات ہوا آئی ہے کیا
 مہدی آخر زماں کا کس طرح ہو گا ظہور
 دین احمد پر اگر آیا زمانہ ضعیف کا
 کچھ بھی گر عقل و فرد سے کام تو لیتا تو یہ
 تو تو ہنستا ہے مگر روتا ہوں میں اس فکر میں
 جلد کر توبہ کہ پچھتا نا بھی پھر ہو گا فضول
 اک قیامت کا سماں ہو گا کہ جب آئینگے وہ
 گو کہ اُس دن پھیل جائے گی تباہی چاروں
 پھر بھی مُردہ ہے انہیں جو دین کے غمخوار ہیں
 یا مَسِيحُ الْخَلْقِ عَذَابًا پکار اُٹھینگے لوگ
 اے عزیزِ دہلوی سُن رکھ یہ گوشِ ہوش سے
 یہ نہ خوش ہونے کے دن ہیں بلکہ تھرانے کے دن
 جب نہ آئینگے کبھی اس دیں کے اٹھ جانے کے دن
 آپ کے تب تو مسیح وقت کے آنے کے دن
 دیں میں جو ہیں بل پڑے ہیں انکے سلجھانے کے دن
 وہ ہیں اس دُنیا سے اک دُنیا کے اٹھ جانے کے دن
 ہاتھ سے جاتے رہیں گے جبکہ پچھتانے کے دن
 مال کی ویرانی کے اور جان کے کھانے کے دن
 جبکہ پھر آئیں گے یا روزِ زلہ آنے کے دن
 کیونکہ وہ دن ہیں یقیناً دیں کے پھیلانے کے دن
 خود ہی منوانے کا سب سے یا منوانے کے دن
 پھر بہار آئی تو آئے زلزلہ آنے کے دن

ہے دُعا محمود کی تجھ سے مرے پیارے خدا

ہو محافظ تو ہمارا خونِ دل کھانے کے دن



وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسحا میں رقم
 میں وہ کمال ہوں کہ سن لے مرے اشعار کو گر
 میں کبھی بحر میں دکھلاؤں جو اپنی تیزی
 کھولتا ہوں میں زبانِ وصف میں اس کے یارو
 جان ہے سارے جہاں کی وہ شہِ والا جاہ
 وہ نصیباً ہے تیرا اے مرے پیلے عیسیٰ
 فیض پہنچانے کا ہے تو نے اٹھایا بیڑا
 تاجِ اقبال کا سر پر ہے مزین تیرے
 شان و شوکت کو تری دیکھ کے حنا و شریہ
 کونسا مولوی ہے جو نہیں دشمن تیرا
 کونسا چھوڑا ہے حیلہ تیری رسوائی کا
 پر تری پشت پہ وہ ہے جسے کہتے ہیں خدا
 جب کیا تجھ پہ کوئی حملہ تو کھاتی ہے شکست

فخر بھیس جسے لکھنا بھی مرے دستِ قلم
 پھینک دے جام کو اور چوے مرے پاؤں کج
 عرقی و ذوق کے بھی دستِ زباں ہو دیں قلم
 جس کے اوصافِ حیدرہ نہیں ہو سکتے رقم
 منبعِ جود و سخا ہے وہ مرا ابر کرم
 فخر بھیس تری تقلید کو ابنِ مریم
 لوگ بھولے ہیں تے وقت میں نامِ ماتم
 نصرت و فتح کا اڑتا ہے ہوا میں پرچم
 خونِ دل پیستے ہیں اور کھاتے ہیں دُھ غصہ و غم
 کون ہے جو کہ یہودی علماء سے ہے کم
 ہر جگہ کرتے ہیں یہ حق میں ترے سب شتم
 جس کے آگے ہے ملائکہ کا بھی ہوتا سر خم
 ماروہ ان کو پڑی ہے کہ نہیں باقی دم

مٹ گیا تیری عداوت کے بسبب پیائے
 بھننا ہٹ جو اُنھوں نے یہ لگا رکھی ہے
 کرنیں سکتے یہ کچھ بھی ترالے شاہ جہاں
 چرخ نیلی کی کمر بھی ترے آگے ہے خم
 جس کا جی چاہے مقابل پہ ترے آدیکھے
 حیف ہے قوم ترے فعلوں پر اور عقول پر
 ہائے اُس شخص سے تو بغض و عداوت رکھے
 نام تک اُس کا منادینے میں ہے تو کوشاں
 دیکھ کر تیرے نشانات کو اے مہدی قوت
 مال کیا چیز ہے اور جاں کی حقیقت کیا ہے
 غرق ہیں بحرِ معاصی میں ہم اے پیائے مسخ
 آج دُنیا میں ہر اک سُو ہے شرارت پھیلی
 اب ہنسی کرتے ہیں احکامِ الہی سر لوگ
 کوئی اتنا تو بتائے یہ اکڑتے کیوں ہیں؟
 بات یہ ہے کہ یہ شیطان کئے فسوں خوردہ ہیں
 اپنی کم علمی کا بھی علم ہے کامل اُن کو
 صاف ظاہر ہے جو آتی ہے یہ آوازِ صریح
 یاں تو اسلام کی قوموں کا ہے یہ حالِ ضعیف
 لاکھوں انسان بھونے دین کے دینِ نبیات
 کفر نے کر دیا اسلام کو پامال غضب

کوئی لیتا نہیں اب دہر میں نامِ آتم
 چیز کیا ہیں یہ مخالف تو ہیں پشتہ سے بھی کم
 ہفت خواں بھی جو یہ بن جائیں تو تُو بے رستم
 فیل کیا چیز ہیں اور کس کو ہیں کتے مینغم
 دیکھنا چاہتا ہے کوئی اگر مُلکِ عدم
 دوست ہیں جو کہ تم سے اُن پہ تو کرتی ہے تم
 رات دن جس کو لگا رہتا ہے تیرا ہی غم
 اس کا ہر بار مگر آگے ہی پڑتا ہے قدم
 آج انگشتِ بدن ان ہے سارا عالم
 آبرو تجھ پہ فدا کرنے کو تیار ہیں ہم
 پار ہو جائیں اگر تُو کرے کچھ ہم پہ کرم
 پھنس گئی پنجہ شیطان میں ہے نسلِ آدم
 نہ تو اللہ ہی کا ڈر ہے نہ عقبے کا غم
 بات کیا ہے کہ یہ پھرتے ہیں نہایت غم
 ان کے دل میں نہیں کچھ خوفِ خدا ہے عالم
 ڈالتے ہیں انہیں دُصو کے میں مگر دامِ دُورم
 ان کے حالات کو لکھتے ہوئے روتا ہے قلم
 اور واں کفر کا لہر اُٹا ہے اُدنچپا پرچم
 آج اسلام کا گھر گھر میں پڑا ہے ماتم
 بُرک نے گھیر لی توحید کی جا دائے رستم

ایسی حالت میں بھی نازل نہ ہو کر فضلِ خدا
 جس طرف دیکھئے دشمن ہی نظر آتے ہیں
 دینِ اسلام کی ہر بات کو جھٹلائیں غوی
 عاشقِ احمد و دلدادہ مولائے کریم
 پر وہ غیور خدا کب اسے کرتا ہے پسند
 اپنے وعدے کے مطابق تجھے بھیجا اُس نے
 تیرے ہاتھوں سے ہی دجال کی ٹونے کی گھر
 دجل کا نام و نشان دہر سے مٹ جائے گا
 جو کہ میں تابعِ شیطان نہیں ان کی پروا
 جبکہ وہ زلزلہ جس کا کہ ہوا ہے وعدہ
 تب اُنہیں ہوگی خبر اور کہیں گے ہنہات
 تیری سچائی کا دُنیا میں نہ کچے گا دُنکا
 تیرے اعدا جو ہیں دوزخ میں جبکہ پائیں گے
 کُفر کے جبکہ ہوں اسلام پہ حملے پیہم
 کوئی مونس نہیں دُنیا میں نہ کوئی ہمد
 احمدِ پاک کے حق میں بھی کریں سب دشتم
 حسرت و یاس سے مرجائیں بہ چشمِ پُر غم
 دینِ احمد ہو تباہ اور ہو دشمن خترم
 اُمتِ خیر رُسل پر ہے کیا اُس نے کرم
 شرک کے ہاتھ تیرے ہاتھ سے ہی ہوینگے قلم
 نقلِ اسلام میں آجائے گا سارا عالم
 ایک ہی حملے میں مٹ جائیگا سب اُنکا بھرم
 ڈال دے گا تیرے اعدا کے گھروں میں ماتم
 ہم تو کرتے رہے ہیں اپنی ہی جانوں پہ تم
 بادشاہوں کے ترے سامنے ہونگے سرِ خم
 پر جگہ تیرے مُریدوں کی تو ہے باغِ ارم

التجاہ سے میری آفر میں یہ لے پیا ہے مسیحؑ
 خشر کے روز تو محمدؐ کا بنو ہمد



غُفَّتہ میں بھرا ہوا خدا ہے
 تم کہتے ہو امن میں ہیں ہم، اور
 ذرتی نہیں کچھ بھی تو خدا سے
 مامور خدا سے دشمنی ہے
 گمراہ ہوئے ہو باز آؤ
 مولیٰ کے غلام تھے سیٹھا
 اب رہبرِ راہ کوئے دلبر
 کس راہ سے ابنِ مریم آئے
 اب اور کا انتظار چھوڑو
 جس کو کیا ہے خدا نے مامور
 یحیوں بھولے ہو دوستو ادھر آؤ
 باز آؤ شہداتوں سے اپنی
 جاگو ابھی فرصت دعا ہے
 منہ کھولے ہوئے کھڑی بلا ہے
 اے قوم! یہ تجھ کو کیا ہوا ہے
 کیا اس کا ہی نام اتقا ہے
 کیا عقل تمہاری کو ہوا ہے
 ہاں اُن سے ہمارا کام کیا ہے
 دافدِ غلامِ مُصطفیٰ ہے
 مدت ہوئی وہ تو ہر چکا ہے
 آنا تمہا جسے وہ تو آچکا ہے
 اس سے مبتلا تم کو کیا لگہ ہے
 اک مردِ خدا پکارتا ہے
 کچھ تم میں اگر بُوئے وفا ہے

ورنہ ابھی غافلوا! تمہارے آئے گا وہ آگے جو کیا ہے
 تقدیر سے ہو چکا مُقدّر قسمت میں تمہاری زلزلہ ہے
 وہ دن کہ جب آئے گی مصیبت آنکھوں میں ہماری گھومتا ہے
 حیرانی میں ایک دوسرے سے اُس دن یہ کہے گا ہن یہ کیا ہے؟
 چکھیں گے مزا عذاب کا جب جانیں گے کہ ہاں کوئی خدا ہے
 پتھر بھی پکار کر کہیں گے ان کافروں کی یہی سزا ہے
 اے قوم خدا کے واسطے تُو بتلا کہ جو تیرا مدعا ہے
 حق نے جسے کر دیا ہے مانور تسلیم میں اس کی مُذَر کیا ہے
 اللہ سے چاہو عفو و تقصیر دیتا ہے اُسے جو مانگتا ہے
 محمود خدا نے لم یزل سے ہر وقت یہی مری دُعا ہے
 اُس شخص کو شاد رکھے ہر دم جو دینِ قویم پر خدا ہے
 اور اس کو نکالے ظلمتوں سے

جو شرک میں کفر میں پھنسا ہے



جدھر دیکھو ابرگنہ چھا رہا ہے
 مرے دوستو شرک کو چھوڑ دو تم
 یہ دم ہے غنیمت کوئی کام کر لو
 محمدؐ پہ ہو جان شراباں ہماری
 غضب ہے کہ یوں شرک دُنیا میں پھیلے
 خدا کے لیے مرد میدان بنو تم
 تم اب بھی نہ آگے بڑھو تو غضب ہے
 بجلاؤ احکامِ احمد خدا را
 صداقت کو اب بھی نہ جانا تو پھر کب
 تری عقل کو قوم کیا ہو گیا ہے
 وہ اسلام دُنیا کا تھا جو محافظ
 بپا کیوں ہوا ہے یہ طُوفان یکایک

گناہوں میں پھوٹا بڑا مُبتلا ہے
 کہ یہ سب بلاؤں سے بڑھ کر بلا ہے
 کہ اس زندگی کا بھروسہ ہی کیا ہے
 کہ وہ کونے دلدار کا رہنما ہے
 برا سیدہ جلتا ہے دل ٹھنک رہا ہے
 کہ اسلام چاروں طرف سے گھرا ہے
 کہ دشمن ہے بے کس، تمہارا خدا ہے
 ذرا سی بھی گر ٹم میں بوئے دفا ہے
 کہ موجود اک ہم میں مرد خدا ہے
 اسی کی ہے بدخواہ جو رہنما ہے
 وہ خود آج محتاج امداد کا ہے
 بتاؤ تو اس بات کی وجہ کیا ہے

یہی ہے کہ گمراہ تم ہو گئے ہو
 اگر رہنما اب بھی کوئی نہ آئے
 ہمیں ہے اسی وقت ہادی کی حاجت
 یہ ہے دوسری بات مانو نہ مانو
 اٹھو اس کی امداد کے واسطے تم
 اٹھو دیکھو اسلام کے دن پھرے ہیں
 مجت سے کتا ہے وہ تم کو ہر دم
 دم و غم اگر ہو کسی کو تو آئے
 ہر اک دشمن دیں کو ہے وہ مبلتا
 مقابل میں اس کے اگر کوئی آئے
 سیما و مہدی دورانِ آسہر
 قدم اس کے ہیں شرک کے سر کے اوپر
 خدا ایک ہے اُس کا ثانی نہیں ہے

نہ پہلا سا علم اور نہ وہ اِقتا ہے
 تو سمجھو کہ وقت آخری آ گیا ہے
 یہی وقت اک رہنما چاہتا ہے
 مگر حق تو یہ ہے کہ وہ آ گیا ہے
 حیت کا یار وہی مقتضی ہے
 کہ نائبِ محمدؐ کا پیدا ہوا ہے
 اٹھو سونے والو کہ وقت آ گیا ہے
 وہ میدان میں ہر اک کو لٹکاتا ہے
 کہ آؤ اگر تم میں کچھ بھی حیا ہے
 نہ آگے بچے گا نہ اب تک بچا ہے
 وہ جس کے تھے تم منتظر آ گیا ہے
 علم ہر طرف اس کا لہرا رہا ہے
 کوئی اس کا ہمسر بنانا خطا ہے

نہ باقی رہے شرک کا نام تک بھی
 خدا سے یہ محمود میری دعا ہے



گناہ گاروں کے دردِ دل کی بس اک قرآن ہی دوا ہے
 یہی ہے خضرِ رہ طریقت یہی ہے ساغرِ جوتی نما ہے
 ہر اک مخالف کے زور و طاقت کو توڑنے کا یہی ہے حربہ
 یہی ہے تلوار جس سے ہر ایک دیں کا بدِ خواہ کا پنتا ہے
 تمام دنیا میں تھا اندھیرا کیا تھا ظلمت نے یاں بسیرا
 ہوا ہے جس سے جہان روشن وہ معرفت کا یہی دیا ہے
 نگاہِ جن کی زمین پر مٹی نہ آسماں کی جنہیں خبر تھی
 خدا سے اُن کو بھی جا ملایا دکھائی ایسی روِ صدیٰ ہے
 بٹھکتے پھرتے ہیں راہ سے جو، انہیں یہ ہے یار سے ملانا
 جواں کے واسطے یہ خضرِ رہ ہے، تو پیر کے واسطے عصا ہے
 مصیبتوں سے نکالتا ہے، بلاؤں کو سر سے مالتا ہے
 گلے کا تعویذ اسے بناؤ، ہمیں یہی حکیمِ مُصطفیٰ ہے

یہ ایک دریائے معرفت، لگائے اس میں جو ایک غوطہ
تو اس کی نظروں میں ساری دنیا فریب ہے، جھوٹ ہے دغا ہے
مگر مُسلمانوں پر ہے حیرت جنہوں نے پائی ہے ایسی نعمت
دلوں پہ بھائی ہے پھر بھی غفلت یا دُستی ہے نے خدا ہے
نہیں ہے کچھ دیں سے کام ان کا یونہی مُسلمان ہے نام ان کا
ہے سخت گندہ کلام ان کا، ہر ایک کام ان کا فتنہ زا ہے
زیں سے جھگڑا فلک سے قضیہ یہاں ہے شور اور دواں شرابا
نہیں ہے اک دم بھی چین آتا خبر نہیں ان کو کیا ہوا ہے
یہ چلتے ہیں یوں اکڑا کر کر گویا ان کے ہیں بحر اور بُر
پڑے ہیں ایسے سمجھ پہ پتھر کہ شرم ہے کچھ نہ کچھ حیا ہے
ٹریں گے آپس میں بھائی باہم نہ ہو گا کوئی کسی کا ہدم
مرا پیارا رسول اکرمؐ۔ یہ بات پہلے سے کہہ گیا ہے
نہ دل میں خوفِ خدا رہے گا نہ دین کا کوئی نام لے گا
فلک پہ ایمان جا چڑھے گا یہی ازل سے لکھا ہوا ہے
مگر خدائے رحیم درحماں جو اپنے بندوں کا ہے رنگِ بیاں
جو ہے شہنشاہِ جنّ و انس جو ذرّہ ذرّہ کو دیکھتا ہے
کرے گا قدرتِ اپنی پیداوہ شخص جس کا کیا ہے مدہ
مسیحؑ دورانِ میلِ عیسیٰؑ جو میری اُمت کا رہنما ہے
سوساری باتیں ہوئی ہیں پوری نہیں کوئی بھی رہی ادھوری
دلوں میں اب بھی ہے جو دُوری تو اس میں اپنا قصور کیا ہے

پڑا عجب شور جا بجا ہے جو ہے وہ دُنیا پہ ہی فدا ہے
 نہ دل میں خوفِ خدا رہا ہے نہ آنکھ میں ہی رہی حیا ہے
 مسیحؑ دوراںِ مثلِ عیسیٰؑ، بجا ہے دُنیا میں جس کا دُنکا
 خدا سے ہے پا کے حکم آیا، بلا اُسے منصبِ حدیٰ ہے
 ہے چاند سورج نے دی گواہی، پڑی ہے طلوع کی تباہی
 بچائے ایسے سے پھر خدا ہی، جواب بھی انکار کر رہا ہے۔
 وہ مطلعِ آبدارِ لکھنوں، کہ جس سے حساد کا ہو دلِ خوں
 حروف کی جاگہ پر روؤں، کہ مجھ کو کرنا یہی روا ہے
 مسیحؑ دُنیا کا رہنما ہے، غلامِ احمدؑ ہے مُصطفیٰؑ ہے
 بروزِ اقطاب و انبیاءؑ ہے، خدا نہیں ہے خدا نما ہے
 جہاں سے ایمان اُٹھ گیا تھا، فریب و مکاری کا تھا چرچا
 فساد نے تھا جھایا ڈیرا، وہ نقشہ اس نے الٹ دیا ہے
 اسی کے دم سے مرا تھا آتھم، اسی نے لیکھو کا سر کیا خم
 اسی کا دُنیا میں آج پرچم، ہما کے بازو پہ اڑ رہا ہے
 اسی کی شمشیرِ خونچکاں نے کیا قصوری کو ٹکڑے ٹکڑے
 یہ زلزلہ بار بار آ کے، اسی کی تصدیق کر رہا ہے
 جمایا طاعون نے ایسا ڈیرا، ستون اس کا نہ پھر اکیڑا
 دیا ہے خلقت کو وہ تیرِ ڈاکہ اپنی جاں سے ہوتی خفا ہے
 مقابلہ میں جو تیرے آیا، نہ خالی پنج کر کبھی بھی لوٹا
 یہ دبدبہ دیکھ کر سیٹھا، جو کوئی حاسد ہے جل رہا ہے

خُدا نے لاکھوں نشان دکھائے، نہ پھر بھی ایمان لوگ لائے
 عذاب کے منتظر ہیں ہائے، نہیں جو بد بختی یہ تو کیا ہے
 صبا ترا گردِ ہاں گذر ہو تو آتسِ پیغامِ میرا دیجو
 اگرچہ تکلیف ہوگی تجھ کو یہ کام یہ بھی ثواب کا ہے
 کہ اے مثیلِ مسیح و عیسیٰ! ہوں سخت محتاج میں دُعا کا
 خُدا تری ہے قبول کرتا کہ تو اس اُمت کا ناخدا ہے
 خُدا سے میری یہ کُشتِ شفاعت کہ علم و نور و مہدی کی دولت
 مجھے بھی اب دے عنایت، یہی مری اُس سے التجا ہے
 رہ خُدا میں ہی جاں فدا ہو، دلِ عشقِ احمد میں مُبتلا ہو
 اسی پہ ہی میرا خاتمہ ہو، یہی مرے دل کا مُدعا ہے
 نہیں ہے محمود و فخر اس کا، کہ یہ اثر کس قدر کرے گا
 سُخن کہ جو دل سے ہے نکلتا، وہ دل میں ہی جا کے بیٹھتا ہے



دوستو ہرگز نہیں یہ ناچ اور گانے کے دن
 اس جہن پر جبکہ تھا دو درخشاں وہ دن گئے
 ظلمت و تاریکی و ضد و تعصب مٹ چکے
 جاہ و حشمت کا زمانہ آنے کو ہے عنقریب
 ہے بہت انوس اب بھی گرنے لیاں لائیں لوگ
 پیشگوئی ہو گئی پوری یہ سچ وقت کی
 ان دنوں کیا ایسی ہی بارش ہو کرتی تھی یاں
 دوستو اب بھی کرو توبہ اگر کچھ عقل ہے
 مشرق و مغرب میں ہیں یہیں کے پھیلائیے دن
 اب تو ہیں اسلام پر یار و بہار آنے کے دن
 آگئے ہیں اب خدا کے چہرہ دکھانے کے دن
 رہ گئے تھوڑے سے ہیں اب گایاں کھانیے دن
 جبکہ ہر ملک و وطن پر ہیں عذاب آنے کے دن
 ”پھر بہارا آئی تو آئے شمع کے آنے کے دن“
 سچ کو کیا تھے یہ سردی سے ٹھٹھکانے کے دن
 در نہ خود سمجھائے گا وہ یار سمجھانے کے دن

دزد و دھکے سے آگئی تھی تنگ لے محمود قوم
 اب مگر جاتے رہے ہیں رنج و غم کھانے کے دن



ہر چار سو ہے شہرہ ہوا قادیان کا
 آئیں گے اب مسیح دوبارہ میں یہ کیوں
 عیسیٰ تو تھا حلیفہ موسیٰ اوجاہلو!
 تم اُمت محمد خیر الرسل سے ہو
 کہتے ہیں وہ امام تھا راتیں سے ہے
 پہنچے گا جلد اپنے کیلے کی سزا کو وہ
 ہاں جو نہ مانے احمد مرسل کی بات بھی
 سچ سچ ہو خدا سے ذرا ڈر کے دو جواب
 اب آگیا تو آنکھیں پڑاتے ہو کس لیے
 جس نے خدا کے پاس سے آنا تھا آچکا
 اسلام کو اسی نے کیا آکے پھر درست
 سینہ سپر ہوا یہ مقابل میں کفر کے
 توحید کا سبق ہی جو تعلیم شرک ہے
 ممکن ہے جو کہ مدنی آخر زمان کا
 نظارہ بھاگیا ہے انہیں آسمان کا
 تم سے بتاؤ کام ہے کیا اُس جوان کا
 ہے لطف و فضل تم پہ اسی مہربان کا
 جو ہے بڑی ہی شوکت و جبر و شان کا
 اب بھی گماں جو بد ہے کسی بد گمان کا
 کیا اعتبار ایسے شقی کی زبان کا
 کیا تم کو انتظار نہ تھا پاسبان کا
 کیوں راستہ ہو دیکھ رہے آسمان کا
 لو آکے بوسہ ننگِ درِ آستان کا
 ہو شکر کس طرح سے ادا مہربان کا
 خطرہ نہ مال کا ہی کیا اور نہ حبان کا
 ہاں کفر ہے بتانا اگر حق بیان کا

تو ایسے شہرک پر ہوں فدا مال و آبرو
 اور ایسا کفر روگ بننے میری جان کا
 اے قوم کچھ تو عقل و فرد سے بھی کام لے
 لڑتی ہے جس سحر زدہ ہے کیسی شان کا
 گولہ لاکھ تو مقابلہ اس کا کرے مگر
 بیگانہ بال ہوگا کوئی اس جوان کا
 لے دوستو! جو حق پھیلنے رنج ہستے ہو
 یہ رنج و درد و غم ہے فقط درمیان کا
 کچھ یاس و ناامیدی کو دل میں جگہ دو
 اب جلد ہو چکے گا یہ موسم خزان کا
 اب اسکے پورا ہوتے ہی آجائگی بہار
 دُعا دیا ہے حتیٰ نے تمہیں جس نشان کا
 چاہا اگر خدا نے تو دیکھو گے جلد ہی
 کافر بھی کہہ نہیں گے کہ سچا ہے ہر بزرگ
 چاروں طرف ہے شورِ بپا الا مان کا
 دعویٰ کیا ہے جس نے مسیح الزمان کا

محمود کیا بعید ہے دل پر جو قوم کے
 نالہ اثر کرے یہ کسی نوحہ خوان کا



اے مولویو! کچھ تو کرو خوفِ خدا کا
 کیا تم کو نہیں خوف رہا روزِ جزا کا
 ہر جنگ میں کفار کو ہے پیٹھ دکھائی
 مٹھرتے ہیں کافر اُسے جو ہادی دیں ہے
 بیٹھا ہے فلک پر جو اُسے اب تو بلاؤ
 پر حشر تلک بھی جو رہو اُشکِ فشاں تم
 دُہ شاہ جہاں جس کے لیے چشمِ برہ ہو
 وحشی کو بھی دم بھر میں مذہب ہے بناتی
 دُہ قوتِ اعجاز ہے اس شخص نے پائی
 کیا تم نے مَنا تک بھی نہیں نام جیا کا
 یوں سامنا کرتے ہو جو محبوبِ خدا کا
 تم لوگوں نے ہی نام ڈبویا ہے وفا کا
 یہ خوب نمونہ ہے یہاں کے علما کا
 چپ بیٹھے ہو کیوں تم ہے یہی وقت دُعا کا
 ہرگز نہ پستا پاؤ گے کچھ آہِ رسا کا
 دُہ قادیان میں بیٹھا ہے محبوبِ خدا کا
 دیکھو تو اثر آ کے ذرا اس کی دُعا کا
 دم بھر میں اُسے مار گرایا جسے تاکا
 محمود نہ کیوں اس کے مخالف ہوں پریشاں
 نائب ہے نبی کا وہ فرستادہ خدا کا



یوں الگ گوشہ دیراں میں جو چھوڑا ہم کو
کل تنک تو یہ نہ چھوڑے گا کہیں کا ہم کو
ہے خدا کی ہی عنایت پہ بھروسہ ہم کو
دروِ اُلفت میں مزہ آتا ہے ایسا ہم کو
تجھ پہ رحمت ہو خدا کی کہ سیٹھا تو نے
اپنا چہرہ کہیں دکھلائے نہ رب العزت
گالیاں دشمن دیں ہم کو جو دیتے ہیں تو دیں
کچھ نہیں فکر، لگائی ہے خدا سے جب نو
ایک قسمہ کی بھی حاجت ہو تو مانگو مجھ سے
زخمِ دل زخمِ جگر بہنتے ہیں کھل کھل کر کیوں
کہیں بوٹی کی طرح حشر میں بیہوش نہ ہوں
ایک دم کے لیے بھی یاد سے کیوں ٹوٹتے

نہیں معلوم کہ کیا قوم نے سمجھا ہم کو
آج ہی سے جو لگائے غم فدا ہم کو
نہ عبادت کا نہ ہے زُحد کا دعویٰ ہم کو
کہ شغلیابی کی خواہش نہیں اصلاً ہم کو
رشتہ اُلفت و وحدت میں ہے بانڈھا ہم کو
مذتوں سے ہے یہی دل میں تمنا ہم کو
کام لیں صبر و تحمل سے ہے زیب ہم کو
گو سمجھتا ہے بُرا اپنا پر ایسا ہم کو
ہے ہمیشہ سے یہ اُس یار کا ایسا ہم کو
حالتِ قوم پہ آتا ہے جو رونا ہم کو
لگ رہا ہے اسی عالم میں یہ دھڑکا ہم کو
اور مجبُوب کہاں تجھ سارے گا ہم کو

تجھ پہ ہم کیوں نہ مریں گے پیارے کہ ہے تُو
 آدمی کیا ہے تو اضع کی نہ عادت ہو جسے
 دشمن دین درندوں سے ہیں بڑھ کر خونخوار
 دیکھ کر حالتِ دیں غوٹن جگر کھاتے ہیں
 دل میں آ آ کے تیری یاد نے لے رہ ڈوڈو
 چونکہ توحید پر ہے زور دیا ہم نے آج
 حق کو کڑوا ہی بتاتے چلے آئے ہیں لوگ
 دولت و آبرو و جان سے پیارا ہم کو
 سخت لگتا ہے بُرا بکر کا پُستلا ہم کو
 چھوڑ لو مت برے مولیٰ کبھی تنہا ہم کو
 مر ہی جائیں جو نہ ہو تیسرا سہارا ہم کو
 بار بار ہر دوں تملکِ خون رُلایا ہم کو
 اپنے بیگانے نے چھوڑا ہے اکیلا ہم کو
 یہ نئی بات ہے لگتا ہے وہ میٹھا ہم کو

جوشِ اُلفت میں یہ لکھتی ہے غزل لے محمود
 کچھ ستائش کی تمنا نہیں اصلا ہم کو



کیوں ہو رہا ہے خرم و خوش آج کل جہاں
 چہرہ پہ اس مریض کے کیوں رونق آگئی
 ان بے کسوں کی ہمتیں کیوں ہو گئیں بلند
 وہ لوگ جو کہ راہ سے بے راہ تھے ہوئے
 تاریخ کی وجہا لت و ظلمت کدھر گئی
 مجھ سے سُنو کہ اتنا تغیر ہے کیوں ہوا
 یہ وقت و وقتِ حضرتِ میلٰی ہے دوستو
 ہو کر غلامِ احمدِ مرسل کے آئے ہیں
 سب دشمنانِ دیں کو اُنھوں نے کیا ذیل
 جو ان سے لڑنے آئے وہ دُنیا سے اٹھ گئے
 کیوں ہر دیار و شہر ہوا رشکِ بوستاں
 جو کل تلک تھا سخت منیع اور ناتواں
 جن کا کہ کل جہاں میں نہ تھا کوئی پاسباں
 کیوں ان کے چہروں پر ہے خوشی کا اثر عیاں
 دُنیا سے آج ان کا ہوا کیوں ہے گم نشان
 جو بات کل نہاں تھی ہوئی آج کیوں عیاں
 جو نائبِ حُرا ہیں جو ہیں مہدی زماں
 قربان جن کے نام پہ ہوتے ہیں انس و جاں
 بخشی ہے ربِ عز و جل نے وہ عز و شائ
 باقی کوئی بچا بھی تو ہے اب وہ نیم جاں

ان کو ذیل کرنے کا جس نے کیا خیال

ایسا ہوا ذلیل کہ جینا ہوا محال

رنج و غم و ملال کو دل سے بھلا دیا
 ہم بھوئے پھر رہے تھے کہیں کے کہیں مگر
 اک جامِ معرفت کا جو ہم کو پلا دیا
 جو داغِ دل پہ اپنے لگا تھا مٹا دیا
 جو راہِ راست تھا ہمیں اس نے بتا دیا
 جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

دکھلا کے ہم کو تازہ نشانات و معجزات
ہم کیوں کریں نہ اس پہ فدا جان و آب و
وہ دل جو بغض و کینہ سے تمہے کو رہے
اس نے ہی آکے ہم کو اُٹھایا زمین سے
ڈوٹی۔ قصوری۔ دھکوی۔ لیکھو و سوتراج
ایسے نشان دکھائے کہ میں کیا کوں تمہیں
چہرہ خدائے عز و جل کا دکھا دیا
روشن کیا ہے دین کا جس نے بھٹکا دیا
دیں کا کمال اُن کو بھی اس نے دکھا دیا
تھا دشمنوں نے خاک میں ہم کو ملا دیا
ساروں کو ایک وار میں اس نے گرا دیا
کفار نے بھی اپنے سروں کو جھکا دیا

احسان اس کے ہم یہ ہیں بے حد و پیراں

جو گن سکے انہیں نہیں ایسی کوئی زباں

برطانیہ جو تم پہ کھومت ہے کر رہا
یہ بھی اُسی کے دم سے ہے نعمت میں لٹا
نازل ہوئے تھے عیسیٰ مریم جہاں وہاں
گو تھی یہودیوں کی نہ وہ اپنی سلطنت
وہی ہی سلطنت تھیں اُفتد نے ہے دی
پر جیسے اُس مسیح سے بڑھ کر ہے یہ مسیح
یہ رعب اور شان بھلا اُس میں تھی کہاں
ہے ایسی شان قیصر ہندوستان کی
تم جانتے نہیں ہو کہ ہے بھید اس میں کیا
تا شکر جان و دل سے خدا کا کرواؤ
اس وقت جاری قیصر روم کا حکم تھا
پر اپنی سلطنت سے بھی آرام تھا ہوا
تا اپنی قیمتوں کا نہ تم کو رہے گلہ
یہ سلطنت بھی پہلی سے ہے امن میں ہوا
یہ دبدبہ تھا قیصر روم کو کب ملا
ہے دشمن اُس کی خنجر بُراں سے کا پتا

اس سلطنت کی تم کو بتاؤں وہ خوبیاں

جن سے کہ اس کی ہر عنایات ہوں عیاں

اس کے سبب سے ہند میں امن و امان ہے
ہندوستان میں ایسا کیا ہے انہوں نے نذل
نے شور و شر کیے ہیں نہ آہ و فغان ہے
ہر شورہ پشت جس سے ہوا نیم جان ہے

وہ جا جہاں پہ ہوتی تھی ہر روز ٹوٹ مار
خفیہ ہو کوئی بات تو بتلاؤں میں تمہیں
ہندوستان میں چاروں طرف ریل جادی کی
پہیزیں ہزاروں ڈاک میں بھیجو تم آج کل
پھیلایا تار ملک میں آرام کے لیے
چھوٹوں بڑوں کی چین سے ہوتی ہو یاں بسر
پیتے ہیں ایک گھاٹ پہ شیر اور گو پسند
ہر طرح اس جگہ پہ اب امن امان ہے
طرز حکومت ان کی ہر اک پر میان ہے
ان کا ہی کام ہے یہ، یہ ان کی ہی شان ہے
نقصان اس میں کوئی، نہ کوئی زیان ہے
یہ سلطنت ہی ہم پہ بہت مہربان ہے
نے مال کا خطر ہے نہ نقصان مان ہے
اس سلطنت میں یاں ملک امن امان ہے

پھر بھی کوئی نہ مانے جو احساں تو کیا کریں
ایسے کو بے فرد کیس یا بے حیا کیس

ہندوستان سے اٹھ گیا تھا علم اور ہنر
پھیلا تھا ہر چار طرف جمل ملک پر
اپنے پرانے چھوڑ کے سب ہو گئے الگ
انگریزوں نے ہی بے کس و بد حال دیکھ کر
مذہب میں ہر طرح ہمیں آزاد کر دیا
پو جا کرے نماز پڑھے کوئی کچھ کرے
القصہ سلطنت یہ بڑی مہربان ہے
فضل خدا سے ہم کو ملی ہے یہ سلطنت
اور اس سے بڑھ کے رحم خدا کا یہ ہم پہ ہے

یاں آتا تھا نہ عالم و فاضل کوئی نظر
کوئی نہ تھا جو آ کے ہمارا ہو چارہ گر
ہم بے کسوں پہ آخر انہوں نے ہی کی نظر
کھوئے ہیں علم و فضل کے ہم پر ہزار در
چلتا نہیں سروں پہ کوئی جبر کا تیر
آزاد کر دیا ہے انہوں نے ہر اک بشر
آتی نہیں جہان میں ایسی کوئی نظر
جو نفع دینے والی ہے اور بے بھی بے ضرر
میلنی سیخ سا ہے دیا ہم کو راہبر

محمود درویش سے یہ ہے اب بری دُعا
قیصر کو بھی ہدایت اسلام ہو عطا

نہ کچھ قوت رہی ہے جسم و جاں میں
 ہے تیساری سفر کی کارواں میں
 نہیں پھنٹی نظر آتی مری جاں
 مزا جو یار پر مرنے میں ہے وہ
 ہر اک عارف کے دل پر ہے وہ ظاہر
 خدایا دردِ دل سے ہے یہ خواہش
 نظر میں کامل کی ہے وہ کامل
 یہی جی ہے کہ پہنچے یار کے پاس
 جو مُنتا ہے پکڑ لیتا ہے دل کو
 بندائے دوست آئی کان میں کیا
 کریں کیونکر نہ تیرا شکر یا رب
 ہر اک رنج و بلا سے ہم ہیں محفوظ
 ہر اک جانور سے تیرے منور
 کہاں ہے لالہ و گل میں وہ ملتی
 ہے اک مخلوق ربِّ ذوالنن کی
 نہ باقی ہے اثرِ میسری زباں میں
 ہر دل ہے ابھی خوابِ گراں میں
 پھنسا ہوں اس طرح قیدِ گراں میں
 نہیں لذتِ حیاتِ جادواں میں
 خدا غنی نہیں ہے آسماں میں
 مرا تو ساتھ دے دونوں جہاں میں
 اُترتا ہے جو پلورا امتحاں میں
 ہے مرغِ دل تڑپتا آشیاں میں
 تڑپ ایسی ہے میری داستاں میں
 کہ پھر جہاں آگئی اک نیم جاں میں
 کہ تو نے لے لیا ہم کو اماں میں
 مصیبت پڑ رہی ہے گو جہاں میں
 برا ہی جلوہ ہے کون و مکاں میں
 جو خوبی ہے مرے اس دلتاں میں
 بھلا طاقت ہی کیا ہے آسماں میں

خدا کا رحم ہونے کو ہے محمود
 تغیر ہو رہا ہے آسماں میں

نشان ساتھ ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں
 وہ دل نہیں جو جدائی میں بے قرار نہیں
 وہ ہم کہ فکر میں دیں کے ہیں قرار نہیں
 وہ لوگ درگاہِ عالی میں جن کو بار نہیں
 ہے خوف مجھ کو بہت اسکی طبع نازک سے
 تڑپ رہی ہے ہری رُوحِ جسمِ خاکی میں
 نہ طعنہ زن ہو مری بے خودی پہ لے نامح
 مثالِ آئینہ ہے دل کہ یار کا گھر ہے
 جو دل میں آئے سو کہہ لو کہ ایں بھی لطف
 ہوا وہ پاک جو قدوس کا ہوا شیدا
 وہ ہم کہ عشق میں پاتے ہیں نطفِ یکتائی
 چڑھے ہیں سینکڑوں ہی سُوہیوں پہ ہم منظور
 یُونہی کہو نہ ہمیں لوگو! کافر و مرتد
 امامِ دقت کا لوگو کرو نہ تم انکار

ہمارے دین کا قصوں پہ ہی مدار نہیں
 نہیں وہ آنکھ جو فرقت میں اشکبار نہیں
 وہ تم کہ دین چھٹا سے کچھ بھی پیار نہیں
 انھیں فریب و دغا، مکر سے بھی مار نہیں
 نہیں ہے یہ کہ مجھے آرزوئے یار نہیں
 تھے سوا مجھے اک دم بھی اب قرار نہیں
 میں کیا کوں کہ مرا اس میں اختیار نہیں
 مجھے بھی سے بھی اس دہریں غبار نہیں
 خدا کے علم میں گر ہم ذلیل و خوار نہیں
 پلید ہے جسے ماحصل یہ افتخار نہیں
 ہمارا دوست نہیں کوئی غمگسار نہیں
 ہمارے عشق کا اک دار پر مدار نہیں
 ہمارے دل کی خبر تم پہ آشکار نہیں
 جو جھوٹے ہوتے ہیں وہ پاستاِ قتلہ نہیں

دل و جگر کے پر پختے اُڑے ہوئے ہیں یاں اگرچہ دیکھنے میں اپنا حال زار نہیں
 جگا رہے ہیں سیٹھا بھی سے دُنیا کو مگر غضب ہے کہ ہوتی وہ ہوشیار نہیں
 مقابلہ میں مسیحِ زماں کے جو آئے وہ لوگ وہ ہیں جنہیں حق سے کچھ بھی پیار نہیں
 کلامِ پاک بھی موجود ہے اسے پڑھ لے ہمارا تبھ کو جو اے قومِ اعتربار نہیں
 بھی تو دل پہ بھی جا کر اثر کرے گی بات سنائے جائیں گے ہم تم کو ہزار نہیں
 کر ڈر جاں ہو تو کر دُوں سدا محمدؐ پر
 کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں



ظہورِ مہدیؑ آئندہ زماں ہے
 محمدؐ میرے تن میں مثلِ جاں ہے
 گیا اسلام سے وقتِ غمراں ہے
 اگر پوچھے کوئی عیسیٰ کہاں ہے
 ہر اک دشمن بھی اب طلبِ اتساں ہے
 مقتدر اپنے حق میں عز و دشاں ہے
 مسمائے زماں کا یاں مکاں ہے
 فدا تھ پہ میٹھا میری جاں ہے
 میٹھا سے کوئی کہہ دو یہ جبار
 نہ پھولو دوستو دُنیائے دول پر
 دو زنگی سے ہمیں ہے سخت نفرت
 ترے اس مالِ بد کو دیکھ کر قوم
 جسے کہتی ہے دُنیائے گپا دس
 دیا ہے رہنما بڑھ کر خضرؑ سے
 سنبھل جاؤ کہ وقتِ امتحاں ہے
 یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے
 ہوتی پیدا ہزارِ جاوداں ہے
 تو کہہ داس کا مسکنِ قادیاں ہے
 مرے احمد کی وہ شیریں زباں ہے
 جو ذلت ہے نصیبِ دشمنان ہے
 زمینِ متا دیان دارالآماں ہے
 کہ تو ہم بے کسوں کا پاسباں ہے
 مریضِ عشقِ تیرا نیمِ جاں ہے
 کہ اس کی دوستی میں بھی زیاں ہے
 جو دل میں ہے جبین سے بھی میاں ہے
 جگر ٹکڑے ہے اور دلِ خوں فشاں ہے
 میٹھا کا وہ سنگِ آستاں ہے
 خدا بھی ہم پہ کیا مہرباں ہے

فلک سے تارا منارہ آئیں عینے
 ترقی احمدی فرقہ کی دیکھے
 نہ یوں حملہ کریں اسلام پر لوگ
 مخالف اپنے ہیں گو زور پر آج
 مرا دُوائی دمِ معجزنا سے
 مسلمانوں کی بد حالی کے غم میں
 پریشاں کیوں نہ ہوں دشمن، سچا!
 نہیں دُنیا میں جس کا بوڑ کوئی
 کرے قرآن پر چشمکِ حد سے
 نہیں دُنیا کی خواہش ہم کو ہرگز
 مگر آگے تلاشِ نردِباں ہے
 بنالہ میں جو اک پیرِ مغال ہے
 ہمارے منہ میں بھی آحضرِ باں ہے
 مگر ان سے قوی تر پاسِ باں ہے
 یہ عیسیٰ کی صداقت کا نشان ہے
 دھرا سینہ پر اک سنگِ گراں ہے
 ظفر کی تیسرے ہاتھوں میں غماں ہے
 ہمارا پیشوا وہ پہلوں ہے
 کہاں دشمن میں یہ تاب توں ہے
 فدا دیں پر ہی اپنا مال و جاں ہے

نہیں اسلام کو کچھ خوفِ محمود
 کہ اس گلشن کا احمد باغباں ہے



محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
 ہر دل اس نے روشن کر دیا ہے
 خبر لے اے سیٹھا درو دل کی
 دل آفت زدہ کا دیکھ کر حال
 کسی کو بھی نہیں مذہب کی پرودا
 بھنور میں پھنس رہی ہے کشتی دیں
 سروں پر چھا رہا ہے ابرِ ظلمت
 خدایا اک نظر اس تفتہ دل پر
 غمِ اسلام میں میں جاں بلب ہوں
 ہمارے حال پر ہنسی ہے گو قوم
 سیٹھا کو نہیں خوف و خطر کچھ
 ہوئے ہیں لوگ دشمنِ امرِ حق کے
 حیاتِ حبا و دال پٹی ہر اس سے
 کہ وہ کونے منہم کا رہنا ہے
 اندھیرے گھر کا میرے وہ دنیا ہے
 ترے بیمار کا دم گٹ رہا ہے
 ہر ازخمِ جگر بھی ہنس رہا ہے
 ہر اک دنیا کا ہی شیدا ہوا ہے
 تلاطمِ بحرِ ہستی میں بپا ہے
 اُسی سے جنگ ہے جو ناخدا ہے
 کہ یہ بھی تیرے در کا اک گدا ہے
 کلیجہ میرا منہ کو آ رہا ہے
 ہمیں پر اس پہ رونا آ رہا ہے
 حمایت پر تلا اس کی خدا ہے
 اسی کا نام کیا صدق و صفا ہے
 کلامِ پاک ہی آپ بہتا ہے

دمِ عیسیٰ سے مُرے جی اُٹھے ہیں
 ذرا آنکھیں تو کھولو سونے والو!
 زمین و آسماں ہیں اس پہ شاهد
 برا ہر ذرہ ہو مُشرِبانِ اِحْسَدُ
 اُسی کے عشق میں نکلے مری جاں
 بچے اس بات پر ہے فخرِ محمود
 سُنو اے دُشمنانِ دینِ اِحْسَدُ
 کہاں کو اک نظر دیکھو حُلا
 نہیں لگتے کبھی کیسے کو انگور
 لگیں گو سینکڑوں تلوار کے زخم
 شفا پا جاتے ہیں وہ رفتہ رفتہ
 خزاں آتی نہیں زخمِ زباں پر
 ہمارے انبیاء کو گالیاں دو
 گریبانوں میں اپنے مُنہ تو ڈالو
 ہماری صُلح تم سے ہو گی کیونکر
 مُحمّد کو بُرا کہتے ہو تم لوگ
 مُحمّد جو ہمارا پیشوا ہے
 ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
 اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
 خدا کو اس سے دل کر ہم نے پایا
 جو اندھے تھے انہیں اب سو جتا ہے
 تمہارے سر پہ سورج آ گیا ہے
 جہاں میں ہر طرف پھیلی دبا ہے
 مرے دل کا یہی اک مُدعا ہے
 کہ یاد یار میں بھی اک مزا ہے
 برا معشوقِ محبوبِ خدا ہے
 نتیجہ بدِ زبانی کا بُرا ہے
 جو بوتا ہے اُسی کو کاشتا ہے
 نہ حُقل میں کبھی حُرا لگا ہے
 زباں کا ایک زخم اُن سے بُرا ہے
 کہ آخر ہر مرض کی اک دوا ہے
 یہ رہتا آخری دم تک ہلکا ہے
 پھر اس کے ساتھ دعویٰ صُلح کا ہے
 ذرا سوچو اگر کچھ بھی حیا ہے
 تمہارے دل میں جب یہ کچھ بھرا ہے
 ہماری جان و دل جس پر فدا ہے
 مُحمّد جو کہ محبوبِ خدا ہے
 کہ وہ شاہنشاہِ ہر دوسرا ہے
 وہی آرامِ میری رُوح کا ہے
 وہی اک راہِ دیں کا رہنما ہے

پس اس کی شان میں جو کچھ ہو سکتے ہمارے دل جگر کو پھیندتا ہے
 مزہ دو بار پہلے چکھ چکے ہو مگر پھر بھی وہی طرزِ ادا ہے
 خدا کا قہر اب تم پر پڑے گا کہ ہونا تھا جو کچھ اب ہو چکا ہے
 چکھائے گی تمہیں غیرت خدا کی جو کچھ اس بدزبانی کا مزا ہے
 ابھی طاعون نے چھوڑا نہیں ملک نئی اور آنے والی اک وبا ہے
 شرارت اور بدی سے باز آؤ دلوں میں کچھ بھی گر خوفِ خدا ہے

بزرگوں کو ادب سے یاد کرنا
 یہی اکیس ہے اور کیمیا ہے



باب رحمت خود بخود پھر تم پہ ڈا ہو جائے گا
 دشمن جانی جو ہو گا آشنا ہو جائے گا
 آدمی تقویٰ سے آخر کیسیا ہو جائے گا
 جو کہ شیعہ روئے دلبر پر فدا ہو جائے گا
 جو کوئی اس یار کے در کا گدا ہو جائے گا
 جس کو تم کہتے ہو یار و فیسا ہو جائے گا
 کفر مٹ جائے گا زور اسلام کا ہو جائے گا
 مدنی دوران کا جو خاک پا ہو جائے گا
 جو کوئی تقویٰ کرے گا پیشوا ہو جائے گا
 جس کا مسلک زہد و ذکر و اتقا ہو جائے گا
 دیکھ لینا ایک دن خواہش برائے گی ہری
 نقش پا پر جو چھت کے چلے گا ایک دن
 دیر کرتے ہیں جو نیکی میں ہے کیا ان کا خیال
 دشمن اسلام جب دیکھیں گے اک قہری نشان

جب تمہارا فادہ مطلق خدا ہو جائے گا
 بوم بھی ہو گا اگر گھر میں ہما ہو جائے گا
 جن میں دل سے پھوٹے گا وہ طلا ہو جائے گا
 خاک بھی ہو گا تو پھر خاک شفا ہو جائے گا
 ملک رومانی کا وہ منہ زار ہو جائے گا
 ایک دن سارے جہاں کا پیشوا ہو جائے گا
 ایک دن حاصل ہمارا مدعا ہو جائے گا
 مہر عالم تاب سے روشن سوا ہو جائے گا
 قبلہ رخ ہوتے ہوئے قبلہ نما ہو جائے گا
 پنجہ شیطان سے وہ بالکل ہا ہو جائے گا
 میرا ہر ذرہ محبت پر مندا ہو جائے گا
 پیروی سے اس کی محبوب خدا ہو جائے گا
 موت کی سلعت میں بھی کچھ اتوا ہو جائے گا
 جان نکل جائے گی ان کی دم فنا ہو جائے گا

دارتِ تختِ محمد میرزا ہو جائے گا
اسکے ہاتھوں سے اب اس کا فیصلہ ہو جائے گا
اس کا ہر ہر لفظ موسیٰ کا عصا ہو جائے گا
دردِ جبِ حد سے بڑھے گا تو دوا ہو جائے گا
پانی پانی شرم سے اک بے حیا ہو جائے گا
ہاں کبھی تو اپنا نالہ بھی رسا ہو جائے گا
ایک ہی صدمہ اٹھا کر وہ ہوا ہو جائے گا
کھا کے یہ پتھر تو نعلِ بے بہا ہو جائے گا
میل اتر جائیگی اس کی ہولِ صفا ہو جائے گا
دقت یہ کٹ جائے گا فضلِ خدا ہو جائے گا
زخم سے انگور ل کر پھر ہرا ہو جائے گا
فیصلہ اس بات کا ردِ حجاز ہو جائے گا
حق کے پیاسوں کے لیے آبِ تبار ہو جائے گا
کشتی دیں کا خدا جب ناحیہ ہو جائے گا
تیر چھٹ کر موت کا پھر کیا خطا ہو جائے گا

نائبِ خیرِ ارسِل ہو کر کرے گا کام یہ
حکمِ ربّی سے یہ ہے پیچھے پڑا شیطان کے
اس کی باتوں سے ہی ٹوٹے گا یہ دِ بَاقیِ ملسم
خاک میں بکریں گے تجھ سے یارب ایک دن
آبِ مُعانی سے جب سیراب ہو گا کل جہاں
ہیں دریاں کہ پہ بیٹھے ہم لگائے نمکِ شکی
بلبلدِ پانی کا ہے انساں نہیں کرتا خیال
سختیوں سے قوم کی گھبراہٹ ہرگز اے عزیز
جو کوئی دریا نے فکر دیں میں ہو گا غوطہ زن
قوم کے بغض و عداوت کی نہیں پروا ہیں
چھوڑ دو اعمالِ بد کے ساتھ بدِ محبت بھی تم
حق پہ ہم ہیں یا کہ یہ حساد ہیں جھگڑا ہے کیا
تیرا ہر ہر لفظ اے پیارے میٹھائے زماں
کیوں نہ گر داپِ ہلاکت سے نکل آئے گی قوم
کر لو جو کچھ موت کے آنے سے پہلے ہو سکے

عشقِ مولیٰ دل میں جب محمود ہو گا موجزن
یاد کر اس دن کو تو پھر کیا سے کیا ہو جائے گا



یا الہی رحم کر اپنا کہ میں بیمار ہوں
 بس نہیں چلتا تو پھر میں کیا کروں لاچار ہوں
 ہو گئی ہیں انتظارِ یار میں آنکھیں سپید
 کرمِ خاکی ہوں، نہیں رکھتا کوئی پروا مری
 کچھ نہیں حالِ کلیسا و صنمِ حسانہ کا علم
 اس کی دُوری کو بھی پاتا ہوں مقامِ قُرب میں
 کیا کروں جا کر حرم میں مجھ کو بہتیری تلاش
 صبر و تمکین تو الگ دل تک نہیں باقی رہا
 دل سے تنگ آیا ہوں اپنی جان سے بیزار ہوں
 ہر مصیبت کے اُٹھانے کے لیے تیار ہوں
 اک بُتِ سیمیں بدن کا طالبِ دیدار ہوں
 دشمنوں پر میں گراں ہوں دوستوں پر بار ہوں
 نشہِ جامِ مئے وحدت میں میں شراب ہوں
 خواب میں جیسے کوئی سمجھے کہ میں بیدار ہوں
 دار کا طالب نہیں ہوں طالبِ دیدار ہوں
 راہِ اُلفت میں مُٹا ایسا کہ اب نادار ہوں

اب تو جو کچھ تھا سوا لے کر چکا دلدار کے

وہ گئے دن جبکہ کتنا تھا کہ میں دلدار ہوں



لے کرے مولیٰ میرے مالک میری جاں کی سپر
دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب شکن ہوئے
امن کی کوئی نہیں جا، خوف دامن گیر ہے
ہاتھ جوڑوں یا پڑوں پاؤں بستہ کیا کروں
جبکہ ہر شے ہلکتی ہے میری مولیٰ تو پھر
کام دیتی ہے عصا کا آیت لَا تَقْنَطُوا
مبتلائے رنج و غم ہوں جلد لے میری خبر
اب کسی پر تیرے بن پڑتی نہیں میری نظر
سانپ کی مانند مجھ کو کاٹتے ہیں بحر و بر
دل میں بیٹھا ہے مگر آتا نہیں مجھ کو نظر
جس سے تو جاتا رہے بتلا کہ وہ جائے کدھر
ورنہ عصیاں نے تو میری توڑ ڈالی ہے کمر

بے کسی میں رہزن رنج و مصیبت آپڑا
سب متاع صبر و طاقت ہو گئی زیرِ زبر



کوئی گیسو ہرے دل سے پریشاں ہونیں سکتا
 کوئی یادِ خدا سے بڑھ کے مہماں ہونیں سکتا
 اعلیٰ پھر سبب کیا ہے کہ درماں ہونیں سکتا
 کوئی مجھ سا گناہوں پر پشیمان ہونیں سکتا
 چھپا ہے ابر کے پیچھے نظر آسمانیں مجھ کو
 خدا را خواب میں ہی آکے اپنی شکل دکھلا دے
 وہاں ہم جا نہیں سکتے یہاں وہ آئیں سکتے
 پھیں وہ لاکھ پڑوں میں ہم انکو دیکھ لیتے ہیں
 درِ خالص سے بڑھ کے مٹا ہونا چاہیے دل کو
 ہوا آخر نکل جاتی ہے آزارِ محبت کی
 نظر آتے تھے میرے حال پر وہ بھی پریشاں
 خدایا تیرے گزیرے تڑپتے تیرے فرقہ میں
 جُلاؤں یاد سے کیونکر کلامِ پاکِ دُبر ہے

کوئی آئینہ مجھ سے بڑھ کے حیراں ہونیں سکتا
 وہ ہوجس خانہ دل میں وہ دیراں ہونیں سکتا
 ہمارا دردِ دل جب تک ہے پنہاں ہو نہیں سکتا
 کوئی یوں غفلتوں پر اپنی گریاں ہونیں سکتا
 میں اس کے چاند سے چہرہ پر قرباں ہونیں سکتا
 بس اب تو صبر مجھ سے لے مری جاں ہونیں سکتا
 ہمارے درد کا کوئی بھی درماں ہو نہیں سکتا
 خیالِ روستے جاناں ہم سے پنہاں ہونیں سکتا
 ذرا بھی کھوٹ ہوجس میں سُکماں ہو نہیں سکتا
 چھپاؤ لاکھ تم اس کو وہ پنہاں ہو نہیں سکتا
 یہ میرا خواب تو خوابِ پریشاں ہو نہیں سکتا
 تم نے جلتے کا کیا کوئی بھی ساماں ہو نہیں سکتا
 جُدا مجھ سے تو اک دم کو بھی قرآن ہو نہیں سکتا

مکانِ دل میں لاکر میں غمِ دسبر کو رکھوں گا
 وہ یہیں فردوس میں شاداں گرفتار بلا ہوں میں
 مبارک اس سے بڑھ کر کوئی مہماں ہو نہیں سکتا
 وہ غمگیں ہو نہیں سکتے میں خنداں ہو نہیں سکتا
 جدا ہاتھوں سے میرے اس کا داماں ہو نہیں سکتا
 ہوا اس کے ہو رہیں پھر ان سے پیمان ہو نہیں سکتا
 بھی ویران یہ گنجِ شہیداں ہو نہیں سکتا
 بھی کا مجھ سے بڑھ کے سینہ بریاں ہو نہیں سکتا
 میں اس مغفرت کا بھی تو خواہاں ہو نہیں سکتا

کیا تھا پہلے دل کا خون اب جاں کے چھوڑینگے
 دیت کا بھی تو میں اس دے خواہاں ہو نہیں سکتا



وہ خواب ہی میں گر نظر آتے تو خوب تھا
 اس بے وفا سے دل نہ لگاتے تو خوب تھا
 دلبر سے رابطہ جو بڑھاتے تو خوب تھا
 اک غمزہ کو چہرہ دکھاتے تو خوب تھا
 اک لفظ بھی زباں پہ نہ لاتے تو خوب تھا
 نظروں سے اپنی تم نہ گراتے تو خوب تھا
 محمودِ دل خدا سے لگاتے تو خوب تھا
 یونہی پڑے نہ باتیں بناتے تو خوب تھا
 دُنیا نے دُلوں کو آگ لگاتے تو خوب تھا
 آبِ حیات پی کے خضر تم نے کیا لیا
 اے کاش! عقلِ عشق میں دیتی ہیں جواب
 مذت سے ہیں بٹشک ہے دوا میں عشق کی
 عزت بھی اس کی دُوری میں بے آبروئی ہے
 بحرِ گنہ میں پھر کبھی کشتی نہ ڈوبتی
 مرتے ہوئے کو آکے جلاتے تو خوب تھا
 مٹی میں آبرو نہ ملا تے تو خوب تھا
 یوں عمر رائیگاں نہ گنوا تے تو خوب تھا
 روتے ہوئے کو آکے ہنساتے تو خوب تھا
 دُنیا سے اپنا عشق چھپاتے تو خوب تھا
 پہلے ہی ہم کو مُنہ نہ لگاتے تو خوب تھا
 شیطان سے دامن اپنا پھڑلاتے تو خوب تھا
 کچھ کام کر کے ہم بھی دکھاتے تو خوب تھا
 کُچھ میں اس کے دھونی رلاتے تو خوب تھا
 تم اس کی رہ میں خون لُنڈھاتے تو خوب تھا
 دیوانہ دار شور مچاتے تو خوب تھا
 وہ خود ہی آکے راہ دکھاتے تو خوب تھا
 کُچھ میں اس کے خاک اُڑاتے تو خوب تھا
 ہم ناخدا خدا کو بناتے تو خوب تھا

فرقت میں اپنا حال ہوا ہے یہاں جو غیر
 احباب اُن کو جا کے مُناتے تو خوب تھا



میں نے جن دن سے ہے پیارِ ترا پہرہ دیکھا
 سچ کوں گا کہ نہیں دیکھی یہ خوبی ان میں
 خاک کے پتلے تو دنیا میں بہت دیکھے تھے
 جب کبھی دیکھی ہیں یہ تیری غزالِ انکھیں
 تیرے جاتے ہی ترا خیال چلا آتا ہے
 تیری آنکھوں میں ہے کبھی ملک الموت کی آنکھ
 مشتری بھی ہے ترا مشتری لے جانِ جہاں
 اپنی آنکھوں سے کئی بار ہے سورج کا بھی
 دیکھ کر اس کو ہیں دنیا کے حسین دیکھنے
 تیری غصہ بھری آنکھوں کو جو دیکھا میں نے
 ہلتے دیکھا جو کبھی تیرا ہلالِ ابرو
 پارہ ہائے جگر شمس کو اڑتا دیکھا

ظلم کرتے ہو جو کتے ہو شفق پھولی ہے
 تم نے عاشق کا ہے یہ خونِ تمنا دیکھا



کیا جاننے کہ دل کو مرے آج کیا ہوا
 کیوں اس قدر یہ رنج و مصیبت میں پور ہے
 وہ جو شش اور خروش کماں اب چلے گئے
 خالی ہے فرحت اور مسرت ہے، کیا سبب
 چھائی ہوئی ہے اس پہ مبتلا مرنی یہ کیوں؟
 بادِ سموم نے اسے مڑھادیا ہے کیوں؟
 کیوں اس کی آب و تاب وہ مٹی میں مل گئی؟
 کیا غم ہے اور درد ہے کس بات کا اسے
 مجھ پر بھی اس کی فکر میں آرام ہے حرام
 سب شعر و شاعری کے خیالات اڑ گئے
 آہ و فغان کرتے ہوئے تنک گیا ہوں میں
 ہر اک نعمت چھوڑ دیا ایسے حال میں
 اس درد و غم میں آنکھیں تنک گئیں جواب
 سارا جہاں مرے لیے تاریک ہو گیا
 رہتی ہے پاک جیبِ شکیبائی ہر گھڑی
 کس بات کا ہے اس کو یہ دھڑکا لگا ہوا
 کیوں اس آسن و میٹ ہے بالکل چھٹا ہوا
 رہتا ہے اس قدر یہ مبتلا کیوں دبا ہوا
 رہتا ہے آبد کی طرح کیوں مبرا ہوا
 جیسے کہ وقتِ مسح دیا ہو مجھ ہوا
 رہتا ہے کوئلہ کی طرح کیوں مجھ ہوا
 جیسے ہو خاک میں کوئی موتی بلا ہوا
 کس رنج اور عذاب میں ہے مبتلا ہوا
 میں اس کے غم میں خود ہوں شکارِ بلا ہوا
 سب لطف ایک بات میں ہی کرکرا ہوا
 نالہ کہ جو رسا تھا مرا نارسا ہوا
 سمجھے تھے با وفا جیسے وہ بے وفا ہوا
 آنسو تنک بہانا انہیں ناز دوا ہوا
 جو تھا مثالِ سایہ وہ مجھ سے جدا ہوا
 دامانِ مبر رہتا ہے ہر دم پھٹا ہوا

اک عرصہ ہو گیا ہے کہ میں سو گوار ہوں

بیدار ہائے دہر سے زار و نزار ہوں

مَدّت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ
کوشاں حصولِ مطلبِ دل میں ہوں اس قدر
کچھ اپنے تن کا فکّر ہے مجھ کو نہ جان کا
میں رو رہا ہوں قوم کے مڑھائے پھول پر
بیمارِ روح کے لیے خاکِ شفا ہوں میں
پھر کیوں نہ مجھ کو مذہبِ اسلام کا ہوشِ کر
دل اور جگر میں گھاؤ ہوئے جالتے ہیں کہ جب
مرگِ پسر پہ پستی ہے جیسے ماں کوئی
دل میرا ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے خدا گواہ
تسکینِ دہِ برے لیے بس اک وجود تھا
برکت ہے سب کی سب اسی جانِ جہان کی
شیطان سے جنگ کرنے میں جاں تک لڑاؤنگا
افس ہے کہ اس کو ذرا بھی خبر نہیں
کتا ہوں سچ کہ فکر میں تیری ہی غرق ہوں

کیا جانے تو کہ کیسا مجھے اضطراب ہے

کیسا تپاں ہے سینہ کر دل تک کباب ہے

حالات پر زمانے کے کچھ تو دھیاں کرو بے فائدہ نہ عمر کو یوں رائیگاں کرو

شیطان ہے ایک عرصہ سے دنیا پر حکمران
 دکھلاؤ پھر صحابہؓ سا جوش و خروش تم
 پھر آزماؤ اپنے ارادوں کی پختگی
 دل پھر مخالفانِ محبت کے توڑ دو
 پھر ریزہ ریزہ کر دو بتِ شرک و کفر کو
 پھر خاک میں ملا دو یہ سب قصرِ شیطنت
 پہنچا کے چھوڑو جھوٹوں کو پھر انکے گھر تک
 ہاں پھر یلایاں فوجِ لعین کو پچھاؤ دو
 پھر تم اٹھاؤ رنج و لعنت دیں کے واسطے
 پھر اپنے ساتھ اور حلائی کو لو بلا
 پھر دشمنوں کو حلقہٴ اُلفت میں باندھ لو
 سینہ سے اپنے پھر اُسی مہر کو لو لگا
 پھر اس پہ اپنے حالِ زبوں کو عیاں کرو
 ہاں پھر اُسی صنم سے تعلق بڑھاؤ تم
 پھر راتیں کاٹو جاگ کے یا حبیب میں
 پھر اس کی بیٹی بیٹی صدائوں کو تم سنو
 اُٹھو اور اُٹھ کے خاک میں اس کو نہاں کرو
 دنیا پہ اپنی قوتِ بازو عیاں کرو
 پھر تم دلوں کی طاقتوں کا امتحان کرو
 پھر دشمنانِ دین کو تم بے زباں کرو
 کفار و مشرکین کو پھر نیم حباں کرو
 نام و نشان بٹا کے انہیں بے نشان کرو
 ہاں پھر سمندرِ طبع کی جولانیاں کرو
 میدانِ کارزار میں پھر گرمیاں کرو
 قربانِ راہِ دین محمدؐ میں حباں کرو
 نامہربان جو ہیں انہیں مہرباں کرو
 جو تم سے لڑ رہے ہیں انہیں ہم زباں کرو
 پھر دل میں اپنے یادِ خدا میہماں کرو
 پھر اس کے آگے نالہ آہ و فغاں کرو
 پھر کاروانِ دل کو ادھر ہی رواں کرو
 پھر آنسوؤں کا آنکھ سے دریا رواں کرو
 پھر اپنے دل کو وصل سے تم شادماں کرو

ہاں ہاں اسی حبیب سے پھر دل لگاؤ تم
 پھر منین لوگوں کے انعام پاؤ تم



قصہ ہجر ذرا ہوش میں آؤں تو کموں
 عشق میں اک گل نازک کھوا ہوں مجنوں
 حال دل کئے نہیں دیتی یہ بے تابی دل
 حال یوں ان سے کنوں جس وہ بخود ہو جائیں
 شرم آتی ہے یہ کہتے کہ نہیں ملتا تو
 وہ مزا ہے غم دبیر میں کہیں کہتا ہوں
 راز داں اس کی شکایت ہو اسی کے آگے
 سخت ڈرتا ہوں میں اظہارِ محبت کرتے
 وہ خفایں کہ بلا پوچھے چلا آیا کیوں
 تیرے یوسف کا مجھے خوب پتہ ہے دل
 دل نہیں ہے یہ تو لعلِ دہنِ افعی ہے
 چہرہ دکھلا دے مجھے صدقے میں ان آنکھوں کے
 جان جائے گی یہ چھوٹے گانہ دامن تیرا
 بات لمبی ہے یہ سر پیر جو پاؤں تو کموں
 دھجیاں جامہ تن کی میں اڑاؤں تو کموں
 آدھینہ سے تمہیں اپنے لگاؤں تو کموں
 کوئی چھپتی ہوتی میں بات بناؤں تو کموں
 تیری تصویر کو میں دل سے مٹاؤں تو کموں
 رنجِ فرقت کوئی دن اور اٹھاؤں تو کموں
 اس کی تصویر کو آنکھوں سے ہٹاؤں تو کموں
 پہلے اس شوخ سے میں عہد وفاؤں تو کموں
 یاں یہ ہے فکر کوئی بات بناؤں تو کموں
 کوئی دن اور کنوئیں تجھ کو جھنکاؤں تو کموں
 دل کو اس زلفت سے جو پھڑاؤں تو کموں
 دامن ان کا کبھی آنکھوں سے لگاؤں تو کموں
 پتے نکسی کے میں دو چار چٹاؤں تو کموں

یا المی تری اُلفت میں ہوا ہوں مجنوں
 خواب میں ہی کبھی میں تجھ کو جو پاؤں تو کموں



وہ چہرہ ہر روز ہیں دکھاتے رقیب کو تو چُپا چُپا کر
 وہ ہم ہی آفت زدہ ہیں جن سے چھپاتے ہیں مُنہ دکھا دکھا کر
 ہے مارا اک کوڑلا لڑاکا تو دُوسرے کو ہنسا ہنسا کر
 جگر کے ٹکڑے کئے ہیں کس نیہ دل کی حالت دکھا دکھا کر
 اُڑائیے گانہ ہوش میرے غزالی آنکھیں دکھا دکھا کر
 چھری ہے چلتی دل و جگر پر نہ سمجھتے باتیں چبا چبا کر
 کوئی وہ دن تھا کہ پاس اپنے وہ تھے بٹھاتے بُلا بُلا کر
 نکالتے ہیں مگر وہاں سے دھتا مجھے اب بتا بتا کر
 فراقِ جاناں نے دل کو دوزخ بنا دیا ہے جلا جلا کر
 یہ ہنگ بجتی نہیں ہے مجھ سے میں تھک گیا ہوں بھجا بھجا کر
 جو ہے رقیبوں سے تم کو اُلفت تو دل میں پوشیدہ رکھو اس کو
 مجھے ہو دیوانہ کیوں بناتے بتا بتا کر جتا جتا کر

مجھے سمجھتے ہو کیا قلی تم کہ نت نئے بوجھ لادتے ہو
 بس اب تو جانے دو تھک گیا ہوں غم و مصیبت اٹھا اٹھا کر
 پڑے بلا جس کے سر پہ آکر اُسے وہی خوب جانتا ہے
 تماشا کیا دیکھتے ہو صاحب ہمارے رل کو دکھا دکھا کر
 کبھی جو تشریف یکجہ تو وہ کہتے ہیں یوں بگڑ بگڑ کر
 مزاج میرا بگاڑتے ہیں بسا بنا کر بسا بنا کر
 رہا الگ وہ ہمارا یوسف نہ اس کا دامن بھی چھو سکے ہم
 یونہی عیش میں گنوانیں آنکھیں ہیں اشکِ غوینں بہا بہا کر
 جو کوئی ہے بن بھلائے آیا تو اس کو تم کیوں نکالتے ہو
 ہیں ایسے لاکھوں کہ بزم میں ہو اُنہیں بھاتے بھلا بھلا کر
 ہیں چاندنی رایتیں لاکھوں گزیریں کھلی نہ دل کی کلی کبھی بھی
 وہ عہد جو مجھ سے کر چکا ہے کبھی تو اے بے وفا، وفا کر
 بدائی ہم میں ہے کس نے ڈالی خضر تھیں اسکا کچھ پتہ ہے؟
 وہ کون تھا جو کہ لے گیا دل ہے مجھ سے آنکھیں ملا ملا کر
 فراقِ جاناں میں ساتھ چھوڑا ہر ایک چھوٹے بڑے نے میرا
 تمہی دل پہ امید سوائے بھی وہ لے گیا ہے بٹھا بٹھا کر
 ہزار کوشش کرے کوئی پر وہ مجھ سے عہدہ برآ نہ ہوگا
 جسے ہو کچھ زعم آزما لے ہوں کتا ڈنکا بجا بجا کر
 یہ چھپ کے کیوں چٹکیاں ہے لیتا ہے بھلا کس کا ڈر پڑا ہے
 جو شوق ہو دل کو چھیڑنے کا تو شوق سے بر ملا ملا کر

یہی ہے دن رات میری خواہش کہ کاش مل جائے وہ پریؔ
 مٹاؤں پھر بے متلاریؔ دل گلے سے اس کو لگا لگا کر
 جو مارنا ہے تو تیر مڑگاں سے چھید ڈالوؔ دل و جگر کو
 نہ مجھ کو تڑپاؤؔ اب زیادہ تم آئے دن یوں ستا کر
 خدا پہ الزام بے وفائیؔ یہ بات محمود پھر نہ کیو
 ہواؔ تجھے بندہ خدا کیاؔ خدا خدا کرؔ خدا خدا کر
 جو کوچہ عشق کی خبر ہو تو سب کریں ایسی بے حیائیؔ
 یہ اصل ظاہر جو مجھ سے کہتے ہیں کچھ تو اے بے حیاؔ حیا کر



اُمّ محمود ذرا حال پریشاں کر دیں
 خنجر ناز پہ ہم جان کو مشرباں کر دیں
 پکھنچ کر پردہ رُخ یار کو عسریاں کر دیں
 وہ کہیں ہم کہ گداگر کو سلماں کر دیں
 پہلے ان آرزوؤں کا کوئی ساماں کر دیں
 ایک ہی وقت میں پھٹتے نہیں سورج اور چاند
 آج بے طرح چڑھی آتی ہے سب پر
 آدمی ہو کے تڑپتا ہوں چکوروں کی طرح
 اک دفعہ دیکھ چکے موسیٰ تو پردہ کیسا
 دل میں آتا ہے کہ دل پہنچ دیں دلدار کے ہاتھ
 اور اس پر دے میں دشمن کو پشیمان کر دیں
 اور لوگوں کے لیے راستہ آساں کر دیں
 وہ ہمیں کرتے ہیں ہم ان کو پریشاں کر دیں
 وہ کریں کام کہ شیطان کو مسلمان کر دیں
 دل میں پھر اس شبہ خواب کو مہماں کر دیں
 یا تو زخار کو یا ابرو کو عسریاں کر دیں
 ان کو کمد و کہ وہ زلفوں کو پریشاں کر دیں
 کبھی بے پردہ اگر وہ رُخ تاباں کر دیں
 ان سے کمد و کہ وہ اب چہرہ کو عریاں کر دیں
 اور پھر جان کو ہم ہدیہ جاناں کر دیں

وہ کریں دم کہ سیٹھا کو بھی حیرت ہو جائے
 شیر قایم کو بھی ہم شیرِ نرستان کر دیں



مجھ سانہ اس جہاں میں کوئی دلفگار ہو
 کتنی ہی پُلِ صراط کی گوتیہ دھار ہو
 دل چاہتا ہے طُور کا وہ لالہ زار ہو
 ساقی ہوئے ہو جام ہو ابر بہار ہو
 جس سر پہ بھوت عشقِ مسخ کا سوار ہو
 تقویٰ کی جڑ تھ ہی ہے کہ خالق سے پیار ہو
 دُنیا کے عیش اس پہ سرسڑیں پھر حرام
 وہ لطف ہے غلش میں کہ آرام میں نہیں
 رنجِ فراقِ گل نہ کبھی ہو سکے بسیاں
 جاں چاہتی ہے تجھ پہ نکلتا لے میری جاں
 کیسا فقیر ہے وہ جو دل کا نہ ہو غنی
 خضرِ مسیح بھی نہ پچھے جبکہ موت سے
 جس کا نہ یار ہو نہ کوئی غمگسار ہو
 یارب مراد ہاں بھی قدم استوار ہو
 اور آسماں پہ جلوہ گناں میرا یار ہو
 اتنی پیوں کہ حشر کے دن بھی خمار ہو
 قیمت یہی ہے اُس کی کہ دُنیا میں خوار ہو
 گو ہاتھ کام میں ہوں مگر دل میں یار ہو
 پہلوئیں جس کے ایک دل بے قرار ہو
 تیر نگاہ کیوں میرے سینہ کے پار ہو
 میرے مقابلہ میں ہزاروں ہزار ہو
 دل کی یہ آرزو ہے کہ تجھ پہ بنار ہو
 وہ زار کیا جو رنج و مصیبت سے زار ہو
 پھر زندگی کا اور کسے اعتبار ہو

سُنتے ہیں بعدِ مرگ ہی ملتا ہے وہ منم
 میں کیوں پھروں کہ غالی نہیں آج تک پہرا
 بُن سے تو نے طوڑ پر جو کچھ کیا سلوک
 معشوق گر نہیں ہوں تو عاشق ہی جان لو
 پیہوئی پہ بوجھ اُونٹ کا ہے کون لا دتا
 بتلاؤ کس جگہ پہ اُسے جا کے ڈھونڈیں ہم
 قربان کر کے جان دُونی کا مِثاؤں نام
 مرنے کے بعد ہو جو ہمارا سنگار ہو
 جو تیرے فضلِ درم کا اُمّید دار ہو
 مجھ سے بھی اب دُہی مرے پر روزگار ہو
 ان میں نہیں تو ان میں ہمارا شمار ہو
 اس جاں پہ اور یہ ستم روزگار ہو
 جس کی تمام ارض و سما میں پکار ہو
 دُہ خواب میں ہی آ کے جو مجھ سے دوچار ہو

شاہ و گدا کی آنکھ میں سُرمہ کا کام ہے
 دُہ جان جو کہ راہِ حُدا میں خُبار ہو



ہائے وہ دل کہ جسے طرزِ وفا یاد نہیں
 بے حسابی نے گناہوں کی مجھے پاک کیا
 جسے دیکھا، اُسے اُس کا ہی رہتا ہے خیال
 دردِ دل سوزِ جگر اشکِ دواں تھے مے سے دست
 ایک دن تھا کہ محبت کے تھے مجھ سے اقرار
 بے وفائی کا لگا تے ہیں وہ کس پر الزام
 میں وہ بخود ہوں کچھ تھے جس نے اڑائے مے ہوش
 کوچہ یار سے نہ ہے مجھ کو نکلنا دُوبھر
 ہائے بدبختی قسمت کہ لگا ہے مجھ کو
 وہ جو رہتا ہے ہر اک وقت مری آنکھوں میں
 وائے وہ رُوح جسے قولِ بلی یاد نہیں
 میں سراپا ہوں خطا مجھ کو خطا یاد نہیں
 اور کچھ بھی مجھے اب اس کے سوا یاد نہیں
 یار سے مل کے کوئی بھی تو رہا یاد نہیں
 مجھ کو تو یاد ہیں سب آپ کو کیا یاد نہیں
 میں تو وہ ہوں کہ مجھے لفظِ وفا یاد نہیں
 مجھ کو خود وہ ننگہ ہوش رہا یاد نہیں
 کیا تھے وعدہ ترا لغزشِ پایا یاد نہیں
 وہ مرض جس کی سیٹھا کو دوا یاد نہیں
 ہائے کم بختی مجھے اس کا پتہ یاد نہیں

ہم وہ ہیں پیار کا بدلہ جنہیں ملتا ہے پیار
 بھولے ہیں روزِ جزا اور جزا یاد نہیں



وہ نکاتِ معرفت بتلائے کون
 ڈھونڈتی ہے جلوۂ جاناں کو آنکھ
 کون دے دل کو تسلی ہر گھڑی
 کون دکھلائے ہمیں راہِ صمدی
 سرد مہری سے جہاں کی دل ہے سرد
 کون دُنیا سے کرے ظلمت کو دور
 یاس و نوامیدی نے گھیرا ہے مجھے
 کون میرے واسطے زاری کرے
 وہ گلِ رعنا ہی جب مُر جھا گیا
 گل نہیں پڑتی اسے اُس کے سوا
 کس کی تقریروں سے اب دل شاد ہو
 کس کے کہنے پر ہلے دل کو غذا
 جامِ وصلِ دلربا پلوائے کون
 چاند سا چہرہ ہمیں دکھلائے کون
 اب اڑے دقوت میں آڑے آئے کون
 حضرتِ باری سے اب بلوائے کون
 گرمیِ تاشیر سے گرمائے کون
 راہ پر بھولے ہوؤں کو لائے کون
 اس کے پنجے سے مجھے پھڑولائے کون
 درگاہِ ربّی میں مسیرا جائے کون
 پھر بہارِ جانِ فزا دکھلائے کون
 اس دلِ غمگیں کو اب سمجھائے کون
 اپنی تحریروں سے اب پھر دکھائے کون
 ہم کو آبِ زندگی پلوائے کون

گرمیِ اُلفت سے ہے یہ زخمِ دل مرہمِ کافور سے گلِ پائے کون
 اے میٹھا تیرے سودائی جو ہیں ہوش میں بتلا کہ ان کو لائے کون
 تو تو داں جنت میں خوش اور شاد ہے ان غریبوں کی خبر کو آئے کون
 اے میٹھا ہم سے گو تو پھٹ گیا دل سے پر اُلفت تری پھڑولے کون
 جانستہ ہوں صبر کرنا ہے ثواب اس دلِ نادان کو سمجھائے کون
 تجھ سے مٹی ہم کو تسلی ہر گھڑی تیرے مرنے پر ہمیں بہلائے کون

کون دے دل کو مرے مبر و قرار
 اشکِ خونیں آنکھ سے پھولے کون



مئے عشقِ خدا میں سخت ہی محو رہتا ہوں یہ ایسا نشہ ہے جس میں کہ ہر دم چور رہتا ہوں
وہ ہے مجھ میں نیاں غیر دل سپردہ ہے اسے لازم تبھی تو چشمِ بد بیناں سے میں تورا رہتا ہوں
قیامت ہو کہ وصلِ یار میں بھی رنجِ فرقت ہے میں اس کے پاس رہ کر بھی ہمیشہ دور رہتا ہوں
یا کیوں درشتِ پردی و فدا داری نہ کیوں چھوٹی نگاہِ دوستان میں میں تبھی مقہور رہتا ہوں
مجھے اس کی نہیں پروا کوئی ناراض ہو بیشک میں غدا کی سرسبز بہت ہی دور رہتا ہوں
مجھے فکرِ معاش و پوشش و خوراکِ اہم کیوں ہو میں عشقِ حضرتِ یزداں میں جب محو رہتا ہوں
ترپ ہے دین کی مجھ کو اُسے دنیا کی لاپس ہے مخالف پر ہمیشہ میں تبھی منصور رہتا ہوں

اُسے ہے قوم کا غم اور میں دنیا سے بچتا ہوں
میں اب اس دل کے ہاتھوں سے بہت مجبور رہتا ہوں



بلکہ دیتے ہیں جب ہم انکو اپنے سینہ و دل میں
 بڑے پھوٹے سبھی کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں
 کرے گا نعرہ اللہ اکبر کوئے قاتل میں
 اسی کے جلوہ ہائے مختلف پر ملتے ہیں عاشق
 وہی ہے طرز دل داری وہی رنگِ تم گاری
 بلا تے ہیں مجھے وہ پر جو میں اُٹھوں تو کہتے ہیں
 ہزاروں دامنوں پر خون کے دھبے چمکتے ہیں
 میں سمجھا تھا کہ اس کو دیکھ کر پڑ جائیگی ٹھنڈک
 گلوں پر پڑ گئی کیا اوس دیدِ رُوسے جاناں سے
 یہیں وہ بیٹھنے دیتے نہیں کیوں اپنی مغل میں
 تو پھر تشریف کیوں لاتے نہیں وہ کعبہ دل میں
 ابھی تک کچھ نہ کچھ باقی ہے دم اس مرغِ بل میں
 وہی گل میں وہی گل میں وہی شمعِ مغل میں
 تجس کیوں کروں اس کا کہ ہے یہ کون گل میں
 کدھر جاتا ہے او غافل میں بیٹھا ہوں تڑپ میں
 مرے آنے پہ کیا ہولی ہوئی ہے کوئے قاتل میں
 خبر کیا تھی کہ ٹھنک جاؤں گا جا کر اسکی مغل میں
 کوئی دیکھو تو کیسا شور برپا ہے عنادِ دل میں

مصیبت راہِ الفت کی کٹگی کس طرح یارب
 میرے پاؤں تو بالکل رہ گئے ہیں پٹی منزل میں



یہیں سے اگلا جہاں بھی دکھا دیا مجھ کو
 بتاؤں کیا کہ سیٹھانے کیا دیا مجھ کو
 کسی کی موت نے سب کچھ بھٹلادیا مجھ کو
 کسی نے ثانی شیطان بنا دیا مجھ کو
 نہ اس کے بغض نے پیچھے ہٹا دیا مجھ کو
 یہ دونوں میری حقیقت سے دُور ہیں محمود
 کبھی جو طالب دیدِ رُخ نگار ہوا
 جھانے اہل جہاں کا ہوا جو میں شاکِ
 جہاں حد کا گذر ہے نہ دخل بد میں ہے
 مرے تو دل میں تھا کہ بڑھ کر نثار ہو جاؤں
 برا قدم تھا بھی عرش پر نظر آتا
 ہے ساغرِ مئے الفت پلا دیا مجھ کو
 میں کرمِ خاکی تھا اناں بنا دیا مجھ کو
 اس ایک چوٹ نے ہی سہٹا دیا مجھ کو
 کسی نے لے کے فرشتہ بنا دیا مجھ کو
 نہ اُس کے پیلے نے آگے بڑھا دیا مجھ کو
 خدا نے جو تھا بنانا بسا دیا مجھ کو
 تو آئینہ میں ہر امنہ دکھا دیا مجھ کو
 تھپک کے گود میں اپنی سلا دیا مجھ کو
 ہے ایسے ٹمک کا وارث بنا دیا مجھ کو
 پر اُس کے تیرنگہ ہونے ڈرا دیا مجھ کو
 اعلیٰ خاک میں کس نے بلا دیا مجھ کو

غمِ جماعتِ احمد نہیں سہا جاتا
 یہ آگ وہ ہے کہ جس نے جلا دیا مجھ کو



دل پُٹتا جاتا ہے مثل ماہی بے آب کیوں
 خالقِ اسباب ہی جب ہوں کسی پر خشکیوں
 مجھ کو یہ سمجھیں کہ ہوں اُلفت میں مرفوعِ قلم
 جب کلیدِ معرفت ہاتھوں میں میرے آگنی
 اس میں ہوتی ہے مجھے دیدِ نِرخِ جاناں نصیب
 اُمتِ احمد نے چھوڑی ہے صراطِ مستقیم
 جبکہ وہ یارِ یگانہ ہر گھڑی مجھ کو بلانے
 جبکہ رونا ہے تو پھر دل کھول کر روئیں گے ہم
 چھوڑ دو جانے بھی دو سنا ہوں یہ بھی، ملاح
 ہو رہا ہوں کس کے پیچھے اس قدر بے تاب کیوں
 پھر بھلا اس آدمی کا ساتھ دیں اسباب کیوں
 میرے پیچھے پڑ رہے ہیں سب کے احباب کھوں
 تیرے انعاموں کا مجھ پر بند، پھر باب کیوں
 میری بیلاری سے بڑھ کر ہونے میرا خواب کیوں
 کیوں گھبراؤں نہ کھاؤں دل میں پیچ و تابیوں
 پھر بتاؤ تو کہ آئے میرے دل کو تاب کیوں
 نہ چل سکتی ہو تو بنوائیں، ہم تالاب کیوں
 ڈالتے ہو میرے زخمِ دل پہ تم تیزاب کیوں

گفتگوئے عاشقانِ سُن کے آخر یہ کہا
 بات تو چھوٹی سی تھی اتنا کیا اُطباب کیوں



بعد شکنی نہ کرو اہل دین ہو جاؤ
 اگر تے پڑتے در مولیٰ پہ رسا ہو جاؤ
 جو ہیں خالی سے خائف سے خفا ہو جاؤ
 حق کے پیاسوں کے لیے آبِ بقا ہو جاؤ
 غنیمت دیں کے لیے بادِ صبا ہو جاؤ
 سُرخِ زو زو بُز دے داوِ عشرِ جاؤ
 بادشاہی کی تمنا نہ کرو ہرگز تم
 بحرِ عرفان میں تم غوطے لگاؤ ہر دم
 وصلِ مولیٰ کے جو بھوکے ہیں انہیں میر کر دو
 قطب کا کام دو تم ظلمت و تاریکی میں
 پینہٴ مرہم کا فور ہو تم زخموں پر
 طالبانِ رُخِ جاناں کو دکھاؤ دلیہر
 ابرِ معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا
 دمِ عیسیٰ سے بھی بڑھ کر ہو دعاؤں میں اثر
 راہِ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں
 موزِ فضل و کرم وارثِ ایمان و صدیقی

اہلِ شیطان نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ
 اور پر دانے کی مانند خدا ہو جاؤ
 جو ہیں اس در سے جدا اُن سے جدا ہو جاؤ
 خشک کھیتوں کے لیے کالی گھسا ہو جاؤ
 کفر و بدعت کے لیے دستِ قضا ہو جاؤ
 کاش تم حشر کے دن عمدہ برآ ہو جاؤ
 کوچہٴ یارِ یگانہ کے گنا ہو جاؤ
 بانیِ کعبہ کی تم کاش دعا ہو جاؤ
 وہ کرو کام کہ تم خوانِ ہدیٰ ہو جاؤ
 بھولے بھٹکوں کے لیے راہِ نما ہو جاؤ
 دلِ بیمار کے درمان و دوا ہو جاؤ
 عاشقوں کے لیے تم قبلہ نما ہو جاؤ
 بے کسوں کے لیے تم عقدہ کشا ہو جاؤ
 یدِ بیضا بنو موسیٰ کا عصا ہو جاؤ
 موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ
 عاشقِ احمد و محبوبِ خدا ہو جاؤ



وہ قیدِ نفسِ دُنی سے مجھے پھڑائیں گے کب
یہ صدمہ ہاتے بُدائی اٹھائیں گے کب
وہ میسر چاک جگر کا کریں گے کب بُلاں
یُونہی تڑپتے تڑپتے نہ دم نکل جائے
خوشی اُنہی کو ہے زیبا جو صاحبِ دل ہیں
وفا طریتی ہے اُن کا وہ ہیں بڑے عُسن
جو تم نے اُن کو بلانا ہو دل وسیع کرو
نہیں یہ ہوش کہ خود ان کے گھر میں رہتا ہوں
یہ میں نے مانا کہ ہے اُن کی ذات بے پایاں
مُہینت بن چکے عُجی بنیں گے کب میرے
نگاہِ چہرہ حبا ناں پہ جا پڑی جن کی
جو خود ہوں نُورِ جنینس نُور سے محبت ہو
الہی آپ کی درگاہ سے گر پھرا حلالی
سنا ہے خواب میں ممکن ہے رویتِ جاناں

رہائی پنجہ غم سے مجھے دلائیں گے کب
دل اور جان ہرے اُن کی تاب لائیں گے کب
جو دل پہ داغ لگے ہیں انہیں مٹائیں گے کب
کوئی یہ پوچھ تو آؤ مجھے بلائیں گے کب
جو دل ہیں دُب چکے پھر وہ نہیں مٹائیں گے کب
لگا کے مُنہ نظروں سے مجھے گرائیں گے کب
بڑے وسیع ہیں وہ اس جگہ مٹائیں گے کب
یہ رٹ لگی ہے کہ وہ میرے گھر پائیں گے کب
مگر وہ چہرہ زیبا مجھے دکھائیں گے کب
وہ مجھ کو مار تو بیٹھے ہیں اب بلائیں گے کب
پھر اور لوگوں کے انداز ان کو بھائی گے کب
غریب بحرِ مصلحت سے دل بلائیں گے کب
تو پھر جو دشمن جاں ہیں وہ مُنہ لگائیں گے کب
میں منتظر ہوں کہ وہ اب مجھے سٹلائیں گے کب



درد ہے دل میں مرے یا غار ہے
 اُف گناہوں کا بڑا انبار ہے
 جلوۂ حبان و دیدار ہے
 اپنی شوکت کا وہاں اظہار ہے
 گو مجھے مدت سے یہ اصرار ہے
 کوئی خوش ہے شاد ہے سرشار ہے
 میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے
 میرے دشمن کیوں ہوئے جاتے ہیں لوگ
 میری غواری سے ہیں سب بے خبر
 فکر دیں میں گھل گیا ہے میرا جسم
 کیا ڈراتے ہیں مجھے خبر سے وہ
 میری کمزوری کو مت دیکھیں کہ میں
 کیا ہے آخر اس کو کیا آزار ہے
 اور میری حبالِ نحیف و زار ہے
 خواب میں جو ہے وہی بیدار ہے
 اپنی کمزوری کا یاں اِستار ہے
 منہ دکھانے سے انہیں انکار ہے
 کوئی اپنی حبان سے بیزار ہے
 ہاں خبر لیجے کہ حالت زار ہے
 مجھ سے پنچا اُن کو کیا آزار ہے
 جو ہے میرے درپے آزار ہے
 دل برا اک کوہِ آتشبار ہے
 جن کے سر پر کھینچ رہی تلوار ہے
 جس کا بندہ ہوں بڑی سرکار ہے

بادشاہوں کو غرض پردہ سے کیا ہم نے کھینچی آپ ہی دیوار ہے
 وہ تو بے پردہ ہے پر آنکھیں ہیں بند کام آساں ہے مگر دُشوار ہے
 چھوڑتے ہیں غیر سے بل کر تجھے یا الہی اس میں کیا اسرار ہے
 خدمتِ اسلام سے دل مُزدِیں گرم کیا ہی کُفر کا بازار ہے
 پارہ ہائے دل اڑے جاتے ہیں کیوں یہ جگر کا زخم کیوں خونبار ہے
 تنگ ہوں اس بے وفا دُنیا سے میں
 مجھ کو یارب خواہش دیدار ہے



آمین حضرت صبا جبرادی ماتہ الحفیظہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ

خدا سے چاہیئے ہے لو لگانی کہ سب فانی ہیں پر وہ غیسر فانی
 وہی ہے راحت و آرام دل کا اُسی سے رُوح کو ہے شادانی
 وہی ہے چارۂ آلام غاھر وہی تکیں دو درو نہانی
 سپر بنتا ہے وہ ہر ناتواں کی وہی کرتا ہے اس کی پاسبانی
 بچاتا ہے ہر اک آفت سے ان کو ملتا ہے بلائے ناگہانی
 جسے اُس پاک سے رشتہ نہیں ہے زمینی ہے، نہیں وہ آسمانی
 اُسی کو پا کے سب کچھ ہم نے پایا کھلا ہے ہم پر یہ رازِ نہانی
 خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

فَسُبْحَانَكَ الَّذِي أَدْرَا فِي الْأَمَانِي

ہمارے گھر میں اس نے بھر دیا نور ہر اک ظلمت کو ہم سے کر دیا نور
 ملایا خاک میں سب دشمنوں کو کیا ہر مرحلہ میں ہم کو منصور
 حقیقت کھول دی اُن پر ہماری مگر تاریکی دل سے ہیں مجبور
 ہماری فتح و نصرت دیکھ کر وہ غم ورنج و مصیبت سے ہوئے چور

ہماری رات بھی ہے نورِ افشاں ہماری صبح خوش ہے شامِ مسرور
خدا نے ہم کو وہ جلوہ دکھایا جو موسیٰ کو دکھایا تھا سرِ طور
ہم کو وہ اُستاد و خلیفہ کہ سارے کہے اُٹھے نُوْرُ عَلَیْ نُوْرُ
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

فَسُبْحَانَكَ الَّذِي أَدْرَا فِي الْأَمَانِي

خدا کا اس قدر ہے ہم پہ احسان کہ جس کو دیکھ کر ہنوں سخت حیراں
نہیں معلوم کیا خدمت ہوئی تھی کہ سکھلایا کلامِ پاکِ یزداں
ہزاروں ہیں کہ ہیں محروم اس سے نظر سے جن کی ہے وہ نورِ پنہاں
جسے اس نور سے جھہ نہیں ہے نہیں زندوں میں ہے وہ جم بے جاں
یہی دل کی تسلی کا ہے موجب اسی سے ہو مُیَسَّر ویدِ جاناں
اسی میں مرہِ دل کی زندگی ہے یہی کرتا ہے ہر مشکل کو آساں
یہ ہے دُنیا میں کرتا رہنمائی یہ عقلی میں کرے گا شاد و فرحاں
یہی ہر کامیابی کا ہے باعث یہی کرتا ہے ہر مشکل کو آساں
بلاتا ہے یہی اُس دِلْزِبا سے یہی کرتا ہے زائلِ درد، ہجر اں
یہ نعمت ہم کو بے خدمت ملی ہے سکھایا ہے ہمیں مولیٰ نے مَشرَآں

خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

فَسُبْحَانَكَ الَّذِي أَدْرَا فِي الْأَمَانِي

کلامِ اقدس میں سب کچھ بھرا ہے یہ سب بیماریوں کی اک دوا ہے
یہی اک پاک دل کی آرزو ہے یہی ہر منتقی کا مُدعا ہے
یہ جامع کیوں نہ ہو سب خوبیوں کا کہ اس کا نیچھنے والا خدا ہے

مٹا دیتا ہے سب رنگوں کو دل سے
یہ ہے تسکینِ وہ عشاقِ مضطرب
خضرِ اس کے سوا کوئی نہیں ہے
جو اس کی دید میں آتی ہے لذت
جو ہے اس سے الگ حق سے الگ ہے
یہ ہے بے عیب ہر نقص و کمی سے
ہیں حاصل ہے اس سے دیدِ جاناں
کہ کسراں منظرِ شانِ خدا ہے

خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

فَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الَّذِي آدَى الْأَمَانِي

ہیں اس دُنیا میں جتنے لوگ حق ہیں
وہ دل سے مانتے ہیں اس کی خوبی
خدا نے فضل سے اپنے بھی
حقیقلہ جو مری پھوٹی بہن ہے
ہوئی جب ہفت سالہ تو خدا نے
کلامِ اقدس کو پڑھایا
زبان نے اس کو پڑھ کر پائی برکت
اکٹھے ہو رہے ہیں آج احباب
ہوئے چھوٹے بڑے ہیں آج شاداں
نہ اب تک وہ ہوئی تھی اس میں رنگیں
یہ پہنایا اُسے بھی تاجِ زیریں
بنایا گلشنِ ستراں کا گلِ چیں
ہوئیں آنکھیں بھی اس سے نورِ آگیں
منائیں تاکہ بل کر روزِ آمیں
نظر آتا نہیں کوئی بھی غمگین

خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

فَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الَّذِي آدَى الْأَمَانِي

الہی جیسی یہ دولت عطا کی
 ترے چاکر ہوں ہم پانچوں الہی
 تری خدمت میں پائیں جان و دل کو
 رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
 بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
 شفا ہوں ہر مریضِ رُوح کی ہم
 نہ زور و ظلم کے خوگر ہوں یارب
 محبت تیری دل میں جاگزیں ہو
 ہمارے کام سب تیرے لیے ہوں
 رسولِ اُمّت ہمارے پیشوا ہوں

ہیں توفیق دے صدق و صفا کی
 ہیں طاقت عطا کر تُو ذکا کی
 گھڑی جب چاہے آجائے قضا کی
 رہے صُبحت ہیں اہلِ دُعا کی
 لگائیں شاخِ زُہد و اِقتا کی
 دُعا بن جائیں دروِ لادوا کی
 نہ عادت ہم میں ہو جوڑ و بٹا کی
 لگی ہو تو ہمیں یادِ حُدا کی
 اطاعت ہو غرض ہر مُدعا کی
 بے توفیق اُن کی اِقتدا کی

حُدا نے ہم کو دی ہے کامرانی

مُسْتَحَاكَ التَّذِي أَدْفِي الْأَمَانِي

الہی تو ہمارا پاسباں ہو
 ترے بن زندگی کا کچھ نہیں نطف
 مصیبت میں ہمارا ہو مددگار
 ہمیں اپنے لیے مخصوص کرے
 تجھے جس راہ سے لوگوں نے پایا
 ہماری موت ہے فُرقت میں تیری
 ہمارا حافظ و ناصر ہو ہر دم
 کرے اس کی اگر تو آبِ پاشی

ہیں ہر وقت تُو راحت رساں ہو
 ہمارے ساتھ پیارے ہر زماں ہو
 ہمارے دروِ دل کا راز داں ہو
 ہمارے دل میں آکر میماں ہو
 وہ رازِ معرفت ہم پر عیاں ہو
 ہمیشہ ہم پہ تُو جلوہ کُناں ہو
 ہمارے باغ کا تو باغبان ہو
 تو پھر ممکن نہیں بیسمِ خزاں ہو

ذیل و غوار و رُوسوا ہو جہاں میں جو حاسد ہو غَدُو ہو بدگماں ہو
 عبادت میں کیٹیں دن رات اپنے ہمارا سر ہو تیرا آستیاں ہو
 خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی
 فَسُبْحَانَ الَّذِي أَدْرَأَ الْأَمَانِي

ہماری اے خدا کر دے وہ تقدیر کہ جس کو دیکھ کر حیدراں ہو تدبیر
 وہ ہم میں قوتِ قدسی ہو پیدا چسے چھوڑیں وہی ہو جائے اکیر
 زباں مرہم بنے پیاروں کے حق میں مگر اعداء کو کاٹے مثلِ شمیر
 وہ جذبہ ہم میں پیدا ہو الہی جو دشمن ہیں کریں اُن کی بھی تیغیر
 دلوں کی مصلحتوں کو دُور کر دیں ہماری بات میں ایسی ہو تاثیر
 گناہوں سے بچالے ہم کو یارب نہ ہونے پائے کوئی ہم سے تقصیر
 خضر بن جائیں اُن کے واسطے ہم جو ہیں بھولے ہوئے رستہ کے رہ نگیر
 وہی بولیں جو دل میں ہو ہمارے خلافِ فعل ہو اپنی نہ تقدیر

خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی
 فَسُبْحَانَ الَّذِي أَدْرَأَ الْأَمَانِي

عطا کر جہاں و عزت دو جہاں میں بے عظمت زمین و آسماں میں
 بنیں ہم بمبِ بُلْبُلِ بُتَانِ اِحمَدُ رہے برکت ہمارے آشاں میں
 ہمارا گھر ہو مشلِ باغِ جنت ہو آبادی ہمیشہ اِس مکاں میں
 ہماری نسل کو یارب بڑھا دے ہمیں آباد کر کون و مکاں میں
 ہماری بات میں برکت ہو ایسی کہ ڈالے رُوحِ مُردہ استخاں میں
 الہی! نورِ تیرا جاگزیں ہو زباں میں، سینہ میں، دل میں، دہاں میں

غم و رنج و مصیبت سے بچا کر ہمیشہ رکھ ہمیں اپنی اماں میں
 بنیں ہم سب کے سب خدام احمد کلام اللہ پھیلائیں جہاں میں
 عطا کر مسرور و محبت ہم کو یا رب ہمیں مت ڈال پیارے امتحاں میں
 یہ ہوں میری دُعائیں ساری مقبول ملے عزت ہمیں دونوں جہاں میں
 تیرا وہ فضل ہو نازل الہی کہ ہو یہ شور ہر کون و مکاں میں
 خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی
 فَسُبْحَانَ الَّذِي أَوْفَى الْأَمَانِي



کیا سبب میں ہو گیا ہوں اس طرح نار و نزار
 کیوں پھٹا جاتا ہے سینہ حبیبِ عاشق کی مثال
 کیوں تسلی اس دل بے تاب کو ہوتی نہیں
 صحبتِ عیش و طرب اس کو نہیں ہوتی نصیب
 کیا سبب جو خون ہو کر بہ گیا میرا جگر
 زرد ہے چہرہ تو آنکھیں گھٹ گئیں حلقوں میں ہیں
 سوچتا رہتا ہوں کیا دل میں مجھے کیا فکر ہے
 چھوٹے جلتے ہیں مجھے ہوش و حواس عقل کیوں
 کون ہے صیاد میرا کس پھندے میں ہوں ہیں
 مرغِ دل میرا پھنسا ہے کس کچھ دامِ عشق میں
 صفحہٴ دل سے مٹایا کیوں مجھے احباب نے
 جو کوئی بھی ہے نہ مجھ سے برسرِ نرغاش ہے
 سرنگوں جوں میں مثالِ سایہ دیوار کیوں
 ہے بہارِ باغ و گل مثلِ خزاں افسردہ کُن

کس مصیبت نے بنایا ہے مجھے نقشِ چدار
 روز و شب صبح و سار رہتا ہوں میں کیوں ولفگار
 کیا سبب اس کا کہ رہتا ہے یہ ہر دم بے قرار
 درد و غم رنج و الم یاس و فلق سے ہے دوچار
 بھید کیا ہے میری آنکھیں جو رواں ہیں سیل دار
 جسم میرا ہو گیا ہے خشک ہو کر مثلِ حنار
 جستجو میں کس کی چلتا ہوں میں دیوانہ دار
 کیوں نہیں باقی رہا دل پر مجھے کچھ اختیار
 کس کی افسونی نگاہ نے کر لیا مجھ کو شکار
 کس کے نقشِ پا کے پیچھے اڑ گیا میرا غبار
 کیوں مے سے شمن ہوئے کیوں مجھ سے ہلکینِ ہنکار
 ہر کوئی ہوتا ہے اگر میری چھاتی پر سوار
 پشت کیوں غم ہے ہوا ہوں اسقہ کیوں زیر بار
 ہے جہاں میری نظر میں مثلِ شب تار کی تار

ہے گریباں چاک گر میرا تو دامن تار تار
 جس کے پیچھے پھر مجھے پڑتا ہے رونا بار بار
 میری شب کو دیکھ کر زلفِ حیناں شرمسار
 میرا سینہ کیا ہے لاکھوں حسرتوں کا ہے مزار
 کیا بلا اس پر پڑی جس سے ہوا بے برگ بار
 کیوں چلے آتے ہیں دوڑے میری پاؤں کی خار
 دیخِ اغیار میں ٹھہرا ہوں کیوں بے اعتبار
 چھوڑ کر مجھ کو کہاں کو چل دینے اغیار دیار
 کیوں بچے اتنے مصائب مجھ سے آکر ہمنکار
 کیا کیا جس پر بچے چاروں طرف مجھ پہ دار
 اپنے دل سے اور جاں اس سے میں کرتا ہوں پیار
 ہے فدا اُس شعلہ رُو پر میری جاں پروانہ دار
 اُس کے اک اک قول سے گھینا ہے نرِ شاہدار
 یہ زمیں یہ آسمان یہ دورہ لیسل و نہار
 کرتے ہیں اُس ماہ رُو کی قدر توں کو آشکار
 ہر مکان دہر زماں میں جلوہ گاہِ حسنِ یار
 ہر گُل و گلزار نے پانی اسی سے ہے بہار
 در نہ ہوتی بختِ عاشق کی طرح تاریک و تاریک
 ہے جہاں کے آئینہ میں منعکس تصویر یار
 ہر دل دیندار اس کے رُخ پہ ہوتا ہے شاد

ابرباراں کی طرح آنکھیں ہیں میری آنکھ بار
 میں جو ہنتا ہوں تجھے میری ہنسی بھی برق و ش
 مات کرتا ہے مرادن بھی اندھیری رات کو
 میری ساری آرزوئیں دل ہی دل میں فرگش
 ہو گیا میری تمنائوں کا پودا خشک کیوں
 کیوں میں میدانِ گفت و گو میں بزمِ پامو
 اپنے ہم چشموں کی آنکھوں میں ٹبک کیوں ہو گیا
 دشتِ غربت میں ہوں تنہا رہ گیا باحالِ نار
 کچھ خبر بھی ہے تھیں مجھ سے یہ سب کچھ کیوں ہوا
 کیا تصور ایسا ہوا جس سے ہوا معنوب میں
 اک رُخِ تاباں کی اُلفت میں چھنا بیٹھا ہوں دل
 وہ مری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے دل کا ٹپ ہے
 اُس کا اک اک لفظ میرے واسطے ہے جانفزا
 ایک ٹخنہ کہنے سے پیدا کر دیتے اس نے تمام
 یہ چمن یہ باغ یہ بستان یہ گُل یہ پھول سب
 ذرہ ذرہ میں نظر آتی ہیں اس کی طاقتیں
 ہر حسیں کو حُسن بخشا ہے اُسی دلدلدار نے
 ہر نگاہِ فتنہ کرنے اُس سے پانی ہے جلا
 نور اُس کا جلوہ گر ہے ہر در و دیوار میں
 اُس کی اُلفت نے بنایا ہے مکاں ہر نفس میں

بُنئیس بھی سُرخچکتی ہیں اُسی کی یاد میں
 سُرخو بھی ہیں سُرخو قدرتے اُسی کے سامنے
 سب حسینانِ جہاں اُس کے مقابل پہنچ ہیں
 اب تو سمجھے کس کے پیچھے ہے مجھے یہ منظر
 کس کی فرقت میں ہوا ہوں رنج و غم سے ہمکنار
 کس کے لعلِ لب نے پھینکا سب شکیبِ مطہر
 کس کے نازوں نے بنایا ہے مجھے اپنا شکار
 ہائے پراسکے مقابل میں نہیں میں کوئی چیز
 اُس کی شان کو عقلِ انسانی سمجھ سکتی نہیں
 وہ اگر خالق ہے میں ناچیز سی مخلوق ہوں
 پاک ہے ہر طرح کی کمزوریوں اس کی ذات
 منبعِ ہر خوبی و ہر حسن و ہر نیکی ہے وہ
 وہ ہے آقا میں ہوں خادم وہ ہے مالکِ نِظام
 علمِ کامل کا وہ مالک اور میں محرومِ علم
 اس کی قدرت کی کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
 اپنی مرضی کا ہے وہ مالک تو میں محکوم ہوں
 عزت افزائی ہے میری گر کوئی ارشاد ہو
 طالبِ دُنیا نہیں ہوں طالبِ دیدار ہوں
 کہتے ہیں بہرِ خریدِ یوسفِ فرخندہ فال
 ایک گالاروئی کا لائی تھی اپنے ساتھ وہ

گل بھی رہتے ہیں اُسی کی چاہ میں سینہ نگار
 قمریاں بھی ہیں محبت میں اُسی کی بے قرار
 ساری دُنیا سے نرالا ہے وہ میرا شہریار
 یاد میں کس ماہِ رُو کی ہوں میں رہتا اشکبار
 ہجر میں کس کی تڑپتا رہتا ہوں لیسل و نہار
 جس کی دُرویدِ نگاہ نے لے لیا میرا قرار
 جس کے غمرہ نے کیا ہے شلِ باراں اشکبار
 وہ سراپا نور ہے میں مُضغۂ تار یک تار
 ذرہ ذرہ پر ہے اُس کو مالکانہ اقتدار
 ہر گھڑی محتاج ہوں اُس کا وہ ہے پروردگار
 اور مجھ میں پائے جاتے ہیں نقائصِ صد ہزار
 میں ہوں اپنے نفس کے ہاتھوں مغلوب و زوار
 میں ہوں اک ادنیٰ رعایا اور وہ ہے تاجدار
 وہ سرا سر نور ہے لیکن ہوں میں تاریک تار
 اور پوشیدہ نہیں ہے تم سے میرا حال زار
 میری کیا طاقت کہ پاؤں زورِ درگاہ میں بار
 فخر ہے میرا جو پاؤں رُتبہ خدمت گذار
 تب جگر ٹھنڈا ہو جب دیکھوں رُخِ تابان یار
 ایک بڑھیا آئی تھی باحالت زار و زوار
 اور یوسفؑ کی خریداری کی تھی اُمیدوار

وہ تو کچھ دھتی بھی تھی پریں تو عالی ہاتھ ہوں
ہوں غلامی میں مگر ہے عشق کا دعویٰ مجھے
پر وہ عالی بارگہ ہے منبع فضل و کرم
بات کیا ہے گردہ میری آرزو پوری کئے
ہو کے بے پردہ وہ میرے سامنے آئے نکل
جس قدر رستہ میں روکیں ہیں ہٹائے وہ انہیں
بے لے اس کے تو جینا بھی ہے ہڈی تر موت
کوریں آنکھیں جنھوں نے شکل وہ دیکھی نہیں
آرزو ہے گر فلاح و کامیابی کی تمہیں
کھول کر کسراں پڑو اس کے کلام پاک کو
شوق جو دل میں اگر کوئی تو اس کی دید کا
بررگ دریشہ میں ہو اس کی محبت جاگزیں
اپنی مرضی چھوڑ دو تم اس کی مرضی کے لیے
عشق میں اس کے نہ ہو کوئی طوئی بھوٹ کی
پاک ہو جاؤ کہ وہ شاہ جہاں بھی پاک ہے
چھوڑ دو رنج و عداوت ترک کر دو بغض و کین
چھوڑ دو نیت کی عادت بھی کہ یہ اک زہر ہے
بحر کی عادت بھلاؤ انکساری سیکھ لو
دونوں ہاتھوں سے کچھ دوا من تقویٰ کو تم
کہتے ہیں پیار دل کا جو کچھ ہو وہ آتا ہے پسند

بے عمل ہوتے ہوئے ہے تجھ نے دست یار
چاکروں میں ہوں مگر ہے خواہش قرب ہمار
کیا تمہیں ہے جو مجھ کو بھی بنا دے کامگار
مے ہری جاں کو قتل مے ہرے دل کو قرار
میرے دل سے دُور کر دے ہجر و فرقت کا غبار
جس قدر حائل ہیں پر مے ان کو کر دے تار تار
ہے وہی زندہ جسے اس کا بے قرب ہمار
گوش کزہیں جو نہیں سنتے کبھی گفتاریار
اس شہِ خواہاں پہ کر دو بے ثائل جاں نثار
دل کے آئینہ پہ تم اک کھینچ لو تصویر یار
کان میں کوئی صدائے نہ جز گفتاریار
ہر کہیں آئے نظر نقشہ وہی منصور دار
جو ارادہ وہ کرے تم بھی کر وہ اختیار
جو زباں پر ہو وہی اعمال سے ہو آشکار
جو کہ ہونا پاک دل اس سے نہیں کرتا وہ پیار
پیار و الفت کو کر دو تم جان و دل سے امتیاز
روح انسانی کو ڈس جاتی ہے یہ مانند مار
جہل کی عادت کو چھوڑ دو علم کو اختیار
ایک ساعت میں کرا دیتا ہے یہ دیداریار
اس لیے جو کوئی اُس کا ہو کر تو اُس سے پیار

اُس کے مانوروں کو حکومتِ دل و جاں سے عزیز
اُس کے بچوں کو نہ مالو ایک دم کے واسطے
ساری دُنیا میں کرو تم مُشتہر اس کی کتاب
ابتداء میں لوگ گو پاگل پکاریں گے تمہیں
گالیاں دیں گے تمہیں کافر بتائیں گے تمہیں
سنگ باری سے بھی ان کو کچھ نہ ہوگا اجتناب
پرِ خدا ہو گا تمہارا ہر مصیبت میں معین
اُس کی اُلفت میں کبھی نقصاں اٹھاؤ گے نہ تم
امتحان میں پورے اُترے گر تو پھر انعام میں
تم پہ کھولے جائیں گے جنت کے دروازے سین
درد میں لذت ملے گی دُکھ میں پاؤ گے سُردور
سنگوں ہو جائیں گے دشمن تمہارے سامنے
الغرض یہ عشقِ مولیٰ بھی عجب اک چیز ہے
بس یہی اک راہ ہے جس سے کہلتی ہے تنجا
بس یہی ہے اک طریقہ جس سے ہو عز و وقار



شاید آجائے نظر رُوئے دل آرا بے نقاب
 آسمان پر کھل رہے ہیں آج سب عرفاں گلاب
 اس شہِ خوباں کی تم کیوں چھوڑ بیٹھے ہو کتاب
 چھوڑ کر دیں عاشقِ دنیا بھٹے ہیں شیخِ دُشاب
 بھاگے جاتے ہیں یہ احمق کیوں بھلا سونے بجا
 ان کو دینا چاہتے ہیں ہر طرح کا یہ عذاب
 اور ہی ہوتی ہے انکی عز و شان دُآب و تاب
 ساری دُنیا سے بڑا لُاُن کا ہوتا ہے جواب
 خاک کدے میں ہیں وہ پھینکتے مشک و گلاب
 کام ہیں لاکھوں مگر ہے زندگی مثلِ حُباب
 سب جہاں بیزار ہو جائے جو ہوں میں لُغاب
 شاہ ہو کر آپ کیا لیں گے فقیروں سے حساب
 پانی سمجھتے تھے جسے وہ تعاقبت میں مہرب

دوڑے جاتے ہیں بامیدِ فنا سونے باب
 نافرمان کیوں ہو رہے ہو عاشقِ چنگ و رباب
 مُست ہو کیوں اس قدر اُغیار کے اقوال پر
 کیا بُوا کیوں عقل پر ان سب کے پتھر پڑ گئے
 اپنے پیچھے چھوڑے جاتے ہیں بیکِ حُسن میں
 اُمرا بے معروف کا بیڑا اٹھاتے ہیں جو لوگ
 پر جو مولیٰ کی رضا کے واسطے کرتے ہیں کام
 وہ شجر ہیں سنگباروں کو بھی جو دیتے ہیں پھل
 لوگ اُن کے لاکھ دشمن ہوں وہ سب کے دوست ہیں
 یا الہی آپ ہی اب میری نصرت کیجئے
 کیا بتاؤں کس قدر محمدریوں میں ہوں پینا
 میں ہوں خالی ہاتھ مجھ کو یونہی جانے دیجئے
 تشنگی بڑھتی گئی جتنا کیا دُنیا سے پیار

میری خواہش ہے کہ دیکھوں اس مقامِ پاک کو
 جس جگہ نازل ہوئی مولیٰ تری اُمّ الکتاب
 ابنِ ابراہیم آئے تھے جہاں بالشتہ لب
 کر دیا خشکی کو تو نے ان کی خاطر آبِ آب
 میرے والد کو بھی ابراہیم ہے تو نے کہا
 جس کو جو چاہے بنائے تیری، عالی جناب
 ابنِ ابراہیم بھی ہوں اور شتہ لب بھی ہوں
 اس لیے جاتا ہوں میں مکہ کو بامیدِ آب
 اک بُرخِ روشن سدا رہتا ہے آنکھوں کے تلے
 میں نظر آتے مجھے تاریک ماہِ دُآفتاب
 اس قدر بھی بے رُخی اچھی نہیں عشاق سے
 ہاں بھی تو اپنا چہرہ یہ کھجے گا بے نقاب

چشمہٴ انوارِ مسیحِ دل میں جاری یہ کھجے
 پھر دکھا دیجے مجھے عنوانِ رُوءِ آفتاب



اے چشمہِ علم و صدیٰ اے صاحبِ نعم و ناکا
اے نیک دل اے بامغالے پاک طینت باحیا
اے معتدل اے پیٹھا اے میرزا اے رہنما
اے مجتبیٰ اے مصطفیٰ اے نائبِ ربِّ العریٰ

○ کچھ یاد تو کیجئے ذرا
○ ہم سے کوئی اقرار ہے

دیتے تھے تم جس کی خبر بندستی تھی جس سیاں کھر
پاؤ گے تم فتح و ظفر ہوں گے تمہارے بحر و بر
والِ حق و وعدہ خوب ہے
○ یاں حالتِ ادبار ہے

ہر دل میں پڑ ہے بغضِ کیوں، ہر نفسِ شیطانِ گریں
ہر ایک کے ہے سر میں کیوں، ہے کبر کا دیوِ لعین
جو ہو فدائے نورِ دیں، کوئی نہیں۔ کوئی نہیں
اک دم کو یاد آتی نہیں، درگاہِ ربِّ العالین

○ بے چین، بے جاں حزین
○ حالتِ ہماری نزار ہے

کنے کو سب تیار ہیں، چالاک ہیں ہشیار ہیں
ظاہر میں سب ابرار ہیں، باطن میں سب شہر ہیں
مُنہ سے تو سوا قرار ہیں، پر کام سے بیزار ہیں
مُصلح ہیں پر بدکار ہیں، ہیں ذاکٹر پر نزار ہیں

○ حالاتِ پُر آشعار ہیں
○ دلِ ممکنِ افکار ہے

چھینے گئے ہیں مُلک سب باقی ہیں اب شام و عرب پیچھے پڑا ہے ان کے اب دشمن لگائے تانقہ
 ہم ہو رہے ہیں جاں بلب، ہمتا نہیں کوئی سبب میں منتظر اس کے کہ کب، آئے ہیں امدادِ رب
 پیالہ بھرا ہے لب لباب ○ ٹھوکر ہی اک کار ہے
 کیا آپ پر الزام ہے، یہ خود ہمارا کام ہے غفلت کا یہ انجام ہے سُستی کا یہ انعام ہے
 قسمت یونہی بدنام ہے دل خود اسیرِ دُرام ہے اب کس جگہ اسلام ہے باقی فقط اک نام ہے
 ملتی نہیں شجاء ہے ○ بس اک یہی آزار ہے



معمود بحال زار کیوں ہو
 کس بات سے تم کو پہنچی تکلیف
 ہاں سوکھ گیا ہے کولہا کھیت
 جب تک نہ ہو کوئی باعثِ درد
 میں باعثِ رنج کیا بتاؤں
 دل ہی نہ رہا ہوجس کے بس میں
 سب جس کی اُمیدیں مرچکی ہوں
 دولا نہ رہا ہو جب دُہن کا
 کاٹے گئے جب تمام پودے
 آنکھوں میں رہی نہ جب بصارت
 جس شخص کا ٹٹ رہا ہو گھر بار
 اسلام گھرا ہے دشمنوں میں
 ماضی نے کیا ہے جب پریشان
 کیا نفع اُٹھایا ترکِ دیں سے؟

کیا رنج ہے بے قرار کیوں ہو
 کیا صدمہ ہے دل فگار کیوں ہو
 کچھ بولو تو آشکبار کیوں ہو
 بے وجہ پھر اضطرار کیوں ہو
 کیا کہتے ہو بے قرار کیوں ہو
 وہ صبر سے شرمسار کیوں ہو
 زندوں میں وہ پھر شمار کیوں ہو
 بیچاری کا پھر سنگار کیوں ہو
 گلشن میں مرے بہار کیوں ہو
 دیدارِ رُخ بنگار کیوں ہو
 خوشیوں سے بھلا دوچار کیوں ہو
 مُسلم کا نہ دل فگار کیوں ہو
 آئندہ کا اعتبار کیوں ہو
 دُنیا پہ ہی جاں نثار کیوں ہو



نہ مئے رہے نہ رہے غم نہ یہ سبُو باقی
 پڑی ہے کیسی مصیبت یہ غنچہ دیں پر
 کہاں وہ مجلسِ عیش و طرب وہ راز و نیاز
 جو پوچھ لو بکھی اتنا کہ آرزو کیا ہے
 بلا ہوں خاک میں باقی رہا نہیں کچھ بھی
 وہ گاؤں گا تری تعریف میں ترانہ حمد
 گیا ہوں سو کہ غمِ بلبستِ محض میں
 قرونِ اولیٰ کے مسلم کا نام باقی ہے
 خدا کے واسطے مسلم ذرا تو ہوش میں آ
 بس ایک دل میں رہے تیری آندو باقی
 رہی وہ شکل و شباہت نہ رنگ و بو باقی
 بس اب تو رہ گئی ہے ایک گفتگو باقی
 رہے نہ دل میں مرے کوئی آرزو باقی
 مگر ہے دل میں مرے اُن کی جستجو باقی
 رہے گا ساز ہی باقی نہ پھر گلو باقی
 رہا نہیں ہے مرے جسم میں لہو باقی
 نہ اُس کے کام ہیں باقی نہ اس کی خو باقی
 نہیں تو تیری رہے گی نہ آبرو باقی

شکایتیں تھیں ہزاروں بھری پڑی دل میں

رہی نہ ایک بھی پر اُن کے رُو بُرو باقی



بنت احمد کے ہمدردوں میں غواروں میں تھیں
 فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمت سرکار میں
 سر میں ہے جوش جنوں دل میں بھر ہے دردِ علم
 پوچھتا ہے مجھ سے وہ کیونکر ترا آنا ہوا
 میں نے سنا تو نے لاکھوں نعمتیں کی ہیں عطا
 شاعروں کی کیا ضرورت ہے کسے انکار ہے
 حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اُسے
 غلٹیں کا فور ہو جائیں گی اک دن دیکھنا
 اصل دنیا کی نظر میں خوابِ غفلت ہیں کس میں
 ہوں تو دیوانہ مگر بہتوں سے ماقبل ہوں میں
 مدقوں سے مرچکا ہوتا غم و اندوہ سے
 جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے مدو
 ساری دنیا چھوڑے پر نہیں نہ چھوڑوں گا تجھے
 ہو رہا ہوں مست دیدِ چشمِ مست یار میں
 عشق میں کھوئے گئے ہوش و حواس و فکر و عقل
 گو ہر دل مخزنِ تیسرے نگاہِ یار ہے

یونادوں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں
 ناز ہے مجھ کو کہ اس کے ناز برداروں میں ہوں
 میں نہ دیوانوں میں شامل ہوں نہ شیاروں میں ہوں
 کیا کہوں اس کے میں تیرے طلبگاروں میں ہوں
 پر میں ان کو کیا کر دوں تیرے طلبگاروں میں ہوں
 میں تو خود کستا ہوں مولیٰ میں گنہگاروں میں ہوں
 وہ ہے افیادوں میں میں اس لایہ کیادوں میں ہوں
 میں بھی اک لڑائی چہرہ کے پرستاروں میں ہوں
 اصل دل پر جانتے ہیں یہ کہ بیداروں میں ہوں
 ہوں تو بیماروں میں لیکن تھکے بیماروں میں ہوں
 مگر نہ یہ معلوم ہوتا میں ترے پیادوں میں ہوں
 کیا تجھے معلوم ہے کس کجنگر پاروں میں ہوں
 درد کستا ہے کہ میں تیرے وفاداروں میں ہوں
 لوگ یہ سمجھتے ہوئے بیٹھے ہیں خواروں میں ہوں
 اب سوال دید جائز ہے کہ ناداروں میں ہوں
 پر یہ کیا کم ہے کہ اس کے تیرے بزاروں میں ہوں



مُستَدِ عربی کی ہو آں میں برکت
 ہو اُس کی قدر میں برکت کمال میں برکت
 ملال کھا کہ بے رزق ملال میں برکت
 ملے گی سالک رہ! تجھ کو حال میں برکت
 جہاں پہ کل تھے وہیں آج تم نہ رُک رہنا
 لگائیو نہ درخت شکوک دل یہ میں کبھی
 یقین سی نہیں نعمت کوئی زمانے میں
 جو چاہے خیر تو کر استخارۃ مسنون
 ہر ایک کام کو تو سوچ کر بچار کے کر
 خدا کی راہ میں دے جس قدر بھی ممکن ہو
 ہے بیش و عشرت دُنیا تو ایک فانی شے
 قلوبِ صافیہ ہوتے ہیں مُبْطِلِ انوار
 نہ چُپ رہو کہ خموشی دلیلِ نخت ہے

ہو اس کے حُسن میں برکت جمال میں برکت
 ہو اُس کی شان میں برکت جلال میں برکت
 زکوٰۃ دے کہ بڑھے تیرے مال میں برکت
 کبھی بھی ہوگی میسر نہ فتال میں برکت
 قدم بڑھاؤ کہ ہے امتثال میں برکت
 نہ اس کے پھل ہیں سب برکت نہ ذال میں برکت
 نہ شک میں خیر ہے نہ احتمال میں برکت
 عبت تماش نہ کر تیر و فال میں برکت
 ہمیشہ پائے گا اس دیکھ بھال میں برکت
 کہ اس کے فضل سے ہو تیر مال میں برکت
 خدا کرے کہ ہو تیرے مال میں برکت
 کبھی بھی دیکھی ہے رنج و ملال میں برکت
 دُعائیں مانگو کہ ہے عرضِ حال میں برکت



گنہ کے بعد ہو تو بہ سے باپ رحمت وا
 رہ سدا نہ تفریط ہے نہ ہے افراط
 خدا نے رکھی ہے بس اعتدال میں برکت
 خدا نے رکھی ہے وہ اتصال میں برکت
 خدا وہ بخشنے ہمارے ہلال میں برکت
 نمود جس سے کرے بال بال میں برکت
 روئیں روئیں میں سما جائے عشق خالقِ حُسن
 چڑھے تو نام نہ لے ڈوبنے کا پھر وہ کبھی
 کچھ ایسی ہو میرے یوم الوصال میں برکت



آہ دنیا پہ کیا پڑی افتاد
 مہرِ اسلام ہو گیا مخفی
 آج مسلم ہیں رنج و غم سے پور
 رُوحِ اسلام ہو گئی محصور
 جو بھی ہے دشمنِ صداقت ہے
 جھوٹ نے خوب سز نکالا ہے
 دشمنانِ شریعتِ حقہ
 اس ارادے پہ گھر سے نکلے ہیں
 ہے ہمارے علاج کا دعویٰ
 مگر اس فصد کے بہانے سے
 رستم و جور بڑھ گیا حد سے
 ہے غضب ہیں وہ شائقِ بیداد
 پھر یہ ہے قہرِ ظلم کر کے وہ
 اے خدا اے شہِ میکن و مکاں
 دینِ احمد کا تو ہی ہے بانی
 دین و ایمان ہو گئے برباد
 سارے عالم پہ چھا گیا ہے سواد
 اور کافر ہیں خندہ زن دلشاد
 کُفر کا دیو ہو گیا آزاد
 دینِ حق سے بے اسکو بغض و عناد
 ہے صداقت کی ہل گئی بنیاد
 چاہتے ہیں تعصب و افساد
 دینِ اسلام کو کریں برباد
 کہتے ہیں اپنے آپ کو فساد
 کر رہے ہیں وہ کارِ صد جلاہ
 انتہا سے نکل گئی ہے داد
 پھر رستم یہ کہ ہیں رستمِ ایجاد
 خود ہمیں سے ہیں ہوتے طالبِ اد
 قادر و کار ساز و ربِّ عباد
 پس تجھی سے ہماری ہے فریاد

تیسرا در چھوڑ کر کہاں جائیں
 چادوں اطراف سے گھرے ہیں ہم
 ہے ادھر پاشکشی کی قید
 زلزلوں سے ہماری ہستی کی
 کچھ تو فرمائیے کریں اب کیا
 کب تک بے گناہ رہیں گے ہم
 سب طلبم فریب ٹوٹے گا
 ان دکھوں سے نجات پائیں گے کب
 کب رہا ہوگی قید سے فطرت
 شانِ اسلام ہوگی کب ظاہر
 پوری ہوگی یہ آرزو کس وقت
 میں بھی کتنا ہوں آج تجھ سے وہی
 نام لیوا رہے گا تیسرا کون
 کون ہوگا فدا ترے رُخ پر
 کون رکھے گا پھر امانتِ عشق
 احمدی اٹھ کہ وقتِ خدمت ہے
 شکر کر شکر یاد کرتا ہے
 خدمتِ دیں ہوئی ہے تیرے پیرو
 تجھ پہ ہے فرضِ نصرتِ اسلام
 خدمتِ دیں کے واسطے ہو جا

کس سے جا کر طلب کریں امداد
 آگے پیچھے ہمارے ہیں متحد
 اور اُدھر سر پہ آگیا میناد
 ہل گئی سر سے پاتلک بنیاد
 کچھ تو اب یکجہ ہمیں ارشاد
 تختہ مشق بازوئے جلااد
 کب گرے گا وہ پنجہ فولاد
 ہوں گے کب ان غموں سے ہم آزاد
 دُور کب ہوگا دورِ استبداد
 کب مُسلمان ہوں گے غرَم و شاد
 کب برآئے گی یہ ہماری مُراد
 جو ہیں پہلے سے کہ گئے اُستاد
 ہم اگر ہو گئے یونہی برباد
 کون کسلائے گا ترا فرہاد
 کس کے دل میں ہے گی تیری یاد
 یاد کرتا ہے تجھ کو ربِ عباد
 گدگداتی معنی دل کو جس کی یاد
 دُور کرنا ہے تو نے شر و فساد
 تجھ پہ واجب ہے دعوتِ ارشاد
 ساری قیادوں کو توڑ کر آزاد

دشمن حق ہیں گو بہت لیکن کام دے گی انہیں نہ کچھ تعداد
 کفر و اکاد کے مٹانے کی حق نے رکھی ہے تجھ میں استعداد
 فتح تیرے لیے مُقَدَّر ہے تیری تائید میں ہے رب عباد
 قصر کفر و ضلالت و بدعت تیرے ہاتھوں سے ہوگا اب برباد
 ہاں تیری اہ میں ایک دوزخ ہے جس میں بھڑکی ہے نارِ بغض و عناد
 انکے شعلوں کی زد میں جو آجائے دیکھتے دیکھتے، موبل کے رما د
 پر نہ لاخوف دل میں تو کوئی کیونکہ ہے ساتھ تیرے رب عباد

بے دھڑک اور بے خطر اس میں

کوڈ جا کہہ کے ہر چہ بادا باد



ہے دست قبلہ نما لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 کسی کی چشم فوں ساز نے کیا جادو
 جو چھوٹکا جائیگا کانوں میں دل کے مردوں کے
 قریب تھا کہ میں گر جاؤں بارِ عصیاں سے
 گرہ نہیں رہی باقی کوئی مرے دل کی
 عقیدہ ثنویت ہو یا کہ ہو تثلیث
 ہے گاتی نعمۃ توحید نے نیٹاں میں
 ترا تو دل ہے صنم خانہ پھر تجھے کیا نفع
 حضورِ حضرتِ دیاں شفاعتِ نادم
 زینِ غلّتِ شرک ایک دم میں ہوگی دور
 ہزاروں ہوں گے حسینِ ایک قابلِ الفت
 نہ دھوکا کھائیو ناداں کہ شش جہات میں ہیں
 چھپی نہیں بھمی رہ سکتی وہ نگہ جس نے
 بروزِ شتر سہمی تیرا ساتھ چھوڑیں گے
 کرے گا ایک فنا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ہزاروں بلکہ ہیں لاکھوں علاجِ رُوحانی

مگر ہے رُوحِ شفا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ



غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہیں اغیار کا بھی بوجھ اٹھانا پڑے ہیں
 اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہیں
 منبر پہ چڑھ کے غیر کھے اپنا مدعا سینہ میں اپنے جوش دہانا پڑے ہیں
 یہ کیسا عدل ہے کہ کریں اُذر ہم بھریں اغیار کا بھی قصیہ چکانا پڑے ہیں
 سُن مدعی نہ بات بڑھاتا نہ ہو یہ بات کوچہ میں اس کے شور مچانا پڑے ہیں
 اتنا نہ دُور کر کہ کٹے رشتہ وِداد سینہ سے اپنے غیر لگانا پڑے ہیں
 پیسلایں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہیں
 پروا نہیں جو ہاتھ سے اپنے ہی اپنا آپ حرفِ غلط کی طرح مٹانا پڑے ہیں
 تھوڑا کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
 رُونے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہیں



میری تدبیر جب مجھ کو مصیبت میں پہنچاتی ہے
 بُدائی دیکھتا ہوں جب تو مجھ کو موت آتی ہے
 نگاہِ مہر سالوں کی خصومت کو بھلاتی ہے
 محبت تو وفا ہو کر وفا سے جی پھراتی ہے
 محبت کیا ہے کچھ تم کو خبر بھی ہے نہ تو مجھ سے
 کہاں یہ غائے ویراں کہاں وہ حضرت ذی شاں
 ہوئی ہے بے سبب کیوں عاشقوں کی جان کی شکن
 مٹائیگا یہیں کیا، تو ہے اپنی حبان کا دشمن
 نہ اپنی ہی خبر رہتی ہے نے یادِ اعترہ ہی
 خدا کو چھوڑنا اے مسکو کیا کھیل سمجھے تھے
 محبت کی جھلکت بھٹی پئی کہاں، لاکھ ہوں پرے
 معاذ اللہ مراد دل اور ترکِ عشق کیا ممکن
 وہ کیسا منہ ہے جو بھکتا ہے آگے ہر کو دیر کے
 اتنا فخر ہو چکا صاحبِ خبر لیجے نہیں تو پھر

تو تقدیرِ الہی آن کر اس سے چھڑاتی ہے
 اُمیدِ وصل لیکن آکے پھر مجھ کو جلاتی ہے
 خوشی کی اک گھڑی برسوں کی کلفت کو مٹاتی ہے
 ہماری بن کے اے ظالم ہماری خاک اڑاتی ہے
 یہ ہے وہ آگ جو خود گھر کے مالک کو جلاتی ہے
 کشش لیکن ہمار دل کی انگوٹھینچ لاتی ہے
 نسیم صبح ان کے منہ سے کیوں نہ اُچھل اُٹھاتی ہے
 اے ناداں کبھی عشاق کو بھی موت آتی ہے
 جب اس کی یاد آتی ہے تو پھر سب کچھ بھلاتی ہے
 تمہاری تیرہ بجتی دیکھنے کیا رنگ لاتی ہے
 نگاہِ زیریں میں مجھ سے بھلا تو کیا چھپاتی ہے
 میں ہوں وہ با وفا جس وفا کو شرم آتی ہے
 وہ کیسی آنکھ ہے جو ہر جگہ دریا بہاتی ہے
 کوئی دم میں یہ سن لو گے فلاں کی نش مٹاتی ہے

طریق عشق میں لے دل سیادت کیا غلامی کیا
 بلائے ناگماں بیٹھے ہیں ہم آنکھوں میں دہریں
 تیری رہ میں بھپائے بیٹھے ہیں دل تیرے ہم
 ہمارا امتحان لے کر تمہیں کیا فائدہ ہوگا ؟
 بگڑا ہوں معلقہ احباب میں گوین مگر تجھ بن
 ہماری خاک تک بھی اڑ چکی ہے اسکے رستہ میں
 غم دل لوگ بھتے ہیں نہایت تلخ ہوتا ہے
 بری جاں تیرے جام وصل کی خواہش میں لے پیار
 میرے دل میں تو آتا ہے کہ سب احوال کدواں
 کبھی جو روتے روتے یاد میں اس کی عبادت
 انانیت پر سے ہٹ جا مجھے مت منہ دکھا اپنا
 کبھی کا ہو چکا ہوتا شکار یاس و نومیدی

محبت خام و آقا کو اک ملتیں لاتی ہے
 خبر بھی ہے تجھے کچھ تو کہیں نہ کہیں دکھاتی ہے
 سواری دیکھنے اب دلربا کب تیری آتی ہے
 ہماری جان تو بے امتحان ہی نکلی جاتی ہے
 ہرے یا رازل نہ نائی پھر بھی کانٹے کھاتی ہے
 ہلاکت تو بھلا کس بات ہم کو ڈراتی ہے
 مگر میں کیا کروں اس کو غذا یہ مجھ کو بھاتی ہے
 مثال ماہی بے آب ہر دم تملاتی ہے
 نہ شکوہ جان میں اس طبیعت چمکاتی ہے
 شبیر یار آکر مجھ کو سینے سے لگاتی ہے
 میں اپنے حال سے واقف ہوں تو کس کو بھاتی ہے
 مگر یہ بات لے محمود میرا دل بڑھاتی ہے

جو ہوں خدام دیں ان کو خدا سے نصرت آتی ہے
 جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے



تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم
 مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے دُر پر سے جائیں گے ہم
 تری محبت کے حُرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
 تو اس کو جائیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم
 نہیں گے ہرگز نہ غیر کی ہم نہ اس کے دھوکے میں آئیں گے ہم
 بس ایک تیرے حضور میں ہی سِرِ اطاعت جھکائیں گے ہم
 جو کوئی ٹھوکر بھی مارے گا تو اُس کو سہہ لیں گے ہم خوشی سے
 کہیں گے اپنی سزا یہی تھی زباں پہ شکوہ نہ لائیں گے ہم
 ہمارے حالِ خراب پر گو ہنسی اُنہیں آج آ رہی ہے
 مگر کسی دن تمام دُنیا کو ساتھ اپنے رُ لائیں گے ہم
 ہوا ہے سارا زمانہ دشمن ہیں اپنے بیگانے خوں کے پیاسے
 جو تُو نے بھی ہم سے بے رُخی کی تو پھر تو بس مر ہی جائیں گے ہم
 یقین دلاتے رہے ہیں دُنیا کو تیری اُلفت کا تَد توں سے
 جو آج تُو نے نہ کی رفاقت کسی کو کیا مُنہ دکھائیں گے ہم
 پڑے ہیں پیچھے جو فلسفے کے اُنہیں خبر کیا ہے کہ عشق کیا ہے
 مگر ہیں ہم زہرِ وِطریقت شمار اُلفت ہی کھائیں گے ہم

سمجھتے کیا ہو کہ عشق کیا ہے یہ عشق پیار و کھن بلا ہے
 جو اس کی فرقت میں ہم پہ گزری کبھی وہ قصۂ سنائیں گے ہم
 ہمیں نہیں عطر کی ضرورت کہ اس کی خوشبو ہے چند روزہ
 بوئے محبت اس کی اپنے دماغ و دل کو بلائیں گے ہم
 ہمیں بھی ہے نسبت تلمذ کسی سیٹھا نفس سے مہل
 ہوا ہے بے جان گو کہ مسلم مگر اب اس کو بلائیں گے ہم
 مٹا کے نقش و نگار دیں کو یونہی ہے خوش دشمن حقیقت
 جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم
 خدا نے ہے خضرہ بنایا، ہمیں طریقِ مُستدی کا
 جو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں ان کو صنم سے لا کر ملائیں گے ہم
 ہماری ان خاکساریوں پر نہ کھائیں دھوکا ہمارے دشمن
 جو دیں کو ترچھی نظر سے دیکھا تو خاک ان کی اڑائیں گے ہم
 مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
 خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم
 خبر بھی ہے کچھ تجھے اونادال کہ مرزوم چشم یار میں ہم
 اگر ہمیں کج نظر سے دیکھا تو تجھ پہ بجلی گرائیں گے ہم
 وہ شہر جو کفر کا ہے مرکز ہے جس پہ دینِ مسیح نازاں
 خدا نے واحد کے نام پر اک اب اس میں مسجد بنائیں گے ہم
 پھر اس کے مینار پر سے دنیا کو حق کی جانب بلائیں گے ہم
 کلامِ ربِّ رحیم درحماں باغِ بلا سنائیں گے ہم

نونا لان جماعت مجھے کچھ کننا ہے
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
جب گذر جائیں گے ہم تم پہ پڑیگا سب بار
خدمتِ دین کو اک فضلِ الہی جانو
دل میں ہوسوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
سر میں نخوت نہ ہو آنکھوں میں شہو برقی غضب
خیر اندیشی اجاب رہے تدبیر نظر
پھوڑ دو حرص کرو زہد و قناعت پیدا
رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
پاس ہو مال تو دو اس سے زکوٰۃ و صدقہ
حسن اس کا نہیں کھلتا تمہیں یہ یاد رہے
عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
جو صداقت بھی ہو تم شوق سے مانو اسکو

پر ہے یہ شرط کہ ضائع ہوا پیغام نہ ہو
تاکہ پھر بعد میں مجھ پہ کوئی الزام نہ ہو
سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ نعام نہ ہو
تم میں اسلام کا جو مغز فقط نام نہ ہو
دل میں کینہ نہ ہو لب پر کبھی دشنام نہ ہو
عیبِ چینی نہ کرو مفید و نفع نام نہ ہو
زرد نہ مجنوب بنے سیمِ دل آرام نہ ہو
نظر انداز کوئی حصّہ احکام نہ ہو
فکرِ میکیں رہے تم کو غمِ ایام نہ ہو
دوشِ مُسلم پہ اگر چادرِ احرام نہ ہو
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو
یہ تو خود اندھی ہے گر نیرِ المام نہ ہو
علم کے نام سے پر تبائعِ ادا نام نہ ہو

دشمنی ہو نہ مُجانبِ مُحمّد سے تمہیں
امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصّہ مت لو
اپنی اس عمر کو اک نعمت غلطی سمجھو
خُن ہر رنگ میں اچھا ہے مگر خیال ہے
تم مدبّر ہو کہ جرنیل ہو یا عالم ہو
سیلف ریسکٹ کا بھی خیال رکھو تم بیشک
عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
تم نے دُنیا بھی جو کی فتح تو کچھ بھی نہ کیا
من و احسان سے اعمال کو کرنا نہ خراب
بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیبِ نواں
شکل نے دیکھ کے گرنا نہ نگس کی مانند
یاد رکھنا کہ کبھی بھی نہیں پاتا عزّت
کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
گامزن ہو گے رہِ صدق و صفا پر گر تم
حشر کے روز نہ کرنا یہیں رُسوا و خراب
ہم تو جس طرح بنے کام یکے جلاتے ہیں
میری توحّی میں تمہارے یہ دُعا ہے پیارو

جو معاند ہیں تمہیں ان سے کوئی کام نہ ہو
باعثِ فکر و پریشانی حُکام نہ ہو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوہ آیام نہ ہو
دانہ سمجھے ہو جسے تم وہ کیوں دام نہ ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تم میں اگر اسلام نہ ہو
یہ نہ ہو پُر کہ کسی شخص کا اِکرام نہ ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو
نفس وحشی و جنائش اگر رام نہ ہو
رشتہ وصل کیوں قطع سربام نہ ہو
مرد وہ ہے جو جناکش ہو گلِ اندام نہ ہو
دیکھ لینا کہ کیوں دُزد تہِ جِسام نہ ہو
یار کی راہ میں جب تک کوئی بنام نہ ہو
اے مرے اہل و فاسّت کبھی گم نہ ہو
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرا انجام نہ ہو
پیار و آموختہ درسِ وفا خام نہ ہو
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بنام نہ ہو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

فلت رنج و غم و درد سے محفوظ رہو
مہرِ انوارِ درخشندہ رہے شام نہ ہو



یاد جس دل میں ہو اس کی وہ پریشان نہ ہو
 یحیف اس سر پہ کہ جو تابعِ فخرِ مان نہ ہو
 مُسلم سوختہ دل! یونہی پریشان نہ ہو
 وقتِ حسرت نہیں یہ بہتِ کوشش کا بے وقت
 ربِ افواج خود آتا ہے تری نصرت کو
 اٹھ کے دشمن کے مقابل پہ کھڑا ہو جاؤ
 یاد رکھ لیک کہ غلبہ نہ ملے گا جب تک
 اپنے المام پہ نازاں نہ ہو اے طفلِ سلوک
 کیا یہ ممکن ہے کہ نازل ہو کلامِ قادر
 تم نے منہ پھیر لیا ان کے اُلٹتے ہی نقاب
 اس میں جو مہول گیا دونوں جہانوں سے گیا
 جبر کے درد کا درماں نہیں ممکن جب تک
 نہ تو ہے زاوہ نہ ہمت نہ ہی طاقت نہ رفیق
 کس طرح جانیں کہ ہے عشقِ حقیقی تم کو

ذکر جس گھر میں ہو اس کا کبھی ویران نہ ہو
 ثقیف ہے اس دل پہ کہ جو بندہٴ احسان نہ ہو
 تجھ پہ افسد کا سایہ ہے ہر لسان نہ ہو
 عقل و دانائی سے کچھ کام لے نادان نہ ہو
 باندھ لے اپنی کمر بندہٴ حربان نہ ہو
 اپنے احباب سے ہی دست و گریبان نہ ہو
 دل میں ایمان نہ ہو ہاتھ میں تیراں نہ ہو
 تیرے بہکانے کو آیا کیسے شیطان نہ ہو
 ظاہر اس سے مگر افسد کی کچھ شان نہ ہو
 کیا یہ ممکن ہے کہ دہر کی بھی پہچان نہ ہو
 کوچہٴ عشق میں داخل کوئی انجان نہ ہو
 برگِ اعمال نہ ہوں شربتِ ایمان نہ ہو
 میرے جیسا بھی کوئی بے سرو سامان نہ ہو
 جیب پارہ نہ ہو گر چاک گریبان نہ ہو

خانہ دل بھی آباد نہ ہو گا جب تک
 رند مجلس نظر آئیں نہ بھی یوں مخمور
 کس طرح مانوں کہ سب کچھ ہے غزانہ میں تھے
 میں تو بھوکا ہوں فقط دیدِ رخ جاناں کا
 یہ جو معشوق لیے پھرتی ہے اندھی دنیا
 عشق وہ ہے کہ جو تن من کو جلا کر رکھ دے
 کام وہ ہے کہ ہو جس کام کا انجھام اچھا
 وہ بھی کچھ یار ہے جو یار سے کجاں نہ کرے
 عشق کا لطف ہی جاتا ہے اے ابلہ طبیب
 طعنہ دیتا ہے مجھے بات تو تب ہے واعظ
 اے عدوِ مکر ترے کیوں نہ ضرر پہنچائیں
 باں اگر سر پہ مرے سایہ رحمان نہ ہو
 میزبان میں نہ بنوں اور وہ مہمان نہ ہو
 جامِ اسلام میں گر بادۂ عرفان نہ ہو
 پر ترے پاس مرے درد کا درمان نہ ہو
 باغِ فردوس نہ ہو روضہ رضوان نہ ہو
 میرے محبوب سی ہی ان میں کیسے آن نہ ہو
 دردِ فرقت وہ ہے جس کا کوئی درمان نہ ہو
 بات وہ ہے کہ چسے کہہ کے پیشمان نہ ہو
 وہ بھی کیا یار ہے جو خوبیوں کی کان نہ ہو
 دردِ گردل میں نہ ہو درد بھی پنهان نہ ہو
 اس کو تو دیکھ کے انگشت بندہ ان نہ ہو
 ہاں اگر سر پہ مرے سایہ رحمان نہ ہو

ہے یہ آئینِ سمدی کے منافی محمود

عشق ہو وصل کا لیکن کوئی سامان نہ ہو



آریوں کو میری جانب سے سُنائے کوئی
 ہو جو ہمت تو میرے سامنے آئے کوئی
 مرد میدان بنے اپنے دلائل لاتے
 گھر میں بیٹھا ہوا باتیں نہ بنائے کوئی
 آسمانی جو شہادت ہو اسے پیش کرے
 یُونہی بے ہودہ نہ بے پر کی اُڑائے کوئی
 سچا مذہب بھی ہے پر ساتھ دلائل ہی نہیں
 ایسی باتیں کسی احمق کو سُنائے کوئی
 ہے وہ صیاد جسے صید سمجھ بیٹھے ہیں
 ان کی عقلوں سے یہ پردہ تو اُٹھائے کوئی
 بیٹھ کر شیش محل میں نہ کرے نادانی
 ساکن قلعہ پہ پتھر نہ چلائے کوئی
 تاک میں لشکرِ محمود ابھی بیٹھا ہے
 ہاں سمجھ کر ذرا ناقوس بجائے کوئی
 ہم ہیں تیار بتانے کو کمالِ قساک
 خوبیاں دید کی بھی ہم کو بتائے کوئی

کس طرح مانیں کہ مولیٰ کی ہدایت ہے وہ
 وید کو جب نہ پڑھے اور نہ پڑھائے کوئی
 ایسی ویسی جو کوئی بات نہ ہو ویدوں میں
 ان کو اس طرح سے کیوں گھر میں چھپائے کوئی
 خود ہی جب وید کے پڑھنے سے وہ محروم رہے
 پھر کسی غیر کو کس طرح سکھائے کوئی



ساغرِ محسن تو پُر ہے کوئی نئے غوار بھی ہو
 دمل کا لطف تبھی ہے کہ رہیں ہوش بجا
 رہمِ مخفی بھی رہے اُلفتِ ظاہر بھی رہے
 عشق کی راہ میں دیکھے گا دہی روئے فلاح
 اس کا در چھوڑ کے کیوں جاؤں کہاں جاؤں میں
 ہمسری مجھ سے تجھے کس طرح حاصل ہو غدو
 بات یکے ہو مؤثر جو نہ ہو دل میں سوز
 یونہی بے فائدہ سمرارتے ہیں ذیدِ طیب
 درد کا میرے تو اے جان فقط تم ہو علاج
 دل میں اک درد ہے پر کس سے کون ہیں جا کر
 کوئی دُنیا میں مرا مُوس و غنوار بھی ہو

سالمکِ راہِ میہی ایک ہے منہاج و موصول
 عشقِ دلدار بھی ہو مَجُتِ ابرار بھی ہو



مجھ سے ملنے میں انہیں عذر نہیں ہے کوئی
 پیاس میری نہ بجھی گر تو مجھے کیا اس سے
 پاک کر دیجئے، میں یزج میں جتنے یہ حجاب
 سر کے بھی دیکھ لو شاید کہ میسر ہو وصال
 میری یہ آنکھیں کجا رویست و لدار کجا
 دل کے زنگوں نے ہی محبوب کیا ہے اس سے
 دشمن دین تھے حملے تو سب میں نے سے
 نعلِ اسلام پہ دکھا ہے مخالف نے تیر
 دل پہ قابو نہیں اپنا یہی دشواری ہے
 چشمہ فیض و عنایات اگر جادی ہے
 میری منظور اگر آپ کو دلدار ہے
 لوگ کہتے ہیں یہ تبیر بڑی کاری ہے
 حالت خواب میں ہوں میں کہ یہ بیداری ہے
 شاہد اس بات پہ اک پردہ زنگاری ہے
 اب ذرا ہوش سے رہو کہ مری باری ہے
 داغِ شاہ کہ سامت یہ بڑی بھاری ہے
 عشق کتنا ہے کہ محمود پلٹ جا اُمڈ کر
 رعب کتنا ہے پئے ہٹ بڑی لپادی ہے



میں تراؤں چھوڑ کر جہاؤں کہاں چینِ دل آرامِ جہاں پاؤں کہاں
 یاں نہ گر روؤں کہاں روؤں بتا یاں نہ چپلاؤں تو چپلاؤں کہاں
 تیرے آگے ہاتھ پھیلاؤں نہ گر کس کے آگے اور پھیلاؤں کہاں
 جاں تو تیرے سرِ در پہ قرباں ہو گئی سر کو پھر میں اور مگر آؤں کہاں
 کون غمخواری کرے تیرے سوا بارِ منکر و حزن لے جاؤں کہاں
 دل ہی تھا سودہ بھی تجھ کو دے دیا اب میں اُمیدوں کو دغاؤں کہاں
 بڑھ رہی ہے غارشِ زخمِ نہال کس طرح کھجلاؤں - کھجلاؤں کہاں
 کثرتِ عصیاں سے دامن تر ہووا
 ابرِ اشکِ توبہ برسوں کہاں



طور پہ جلوہ گناں ہے وہ ذرا دیکھو تو
 رعبِ حُن شہِ خوباں کو ذرا دیکھو تو
 اپنے بیگانوں نے جب چھوڑ دیا ساتھ ہرا
 ماتلو! عقل پہ اپنی نہ ابھی نازاں ہو
 غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
 ہیں تو مستحق مگر ناز اُٹھاتے ہیں مرے
 ماشتو! دیکھ چکے عشقِ مجازی کے کمال
 ہے بھی رویتِ دلدار بھی دہلِ حبیب
 چاروں اطراف میں جنوں ہی نظر آتے ہیں
 ہے کیس جنگ کیس زلزلہ طاعون کیس
 کس اپنے رُخِ زیبا پہ سے اُٹتی ہے نقاب
 جلوۂ یار ہے کچھ کھیل نہیں ہے لوگو!
 محن کا باب کھلا ہے بخدا دیکھو تو
 ہاتھ باندھے ہیں کھرے شاہِ دگدا دیکھو تو
 وہ مرے ساتھ رہا اس کی وفا دیکھو تو
 پہلے تم وہ بیگمہ ہوشِ رُبا دیکھو تو
 اے مرے فلسفیو! زورِ دُعا دیکھو تو
 جمع ہیں ایک ہی جا حُن و دُعا دیکھو تو
 اب مرے یار سے بھی دل کو لگا دیکھو تو
 کیسی عشاق کی ہے مَسح و مَسا دیکھو تو
 نہ ہوا ہو وہ کیس جلوہ نما دیکھو تو
 لے گر پٹ کا ہے کیس شور پڑا دیکھو تو
 جس سے عالم میں ہے یہ حشرِ پاپا دیکھو تو
 احمدیت کا بھلا نقش بنا دیکھو تو
 کیا ہوا تم سے جو ناراض ہے دُنیا نمود
 کس قدر تم پہ ہیں اُطافِ خدا دیکھو تو



حقیقی عشق گر ہوتا تو پستی جستجو ہوتی
 منے وصل حبیب لایزال و لم یزل ہوتی
 جو تم سے کوئی خواہش تھی تو بس اتنی ہی خوشامق
 وفا؛ مجھ سے ہری شہرت نہیں برعکس ہے قصہ
 جہاں جاتا ہوں اُن کا خیال مجھ کو ڈھونڈ لیتا ہے
 نہ رہتی آرزو دل میں کوئی جز ویدر حبا ناں
 اگر تم داہن رحمت میں اپنے مجھ کو لے لیتے
 نہ بنتے تم جو بیگانے تو پھر پردہ ہی کیوں ہوتا
 درِئے خانہ اُلفت اگر میں داہم بھی پاتا
 ہری جنت تو یہ تھی میں ترے سایہ تلے ہوتا
 تسلی پا گیا کو کس طرح؟ تب لطف تھا مالک
 تلاش یار ہر ہر درہ میں ہوتی کو بجھو ہوتی
 تو دل کیا میری جاں بھی بڑھ کے قربان ہو ہوتی
 تمہارا رنگ چرند جاتا تمہاری مجھ میں بو ہوتی
 تری ہستی تو مجھ سے ہے نہ میں ہوتا نہ تو ہوتی
 نہ ہوتا پیار گر مجھ سے تو کیا یوں جستجو ہوتی
 ہمیں پوری اطمینان یہ ہماری آرزو ہوتی
 تمہارا کچھ نہ جاتا لیک میری آبرو ہوتی
 شبیہ یار آکر خود بخود ہی رُو بُرو ہوتی
 تو بس کرتا نہ گھونٹوں پر صراحی ہی سُبُو ہوتی
 رواں دل میں ہر عرفان بے پایاں کی بو ہوتی
 کہ آنکھیں چار ہوئیں اور باہم گفتگو ہوتی

ہوتی ہے پارہ پارہ چادرِ تقویٰ مسلمان کی
 تیرے ہاتھوں سے ہو سکتی تھی مولیٰ گر رفو ہوتی



ٹنک بھی رشک ہیں کہ تُو خوش نصیب ہوں میں
 غضب ہے شاہِ بلا تے، غلامِ منہ موڑے
 وہ بوجھ اُٹھا نہ سکے جس کو آسمان و زمیں
 مقابلہ پہ مدد کے نہ گالیاں دُوں گا
 ہے گالیوں کے جو اس کے پاس کیا رکھا
 کرے گا فاصلہ کیا جب کہ دل اکٹھے ہوں
 ہے عقلِ نفس سے کتنی کہ ہوشِ کونادان
 کر اپنے فضل سے تو میرے ہم سفر پیدا
 مرے پکڑنے پہ قدرت کہاں تجھے متباد
 نہ سلطنت کی تمنا نہ خواہشِ اکرام
 وہ آپ مجھ سے ہے کتنا نہ دُور قریب ہوں میں
 بستم ہے چپ بے یہ، وہ کہے عجیب ہوں میں
 اُسے اُٹانے کو آیا ہوں کیا عجیب ہوں میں
 کہ وہ تھپے وہی جو کچھ کہ ہے عجیب ہوں میں
 غریب کیا کرے غفلتی ہے وہ نصیب ہوں میں
 ہزار دُور رہوں اس سے پھر قریب ہوں میں
 ہزار قریب ہے تو اور بڑی رقیب ہوں میں
 کہ اس دیار میں اے جانِ من غریب ہوں میں
 کہ باغِ حُسنِ محمد کی عنبرِ لب ہوں میں
 یہی ہے کافی کہ مولیٰ کا اک نصیب ہوں میں

ہری طفسِ چلے آئیں مرعیں رُو مانی
 کہ ان کے دُردوں دُکھوں کیے جیسے ہیں میں



میرے مولیٰ مری بگڑی کے بنائو اے
 جلوہ دکلا مجھے اوپر چھپانے والے
 میں تو بدنام ہوں جس دم سے ہوا ہوں عاشق
 تشہ لب ہوں بڑی مدت خدا شاہد ہے
 ڈالتا جائے مہربانی اس غمگین پر
 کبھی تو جلوہ بے پردہ سے ٹھنڈک پہنچا
 تجھ کو تیری ہی قسم کیا یہ دف داری ہے
 کیا نہیں آنکھوں میں اب کچھ بھی مرؤت باقی
 مجھ کو دکھلاتے ہوئے آپ بھی رہ کھو بیٹھے
 ڈھونڈتی ہیں مگر آنکھیں نہیں پاتیں ان کو
 ساتھ ہی چھوڑ دیا سب لے شب ظلمت میں
 مآقیامت رہے جاری یہ سخاوت تیری
 رہ گئے منہ ہی ترا دیکھتے وقت رحلت
 ہو نہ تجھ کو بھی خوشی دونوں جہانوں میں نصیب
 ہم تو ہیں صبح و سارِ رنج اٹھانے والے

میرے پیارے مجھے فتنوں سے بچائیو اے
 رحم کر مجھ پہ او منہ پھیر کے جانے والے
 کہیں جودل میں ہو الزام لگانے والے
 بھرے اک جام تو کوثر کے ٹٹانے والے
 نظرِ قمر سے مٹی میں بلانے والے
 سینہٴ دل میں برے آگ لگانے والے
 دوستی کر کے مجھے دل سے بٹلانے والے
 مجھ مصیبت زدہ کو آنکھیں دکھانے والے
 اے غمخیز کیسے ہو تم راہ دکھانے والے
 ہیں کہاں وہ مجھے روتے کو ہنسانے والے
 ایک آنسو ہیں لگی دل کی بجھانے والے
 او میرے گنجِ معارف کے ٹٹانے والے
 ہم پسینہ کی جگہ خون بہانے والے
 کوچہٴ یار کے رستہ کے بٹلانے والے
 کوئی ہوں گے کہ جو ہیں میش منانے والے

مجھ سے بڑھ کر ہے ہر فکر تجھے دامن گیر
 تیرے قمر بان مرا بوجھ اٹھانے والے

پیٹھ میدانِ وفا میں نہ دکھائے کوئی
 حُسنِ فانی سے نہ دل کا شِکائے کوئی
 کون کتا ہے لگی دل کی بھائے کوئی
 مدد نہ درد و غم دہم سے بچائے کوئی
 رہ سے شیطان کو جب تک نہ ہٹائے کوئی
 اپنے کو پے میں تو کتنے بھی ہیں بن جاتے شیر
 دعویٰ حُسنِ بیاں سپج ہے میں تب جانوں
 ہجر کی آگ ہی کیا کم ہے بھلائے کوئی
 دیدہ شوق اُسے دھونڈ ہی لے گا آخر
 گرز و نگہ ر کے اٹھانے سے بھلا کیا مال
 غلّی دو چار دنوں کی تو ہوتی پر یہ کیا
 جُرمِ بادۂ اُلفت جو کبھی مل جائے
 تشنگی میری نہ پیالوں سے بجھے گی ہرگز
 خلق و کون جہاں راست پہ سچ پوچھو تو
 دے دیا دل تو بھلا شرم رہی کیا باقی

قُرب اُس کا نہیں پاتا، نہیں پاتا محمود
 نفس کو خاک میں جب تک نہ بھلائے کوئی

پردہ زلف دو تارخ سے ہٹا لے پیارے
 چادرِ فضل و عنایت میں چھپا لے پیارے
 نفس کی قید میں ہوں مجھ کو پھڑپھڑا لے پیارے
 ٹوٹ کے اور نہ مانے میرا دل ناممکن
 جلد آ جلد کہ ہوں لشکرِ اعدا میں گھرا
 فضل کر فضل کہ میں یکتہ و تنہا جاں ہوں
 رہ چکے پاؤں، نہیں جسم میں باقی طاقت
 غیر کو سو نہ دیو جو کہ کوئی حسدِ دُر
 دشت و کوہسار میں جب آئے نظر جلوہٴ خن
 کیوں کروں فرق یونہی دونوں مجھے یکساں ہیں
 ہو کے کنگال جو عاشق ہو رُخِ سلطان پر
 مجھ سے بڑھ کے میری حالت کو یہ کہتے ہیں بیاں
 غاہری دُکھ ہو تو لاکھوں ہیں فدا فی موجود

عجب کہ موت سے فدا بچا لے پیارے
 مجھ گنہ گار کو اپنا ہی بنا لے پیارے
 غرق ہوں بحرِ معاصی میں بچا لے پیارے
 کس کی طاقت ہے تیرے حکم کو ٹالا لے پیارے
 پڑے ہے ہیں مجھے اب جان کے لالے پیارے
 میں مقابل پہ حوادث کے رسلے پیارے
 رحم کر گود میں اب مجھ کو اٹھا لے پیارے
 کر گیا تھا ہمیں تیرے ہی حوالے پیارے
 تیرے دیوانے کو پھر کون سنبھالے پیارے
 سب ترے بند ہیں گوسے ہوں کہ کالے پیارے
 حوصلے دل کے وہ پھر کیسے نکالے پیارے
 مُنہ سے گوچپ ہیں سرِ پاؤں کے چھالے پیارے
 دل کے کانٹوں کو منگر کون نکالے پیارے

ہم کو اک گھونٹ ہی دے صدقہ میں بیٹا کے
 پی گئے لوگ مئے وں کے پیلے پیلے
 گر نہ دیدار میسر ہو نہ گفتار نصیب
 کوچہ عشق میں جا کر کوئی کیا لے پیلے
 فضل سے تیرے جماعت تو ہوتی ہے تیار
 حزب شیطان کیسے رخنہ نہ ڈالے پیلے
 قوم کے دل پہ کوئی بات نہیں کرتی اثر
 تو ہی کھولے گا تو کھولے گا یہ تالے پیلے
 پردہ غیب سے امداد کے ساماں کر دے
 سب کے سب بوجھ برے آپ اٹھالے پیلے

نام کی طرح برے کام بھی کر دے محمود
 مجھ کو ہر قسم کے عیبوں سے بچا لے پیلے



کیوں غلامی کروں شیطان کی خدا کا ہو کر
 مدعا تو ہے دُہی جو رہے پورا ہو کر
 درد سے ذکر ہوا پیدا، ہوا ذکر سے جذب
 رہ گیا سایہ سے محروم ہوا بے برکت
 جب نظر میری پڑی ماضی پہ دل خون ہوا
 چاہیے کوئی تو مقرب ترحم کے لیے
 نہ لے تو بھی دھڑکتا ہے ملیں تو بھی اے دل
 حُسنِ ظاہر پہ نہ تُو بھول کہ سو حسرت و غم
 اس کی ہر جنبش لب کرتی ہے مُڑے زندہ
 دل کو گھبرا نہ سکے لشکرِ افکار و ہوم
 ہائے وہ شخص کہ جو کام بھی کرنا چاہے
 ایسے بیمار کا پھر اور ٹھکانا معلوم
 وہ غنی ہے یہ نہیں اس کو یہ ہرگز بھی پسند

اپنے ہاتھوں سے بُرا کیوں بنوں اچھا ہو کر
 التجا ہے وہی جو لوٹے پذیرا ہو کر
 میری بیماری لگی مجھ کو مسیحا ہو کر
 سرو نے کیا لیا احباب سے اُدنچا ہو کر
 جان بھی تن سے مری نکلی پسینہ ہو کر
 میں نے کیا لینا ہے اے دوستو اچھا ہو کر
 تجھ کو کیا بیٹھنا آتا نہیں غپلا ہو کر
 پھوڑ جائے گا بس آخر یہ تماشا ہو کر
 حشر دکھلائے گا اب کیا ہمیں برپا ہو کر
 بارک اللہ! لڑا خوب ہی تنہا ہو کر
 دل میں رہ جائے وہی اس کے تنا ہو کر
 دے سکے تم نہ شفا جس کو میٹھا ہو کر
 غیر سے تیسرا تعلق رہے اُس کا ہو کر

ذلت و بکثت و خواری ہوئی مُسلم کے نصیب دیکھئے اور ابھی رہتا ہے کیا کیا ہو کر
 داغ بدنامی اٹھائے گا جو حق کی خاطر آسماں پر وہی چمکے گا ستارا ہو کر
 غیر ممکن ہے کہ تو ماندہ سُلطاں پر کھاسکے خوانِ حدایت سب دُنیا ہو کر
 قلبِ عامی جو بدل جائے تو کیوں پاک نہ ہو نے اگر طیب و صافی بنے سرکہ ہو کر
 حق نے محمودِ ترا نام ہے رکھا محمود
 چاہیے تجھ کو چمکنا یہ بیضا ہو کر



ہے رمضانے ذاتِ باری اب رمضانے قادیان
 وہ ہے خوش اموال پر، یہ طالبِ یدار ہے
 گر نہیں عرشِ مُعلیٰ سے یہ ٹکراتی تو پھر
 دعوائی طاعت بھی ہوگا اذعانے پیار بھی
 میرے پیائے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک
 بن کے سُوج ہے چمکتا آسماں پر روز و شب
 غیر کا افسون اس پہ چل نہیں سکتا کبھی
 لے تو اب جستجو اس کی ہے اُنیدِ محال
 یا تو ہم پھرتے تھے اُن میں یا ہوا یہ انقلاب
 خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقامِ پاک کا
 آہ کیسی خوش گھڑی ہوگی کہ بائیلِ مرام
 پہلی اینٹوں پر ہی رکھتے ہیں نئی اینٹیں ہمیش
 صبر کر اے ناقہ راہِ صدی بہت نہ ہار
 لیشیاد یورپ و امریکہ و افریقہ سب
 منہ سے جو کچھ چاہے بن جائے کوئی پر حق یہ ہے
 گلشنِ احمد کے پھولوں کی اڑالائی جو بو
 جب کبھی تم کو ملے موقعِ دُعا مے خاص کا

مدعا مے حق تعالیٰ مدعا مے قادیان
 بادشاہوں کے بھی افضل ہے گدا مے قادیان
 سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدق قادیان
 تم نہ دیکھو گے کہیں لیکن وفائے قادیان
 ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیان
 کیا عجب مجھ نما ہے رہنمائے قادیان
 لے اُڑی ہو جس کا دل زلفِ دوائے قادیان
 لے چکا ہے دل برا تو دلربائے قادیان
 پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوہِ ہائے قادیان
 سوتے سوتے بھی یہ کدُٹھائے قادیان
 باندھیں گے رختِ سفر کو ہم برائے قادیان
 ہے تمہی چرخِ چہارم پر بنائے قادیان
 دُور کر دے گی اندھیروں کو ضیائے قادیان
 دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگِ ہائے قادیان
 ہے بہارِ اقدِ فقط حُسن و بہائے قادیان
 زخمِ تازہ کر گئی بادِ صبا مے قادیان
 یاد کر لینا یہیں اہلِ وفائے قادیان

انبا الفضل جلد ۱۲-۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء ۶ لے یہ نظم حضور نے ۱۹۲۳ء میں سفرِ یورپ کے دوران فرمائی تھی۔

میں تو کمزور تھا اس واسطے آیا نہ گیا
 نفس کو بھوننا چاہا یہ بھلایا نہ گیا
 عشق اک راز ہے اور راز بھی اک پیلے کا
 دیکھ کر ارض و سما بارِ گرانِ تشریح
 ہم بھی کمزور تھے طاقت نہ تھی ہم میں بھی کچھ
 کس طرح تجھ کو گناہوں پہ ہونی یوں جرات
 کفر نے لاکھ تدابیر کیں لیکن پھر بھی
 ملتا کس طرح کہ تدبیر ہی صائب نہ ہوتی
 اس کے جلوے کی تباہی تمہیں کیا کیفیت
 جاہ و عزت تو گئے، بکھر نہ چھوٹا مسلم !
 چین سے بیٹھتے تو بیٹھتے کس طرح کر ہم
 کس طرح مانوں کہ تم سے بھی بھلایا نہ گیا
 جان جاتی رہی پر اپنا پرایا نہ گیا
 مجھ سے یہ راز صدا فوس چھپایا نہ گیا
 وہ گتے ششدر و حیران اٹھایا نہ گیا
 قول آت کا مگر ہم سے ہٹایا نہ گیا
 اپنے ہاتھوں سے بھی زہر تو کھیا نہ گیا
 صفحہ دہر سے اسلام منایا نہ گیا
 دل میں دھونڈا نہ گیا غیر میں پایا نہ گیا
 مجھ سے دیکھا نہ گیا تم کو دکھایا نہ گیا
 بھوت تو چھوڑ گیا تجھ کو یہ سایا نہ گیا
 دور بیٹھا نہ گیا پاس بٹھایا نہ گیا

جانِ محمود ترا حُسن ہے اک حُسن کی کان
 لاکھ چاہا یہ ترا نقش اڑایا نہ گیا



مید و شکارِ غم ہے تو مُسلمِ خستہ جان کیوں
 بیٹھنے کا تو ذکر کیا، بھانگنے کو جگہ نہیں
 ڈھونڈتے ہیں تجھی کو کیوں سارے جہاں کے ابتلا
 کیوں نہیں پہلی رات کا خواب تیری بڑائیاں
 ہاتھ میں کیوں نہیں وہ زور بات میں کیوں نہیں اف
 واسطہ جہل سے پڑا وہم ہوا رفیقِ دہر
 رہتی ہیں بے شمار کیوں تیری تمام محنتیں
 سارے جہاں کے ظلم کیوں ٹوٹتے ہیں تجھی پر آج
 تیری زمیں، رہن کیوں ہاتھ میں گجرِ سخت کے
 کب معاش کی رہیں تیری ہراک گمڑی کب
 کیوں ہیں یہ تیرے قلب پر کفر کی چیرہ دستیائیں
 غلّی ترے کہ صر گئے غلّی کو جن پہ نازِ مٹا
 تجھ کو اگر خبر نہیں اس کے سبب کی مجھ سے سن
 منیع امن کو جو تو پھوڑ کے دُور چل دیا
 تیرے لیے جہاں میں امن ہو کیوں مان کیوں

ہو کے غلام تو نے جب رسمِ ودا قطع کی
 اس کے غلام در جو ہیں تجھ پہ ہوں مہربان کیوں



اصل پیغام ! یہ معلوم ہوا ہے مجھ کو
میرے آتے ہی (دھرم پہ کھلا ہے یہ راز
تم میں وہ زور وہ طاقت ہے اگرچہ ہو تو
آزمائش کے لیے تم نے چنا ہے مجھ کو
مجھ کو کیا شکوہ ہو تم سے کہ مرے دشمن ہو
حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں میں یاد ہے
میری غیبت میں لگا لو جو لگانا ہو زور
پھیر لو جتنی جماعت ہے مری بیعت میں
پھر بھی مغلوب رہو گے مرتے تا یوم البعث
ماننے والے مرتے بڑھ کے رہینگے تم سے
مجھ کو حاصل نہ اگر ہوتی خدا کی امداد
ایک تینکے سے بھی بدتر تھی حقیقت میری
تم بھی گرچہ ہاتھ ہو کچھ تو مجھ کو اس کی طرف
نفس ظالم بھی کبھی دیکھتا ہے روئے نجات
تم مرتے قتل کو نکلے تو ہو پر غور کرو !
جن کی تائید میں مولیٰ ہو انہیں کس کا ڈر

بعض اجاب و فائیکش کی تحریروں سے
تم بھی میدانِ دلائل کے ہورن بیڑوں سے
چھلنی کر سکتے ہو تم پشتِ عدو تیروں سے
پشت پر ٹوٹ پڑے ہو مری شمشیروں سے
تم یونہی کرتے چلے آئے ہو جب کیوں سے
وہ بچائے گا مجھے مارے خطا گیموں سے
تیر بھی پھینکو کرو حملے بھی شمشیروں سے
باندھ لو ساروں کو تم مکروں کی زنجیروں سے
ہے یہ تقدیرِ خداوند کی تقدیروں سے
یہ قضاؤہ ہے جو بدلے گی نہ تیروں سے
کب کے تم چھید چکے ہو تے مجھے تیروں سے
فضل نے اس کے بنایا مجھے شہیدوں سے
فائدہ کیا تمہیں اس قسم کی تدبیروں سے
فتح ہوتے ہیں کبھی ملک بھی کفگیروں سے
شیشے کے ٹکڑوں کو نسبت بھلا کیا بیڑوں سے
بھی مینا د بھی ڈر سکتے ہیں نچڑوں سے

نہیں ممکن کہ میں زندہ رہوں تم سے جدا ہو کر
 جو اپنی جان سے ہیزار ہو پہلے ہی لے جاؤں
 ہمیشہ نفسِ آثارہ کی باگیں متام کر رکھو
 ملاجِ عاشقِ مضطرب نہیں ہے کوئی دنیا میں
 خدا شاہد ہے اکی راہ میں مرنے کی خواہش میں
 پھر ایسی کچھ نہیں پروا کہ دکھ ہو یا کہ راحت ہو
 مری حالت پہ جاؤں ارحم آئے گا نہ کیا تم کو
 رہوں گا تیرے قدموں میں ہمیشہ خاک پا ہو کر
 تمہیں کیا فائدہ ہو گا بھلا اس پر خفا ہو کر
 گرا دے گا یہ سرکش در نہ تم کو یخ پا ہو کر
 اُسے ہو گی اگر راحت میسر تو فنا ہو کر
 برا ہر ذرۂ تن ٹھک رہا ہے التجا ہو کر
 رہو دل میں ہرے گر عمر بھر تم مدعا ہو کر
 اکیلا چھوڑ دو گے مجھ کو کیا تم با وفا ہو کر

کہاں ہیں ماتی و بہرِ ناز و بھیں فنِ احمد کو
 دکھایا کیسی خوبی سے شیلِ مُسطفا ہو کر



سیدہ مریم صدیقہ کی آئین

مریم نے کیا ہے ختم قرآن
افغان تو پڑھ لے ہیں سائے
افغان سے یہ ہری دُعا ہے
توفیق ملے اُسے عمل کی
مولیٰ کی عنایت و کرم کا
صلقہ میں ملائکہ کے کھیلے
ہو فضلِ خدا کی اس پہ بارش
ہو مرہمِ دُغمِ دل شکستہ
سردقہٗ خیالِ یارِ ازل
ہو عرصہٗ منکرِ رشکِ گشن
آنکھوں میں حیا چمک رہی ہو
فکروں سے خدا اسے بچائے
ہو دونوں جان میں معزز
مرضی ہو خدا کی اس کی مرضی
سب عسر بسر ہو اتفاقیں
آمین - کہیں میری دُعا پر
مولیٰ سے دُعا سے پیاری بہنو!

افغان کا ہے یہ اس پہ احساں
اب باقی ہے مطلبِ افسان
ان کو بھی کرے وہ اس پہ آساں - آمین
کامل ہو ہر اک جہتِ ایماں - آمین
سایہ ہے اس کے سر پہ ہر اک - آمین
ہر دم ہے دُور اس سے شیطان - آمین
پھیلا ہے خوب اس کا دامان - آمین
ہو عادتِ مہر و لطفِ احساں - آمین
دل نور و وفا سے مہرِ تاباں - آمین
میدانِ خیالِ صد گستاں - آمین
منہٗ حکمتِ علم سے دُورِ افشاں - آمین
پیدا کرے خرمی کے سامان - آمین
ہوں چھوٹے بڑے سبھی شناخواں - آمین
مولیٰ کی رضا کی ہو یہ جو یاں - آمین
ہر لحظہ رہے یہ زیرِ فرماں - آمین
بیٹھے ہیں تمام لوگ جو یاں - آمین
تنگو بھی دکھائے وہ یہ خوشیاں - آمین

دل برا بے قرار رہتا ہے سینہ میلہ نگار رہتا ہے
 نیک و بد کا نہیں بٹے کچھ ہوش مریں ہر دم غماز رہتا ہے
 تیرے عاشق کا کیا بتائیں حال رات دن اشکبار رہتا ہے
 اس کی شب کا نہ پوچھ تو جس کا دن بھی تاریک قرار رہتا ہے
 دل برا توڑتے ہو کیوں جانی آپ کا اس میں پیار رہتا ہے
 کیا نرالی یہ رسم ہے عاشق دے کے دل بے قرار رہتا ہے
 المدد! ورنہ لوگ سمجھیں گے تیرا بندہ بھی غواز رہتا ہے
 مجھ کو گندہ سمجھ کے مت دشکار قرب گل میں ہی غار رہتا ہے
 ہے دل سوختہ کی بجائے طیب تو یہ سما بخار رہتا ہے
 وحشت عارضی ہے ورنہ حضور ہمیں بندہ قرار رہتا ہے
 باب رحمت نہ بند کیجے گا ایک اُمیدوار رہتا ہے
 اس کو بھی چینک دیجے گا کہیں ایک مٹھی غبار رہتا ہے
 فکر میں جس کی گھل رہے ہیں ہم اُن کو ہم سے غماز رہتا ہے
 برکتیں دینا گالیاں سُنا اب یہی کاروبار رہتا ہے
 فریہ تن کس طرح سے ہو محمود رنج و غم کا شکار رہتا ہے



یارو! یہ سچ وقت کہ مٹی جن کی انتظار
 آئے بھی اور آ کے چلے بھی گئے وہ آہ!

آمد مٹی ان کی یا کہ خدا کا نزول تھا
 وہ پیڑ ہو رہے تھے جو مدت چوب خشک

پل بھر میں میل سینکڑوں برسوں کی دھل گئی
 پڑ کر گئے سلاح سے بھولی مراد کی

پر تم یونہی پڑے رہے غفلت میں خواب کی
 مدحیف ایسے وقت کو ہاتھوں سے کھو دیا

رہ تکتے تکتے جن کی کردلوں ہی مر گئے
 ایام سعد ان کے بسرعت گذر گئے

صدیوں کا کام تھوڑے سے عرصہ میں کمر گئے
 پڑتے ہی ایک پھینٹا دلہن سے بکھر گئے

صدیوں کے بگڑے ایک نظر میں سدھر گئے
 دامان آرزو کو سعادت سے مبر گئے

دیکھا نہ آنکھ کھول کے سامعی بدھر گئے
 واحتراب کہ جیتے ہی جی تم تو مر گئے

سونگھی نہ بونے خوش نہ ہوئی دیدر گل نصیب
 افسوس دن بہار کے یونہی گذر گئے



کونسا دل ہے جو شرمندہ احسان نہ ہو
 میرے ہاتھوں سے بُدایا رکھادانا نہ ہو
 مٹھنے گوشت، وہ دل میں جو ایمان نہ ہو
 اپنی حالت پہ یونہی خرم و شادان نہ ہو
 مبتلائے غم و آلام پہ غمندان نہ ہو
 اپنے اعمال پہ غرہ اُڑے نادان نہ ہو
 نہ ٹلیں گے نہ ٹلیں گے نہ ٹلیں گے ہم بھی
 رنگ بھی روپ بھی ہو خُن بھی ہو لیکن پھر
 نہ ہسی جود پہ وہ کام تو کر تو جس میں
 عشق کا دعویٰ ہے تو عشق کے آثار دکھا
 مرجبا! وحشتِ دل تیرے سبب سے یہ سُنا
 بادۂ نوشی میں کوئی لطف نہیں ہے جب تک
 بُہل زار تو مرجبا نے تڑپ کر فوراً

کونسی رُوح ہے جو خائف و ترسان نہ ہو
 میری آنکھوں سے دُہا بھل کھل کُن نہ ہو
 خاک سی خاک ہے وہ جسم میں گرجان نہ ہو
 یہ سکوں پیش زدِ آبدِ طوفان نہ ہو
 یہ کیس تیرے تباہی کا ہی سامان نہ ہو
 تُو بھلا چیز ہے کیا اُس کا جو احسان نہ ہو
 جب تملک سرِ بدیع و کُفر کا میدان نہ ہو
 فائدہ کیا ہے اگر سیرتِ انسان نہ ہو
 غیر کا نفع، ہو تیرا کوئی نقصان نہ ہو
 دعویٰ باطل ہے وہ جس دعویٰ پہ بُہان نہ ہو
 میں ترے پاس ہوں سرگشتہ و حیران نہ ہو
 صحبتِ یار نہ ہو مجلسِ رندان نہ ہو
 گر گلِ تازہ نہ ہو بوئے گلستان نہ ہو

تیری خدمت میں یہ ہے عرض بعدِ عجز و نیاز
 تو ہے مقبول الٰہی بھی تو یہ بات نہ بھول
 ابن آدم ہے نہ کچھ اور تجھے خیال رہے
 تجھ میں ہمت ہے تو کچھ کر کے دکھا دُنیا کو
 اپنے ہاتھوں سے ہی خود اپنی عمارت نہ گرا
 جود و احسان شہنشاہِ نظر رکھ اپنی
 اپنے اوقات کو لے نفسِ حریص و طامع
 قبضہٴ غیر میں لے جاں ہری جان نہ ہو
 سامنے تیسرے کوئی موٹی عُمران نہ ہو
 عدنیان سے بڑھ کر کیسے عصیان نہ ہو
 اپنے اُجداد کے اُعمال پہ نازان نہ ہو
 مغربِ دین نہ بن دشمنِ ایمان نہ ہو
 جو رُغصیاں پہ افسردہ و نالان نہ ہو
 شکرِ منت میں لگا طالبِ احسان نہ ہو

اُگ ہوگی تو دُعاں اس اُنے کا محمود

غیر ممکن ہے کہ ہو عشق پہ اعلان نہ ہو



ہوتا تھا کبھی میں بھی کسی آنکھ کا تارا
 دُنیا کی نگہ پڑتی تھی جن ماہِ دشوں پر
 ہو جاتی تھی موجود ہر اک نعمتِ دُنیا
 محبوبوں کا محبوب تھا دلداروں کا دلدار
 تنوڑی سی بھی تکلیف مری اُن پہ گراں تھی
 یا آج مرے حال پہ روتا ہے فلک بھی
 یا غیر بھی آکر مری کرتے تھے خوشامد
 یا میری ہنسی بھی تھی عبادت میں ہی دہل
 یا کند چھڑی ہاتھ میں دیتا نہ تھا کوئی
 یا زانوئے دلدار مرا تکیہ تھا یا آبِ
 جو گھنٹوں جنت کیا کرتے تھے باتیں
 جس پر مجھے اُمید تھی شافعِ مرا ہوگا
 ہے مبر جو جاں سوز تو نہ یاد دیا سوز

بتلاتے تھے اک قیمتی دل کا مجھے پارا
 وہ بھی مجھے رکھتے تھے دل و جان سے پیارا
 بس چاہیے ہوتا تھا ہر ایک اشارا
 معشوقوں کا معشوق دُلا روں کا دُلا را
 کرتے نہ تھے اک کانٹے کا چُبنا بھی گُلا
 سُورج کا جگر بھی ہے غمِ درخ سے پارا
 یا اپنوں نے بھی ذہن سے اپنے ہئے اتارا
 یا زُحہد و تقید میں بھی پاتا ہوں خُلا
 یا زخموں سے اب جسمِ مرا چور ہے سارا
 سر رکھنے کو ملتا نہیں تپسہ کا سارا
 اب سامنے آنے سے بھی کرتے ہیں کنارا
 اسِ سماعتِ عُمرت میں ہے اُس نے بھی بسارا
 بے تابِ خموشی ہے نہ گویائی کا پارا

قوت تو بٹے چوڑ پھی ہی تھی کسی کی
 اب بھکوں تو کس طرح ان آفات بھکوں
 سالک تھا اسی شکر و غم و ہنج میں ڈوبا
 اے میدانِ معائب ہنگامہ یار کے گشتے
 تکلیف میں ہوتا نہیں کوئی بھی کسی کا
 مرزا ہے تو اس دُور پہ ہی مر جی تو دیں جی
 مانا کہ ترے پاس نہیں دولتِ اعمال
 اب مبر بھی کیا جانے کدھر کو ہے بعدِ ماما
 یہ ایسا سمندر ہے نہیں جس کا کنارہ
 ناگاہ اُسے ہاتھ فیہی لے پیکارا
 جس نے تجھے مارا ہے وہی ہے ترا چارا
 احباب بھی کر جاتے ہیں اس وقت بھلا
 ہوگا تو دیں ہوگا ترے درد کا چارا
 مانا ترا دُنیا میں نہیں کوئی سہارا

پر صورتِ احوال اُنیں جا کے بتاؤ
 شاہاں چہ عجب گریزاؤں گدا را



عشق و وفا کے افسانے

پوچھو جو اُن سے زلف کے دیوانے کیا ہوئے
اے شمعِ رُدتا، ترے پردے کیا ہوئے
غم خانہ دیکھتے تھے جو آنکھوں میں یار کی
جن پر ہر اک حقیقتِ غنی تھی منکشف
فرماتے ہیں کہ میری بلا جانے کیا ہوئے
تھے بے پنے کے مُت جو مٹانے کیا ہوئے
وہ داتقانِ راز وہ فرزانے کیا ہوئے
ساقی کدھر کو چل دیئے میخانے کیا ہوئے
عشق و وفا و مہر کے افسانے کیا ہوئے
ابوابِ بغض و غدر و شقاوت ہیں کُل ہے

امیدِ وصلِ حسرت و غم سے بدل گئی
نقشِ ترویم یارِ خدا جانے کیا ہوئے



فصل الہی کے غیبی سامان

ہم انہیں دیکھ کے حیران ہوئے جاتے ہیں
دشمن آدم کے ہونا دان ہوئے جاتے ہیں
گیسوئے یار پریشان ہوئے جاتے ہیں
غیب سے فضل کے سامان ہوئے جاتے ہیں
صُن ہے داد طلب عشق تماشائی ہے
تیری تعلیم میں کیا جاؤ بھرا ہے مرزا
سینکروں عیب نظر آتے تھے جن کو اس میں
گورے کالے کی اٹھی جاتی ہے نیاسے تیز
سجھ اٹک پر دئی ہے وہ تو نے واہد
مرد وزن عشق میں تیسرے ہیں برابر سرشار
ہے ترقی پہ ہر جوش جنوں ہر ساعت
بیٹھ جاؤ ذرا پہلو میں مرے آکے کہ آج

خود بخود چاک گریبان ہوئے جاتے ہیں
ہائے انسان سے شیطان ہوئے جاتے ہیں
اب تو داعی بھی پشیمان ہوئے جاتے ہیں
مرحلے سارے ہی آسان ہوئے جاتے ہیں
لاکھ پردوں میں وہ عریان ہوئے جاتے ہیں
جس سے حیوان بھی انسان ہوئے جاتے ہیں
وہ بھی اب عاشقِ قرآن ہوئے جاتے ہیں
سب ترے تابع فرمان ہوئے جاتے ہیں
گجر بھی اب تو مُسلمان ہوئے جاتے ہیں
ہر ادا پر تری تبران ہوئے جاتے ہیں
تنگ سب دشتِ بیابان ہوئے جاتے ہیں
سب ارادے ہر ارمان ہوئے جاتے ہیں

جوشِ گریہ سے پھٹا جاتا ہے دل پھر محمود

اٹک پھر قطرہ سے طوفان ہوئے جاتے ہیں



بخش دو رحم کرو شکوے گلے جانے دو
دوستو! کچھ نہ کہو مجھ سے مجھے جانے دو
پڑ گئی جس پہ نظر ہو گیا مدہوش وہی
دوستو! رحم کرو کھول دو زنجیروں کو
سر پہ پر فکر نہیں، دل ہے پر امید نہیں
تھیں تریاق مبارک ہو مجھے زہر کے گھونٹ
دوستو! سمجھو تو ہے زندگی اس موت کا نام
دل کی دل جانے مجھے کام نہیں کچھ اس سے
نفس پر بوجھ ہی ڈالو گے تو ہوگی اصلاح
فکر پر فکر تو غم پر ہے غموں کی بوچھاڑ
اک طرف عقل کے شیطان ہے تو اک جانب نفس
بھی غیرت کے بھی دکھلانے کا موقع ہو گا
کٹ گئی عمر رگڑتے ہوئے ماتھا در پر
مجھ سے ہے اور تو غیروں سے ہے کچھ اور سلوک

مر گیا ہجر میں میں پاس مجھے آنے دو
غجر ناز سے تم سر مجھے کٹوانے دو
میرے دلدار کی آنکھیں ہیں کہ غم خانے دو
جا کے جنگل میں مجھے دل ذرا بہلانے دو
اب ہیں بس شہر کے باقی یہی دیر آنے دو
غم ہی اچھا ہے مجھے تم مجھے غم کھانے دو
یار کی راہ میں اب تم مجھے مرجانے دو
اپنی ڈالی ہوئی گئی اسے سلھانے دو
اونٹ لدتے ہیں یونہی جینے چلنے دو
سانس تو لینے دو تھوڑا سا توستانے دو
ایک دانا کو ہیں گھرے ہوئے دیوانے دو
یا یونہی کہتے چلے جاؤ گے تم جانے دو
کاش تم کہتے کبھی تو کہ اسے آنے دو
دلبر آپ بھی کیا رکھتے ہیں پیمانے دو

تن سے کیا جان جدار ہستی، یا جان سے تن

راستہ چھوڑ دو دربانو مجھے جانے دو



تو وہ قادر ہے کہ تیرا کوئی ہمنس رہی نہیں
 لذتِ جہل سے محروم کیا، علم نے آہ!
 گمونے چڑیوں کے ہیں مانیں ہیں شیروں کیلئے
 خوف اگر ہے تو یہ ہے تجھ کو نہ پاؤں ناراض
 عشق بھی کیل ہے ان کا کہ جود رکھتے ہیں
 آنکھیں پر دم ہیں جگر کڑے ہے سینہ ہے چاک
 ذرہ ذرہ مجھے عالم کا یہ کہتا ہے کہ دیکھ
 دل کے بہہ جانے کی نالے بھی خبر دیتے ہیں
 خواہش وصل کروں بھی تو کروں کیونکوں
 دل سے ہے وسعتِ ترحیبِ جنتِ مفتود
 قربِ دلدار کی راہیں تو کھلی ہیں لیکن
 کیا کروں میں چے اسبابِ میر ہی نہیں

ہے غمِ نفسِ ادمِ منکرِ ادمِ عالم کا
 یقین ممکن ہی نہیں، امنِ مقدر ہی نہیں



مرے ہمارا بیشک دل محبت کا ہے پیانا ہے اس کا حال زندانہ تو اس کی چال متانا
نئے جاں بخش بنتی ہے جہاں ہے یہ وہ میخانہ مگر وہ کیا کرے جس کا کہ دل ہو جائے ویرانہ

نظر آئیں تمناؤں کی چاروں بہت میں قبریں

مرے ہمارا کہتے ہیں کہ اک شے نور ہوتی ہے جب آتی ہے تو تاریکی معا کا فور ہوتی ہے
علاج رنج و غم ہائے دل رنجور ہوتی ہے طبیعت کتنی ہی افسردہ ہو مسرور ہوتی ہے

مگر ہم کیا کریں جن کے کرون بھی ہو گئے راتیں

مرے ہمارا آنکھیں بھی غذا کی ایک نعمت ہیں ہزاروں دولتیں قربان ہوں جس پر وہ دولتیں
بنائے جسم میں پر ہے کہ باب علم و حکمت ہیں مثالِ خضر ہمراہ طلب گار زیارت میں

مگر وہ منہ نہ دکھلائیں تو پھر ہم کیا کریں آنکھیں

وہ خوش قسمت ہیں جو گر پڑ کے اس مجلس میں جا پہنچے بھی پاؤں پہ سر رکھا بھی دامن سے جا پٹے
غرم جس طرح بن آیا مطالب اُن سے منوائے مرے ہمارا پر وہ پر شکستہ کیا کریں جن کے

ہو امیں اڑ گئے نالے، گئیں بے کار فریادیں

بجا ہے ساری دُنیا ایک لفظ میں گاہے نقشہ
جدھر دیکھو چمک اس کی جدھر دیکھو ظہور اس کا
مرے ہمارے سب دُنیا کا کام اس میں پڑا ہے چلتا
مگر تین بھی تہی ہوتی ہے جب ہو سامنا تو کٹکا
بھلا وہ کیا کریں میں کو جو ان کی یاد سے اتریں

دلِ بالوں سینہ میں اندھیرا چاروں جانب میں
نہ آنکھیں ہیں کہ رہ پائیں نہ پڑیں جن سے اڑ جائیں
نہ احساسِ انانیت کہ اس کے زور سے سنبھیں
مرے دلدار ہم پر بندیں سب وصل کی مایاں
سو اس کے کلابِ خود آپ ہی کچھ لطف فرمائیں

ہمارے یکسوں کا آپ کے بن کون ہے پیارے
نظر آتے ہیں مارے غم کے اب تو دن کو بھی تارے
نہیں دل اپنے سینوں میں دھمکے ہیں بلکہ لگا لگائے
پٹھکے جاتے ہیں سر سے پاؤں تک ہم ہجر کے مارے
بس اب تو رحم فرمائیں چلے آئیں چلے آئیں



پہنائیں در پہ یار کے وہ بال و پر کہاں
 کر دے رسا دعا کو ہری وہ اثر کہاں
 ہر شب اسی اُمید میں سوتا ہوں دوستو!
 سجدہ کا اذن دے کے مجھے تاجور کیا
 میری طرح ہر اک ہے یہاں مبتلائے عشق
 از بس کہ انفعال سے دل آب آب تھا
 فرقت میں تیسری ہر جگہ دیرانہ بن گئی
 مہرِ غلطہ انتظار ہے ہر وقت جستجو
 جب نقدِ جان سوئپ دیا تجھ کو جانِ ہن
 کچھ بھی خبر نہیں کہ کہاں ہوں کہاں نہیں
 حیران ہوں کہ دن کسے کہتے ہیں دوستو
 عاشق کے آنسوؤں کی ذرا آب دیکھ لیں
 درو آشنائی غم، حبلِ میں میں کہاں

دیکھے جمالِ یار جو ایسی نظر کہاں
 دھوئے جو سب گندہ مرے وہ چشمِ تر کہاں
 شاید ہو۔ مسلِ یار میسر، مگر کہاں
 پاؤں ترے کہاں ہرانا چینہ سر کہاں
 حیران ہوں کہ ڈھونڈوں میں اب نامہ بر کہاں
 آنکھوں سے بہہ گیا مرا نورِ نظر کہاں
 اب زندگی کے دن یہ کروں میں بسر کہاں
 رہتا ہے اب تو منہ پر مرے بس کدھر کہاں
 پاس آ کے بجلا مرے خوفِ خطر کہاں
 جب جان کی خبر نہیں تن کی خبر کہاں
 سورج ہی جب طلوع نہ ہو تو سحر کہاں
 بیرے کہاں ہیں محل کہاں ہیں گھر کہاں
 فرقت نصیب مادر و فنا قد پر کہاں

اے دل اُسی کے در پہیں اب جا کے بیٹھ جا ارا پھروں گا ساتھ ترے دُر بدر کہاں
 تیری نگاہِ نطف اُتارے گی مجھ کو پار کہنے میں مجھ سے عشق کے یہ بھردہ کہاں
 چکولے کھا رہی ہے مری ناؤ دیر سے دیکھوں کہ پھینکتی ہے قضا و قدر کہاں
 دیکھو کہ دل نے ڈالی ہے جا کر کہاں مکند کوڈا تو ہے یہ بحرِ محبت میں پر کہاں
 ممکن کہاں کہ غیر کرے مجھ سے ہنسری
 وہ دل کہاں وہ گردے کہاں وہ جگر کہاں



سب سے پیسہ میری ناکام ہوئی باقی ہے
وہ لبِ سُرخ ہیں گویائی پہ آمادہ پھر
لطفِ خلوت جو اٹھانا ہو اٹھا لو یارو
مضطرب ہو کے چلے آتے ہیں میری جانب
ان کو اظہارِ محبت سے ہے نفرت محمود
عشق ہے جلوہ نگنِ فطرتِ وحشی پہ مری
جراتِ زلف تو دیکھو کہ بروزِ روشن
خود سری تیری گر اسلام ہوئی باقی ہے
لذتِ عیش جہاں دیکھ کے بھولا مُسلم
کیا سبب ہے کہ تجھے دے کے دل لے چشمِ فیض

پھر مٹے جاتے ہیں ہر قسم کے دُنیا سے فساد
مقل پھر تابعِ اسام ہوئی باقی ہے



یہ خاکسار نابکار ولسراؤ ہی تو ہے
جو پہلے دن سے کہہ چکا ہوں مدعاؤ ہی تو ہے
جو غیر پر نگہ نہ ڈالے آشناؤ ہی تو ہے
نظر تھی جس پہ رحم کی جو خوشہ چینِ فضل تھا
یہ بے رُخی ہے کس سبب سے میں وہی ہوں بگڑا تھا
مزائے عشق بھر ہے جزائے صبر وصل ہے
نہیں ہیں میرے قلب پہ کوئی نئی تجلیاں
نہیں ہے جس کے ہاتھ میں کوئی بھی شے وہی تو ہوں
بھنور میں پھنس رہی ہے گوئیں ہے خوفِ ناؤ کو
کے جس کو آپ کتے تھے ہے با وفاؤ ہی تو ہے
میری طلبِ دُہی تو ہے میری دُعاؤ ہی تو ہے
جو غیر کے سوانہ دیکھے چشمِ داؤ ہی تو ہے
دلی غلامِ جاں نثار آپ کا دُہی تو ہے
میرے گنہ وہی تو ہیں میری خطاؤ ہی تو ہے
میری سزاؤ ہی تو ہے میری جزاؤ ہی تو ہے
جرا میں تھا جو جہلہ گریہ انداؤ ہی تو ہے
جو ہے قدیرِ خیر و شر میرا خداؤ ہی تو ہے
پایا جس نے لوح کو تھا نا خداؤ ہی تو ہے
ہے جس کا پھول خوشنما ہے جس کی چالِ جانفزا
میرا چمنِ دہی تو ہے میری صباؤ ہی تو ہے



تیرے دُر پری میری جان نکلے
نکل جائے مری جاں خواہ تن سے
ہوں اک عرصہ سے خواہاں اجازت
مرے پاس آ کے شد بیٹھ جاؤ
سمجھتا تھا ارادے ساتھ دیں گے
مجھے سب رنج و کلفت بھول جائے
گنوا دی رقت کی خواہش میں سب عمر
ہوا کیا سیرِ عالم کا نتیجہ
ترے ہاتھوں سے لے نفسِ دنیٰ سن
لنا دُور جاں و مال و آبرو سب
نکلے گی ہے مری جاں تو نکل جائے
نہ پایا دوسرا تجھ سا کوئی بھی
غضب کا ہے ترا یہ حُسنِ مخفی
تری نسبت نے تھے جس قدر عیب
بھی نکلے نہ دل سے یاد تیری
نہ کی ہم نے کمی کچھ مانگنے میں
سمجھتا تھا کہ ہوں صیدِ مصائب

خُدا یا یہ مرا ارمان نکلے
نہ دل سے پر مرے ایمان نکلے
مرے بارے میں بھی فرمان نکلے
کہ پہلو سے مرے شیطان نکلے
مگر وہ بھی یونہی مہمان نکلے
جو تیری دید کا ارمان نکلے
دریغ! ہم بہت نادان نکلے
پریشاں آئے تھے حیران نکلے
جنہیں دیکھا وہی نالان نکلے
جو میرے گھر بھی تو آن نکلے
نہ دل سے پر ترا پسکان نکلے
زمین و آسمان سب چھان نکلے
جنہیں دیکھا ترے خواہان نکلے
وہ سارے جھوٹ اور بتان نکلے
بھی سر سے نہ تیرا دھیان نکلے
مگر تم بخششوں کی کان نکلے
مگر سوچا تو سب احسان نکلے

ہے زیریں یرسہرہر ایکن وہی مجھو ہے
مطلقاً غیسر از فنا راہ بقا ممدو ہے
سوچتا کوئی نہیں فردوس کیوں مقصود ہے
شاید اس کے دل میں آیا میری جائے غبار
وہ برابر ہے مآبد میں ہوں اسی کا ازل
احتیاج اک نقص ہے جلوہ گری ہے اک کمال
بے ہنر کو پوچھتا ہی کون ہے دنیا میں آج
مانگ پر ہوتی ہے پیداوار چونکہ وہ نہیں
یکوں نہ پاؤں اُس کی درگاہ سے جہاں ہے حساب
دل کی حالت پر کسی بندے کو ہو کیا اطلاع
مذہا ہے میری ہستی کا کہ مانگوں بار بار
باپ کی سنت کو چھوڑا ہو گیا صید ہوا
جب تک تدبیر پنجہ کش نہ ہو تقدیر سے

آنکھ سے اوصل ہے گودل میں وہی موجود ہے
بٹ گیا جوراہ میں اس کی وہی موجود ہے
آرزو باقی ہے لیکن نہ مامقصود ہے
آسمان چاروں طرف سے کیوں غبار آلود ہے
مجھ کو کیا خور و جہاں سے وہ مامقصود ہے
مقتضائے حسن ستر شاہد و مشہود ہے
ہے کوئی تو تجھ میں جو ہر تو اگر محسود ہے
جنس تقویٰ اس لیے دنیا سے اب منقود ہے
ہے ہری نیت توبے مد کو عمل ممدو ہے
بس وہی محسود ہے جو اس کے ہاں محسود ہے
مقتضائے اُن کی طبیعت کا سخا و جود ہے
ابن آدم بارگاہ سے اس لیے مظرود ہے
آرزو بے فائدہ ہے التجا بے سود ہے

عشق و بیکاری اکٹھے ہونیں سکتے کسی

عرصہ سعی و محبتاں تا ابد ممدو ہے



میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 کیا جنت جائے گی یوں کیا پڑا روؤں گا میں نوح
 یاد رکھے چشمِ نئے گوں میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 خواہ تم کتنا ہی ڈانٹو خواہ تم کتنا ہی کوسو
 خواہ تم کتنا بھی جھڑکو میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 کیا ہوئی اُلفت ہماری کیا ہوئی چاہت تمہاری
 کھا چکا ہوں زخمِ کاری میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 مجھ سے تم نفرت کرو گے سامنے میرے نہ ہو گے
 ساتھ میرا چھوڑ دو گے میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 دل میں رکھوں گا چھپا کر آنکھ کی پُستل بنا کر

اپنے سینے سے لگا کر میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 اس قدر محنت اٹھا کر دولتِ راحت لٹا کر
 تم کو پایا حباں گنوا کر اب تو میں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 آسماں شاہد نہیں کیا میرے استرارِ وفا کا
 لے مری جاں میرے مولیٰ میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 تم ہو میری راحت جاں تم سے وابستہ ہے اماں
 زور سے پکڑوں گا اماں میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 کیا سناتے ہو مجھے تم کیوں ستاتے ہو مجھے تم
 بس بناتے ہو مجھے تم میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 سر کو پاؤں پر دھروں گا آنکھیں تلواروں سے لٹوں گا
 نقشِ پا کو چوم لوں گا میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 کیا مُلافتوں کی راتیں تھیں جو مجھ کو شبِ براتیں
 یوں ہی ہو جائیں گی باتیں میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا

میری حالت پر نظر کر عیب سے غفلت بسر کر
 ڈھیر ہو جاؤں گا مرکز پر تجھے جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا

ٹوٹ جائیں کس طرح سے عہد کے مضبوط رشتے
 اس لیے ہم کیا ملے تھے میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا

خواہ مجھ سے دودھ جاؤ منہ نہ سالوں تک دکھاؤ
 یاد سے اپنی مہلاؤ میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا

تم تو میرے ہو چکے ہو تم ہرے گھر کے دیے ہو
 میرے دل میں بس رہے ہو میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا

آؤ آؤ مان جاؤ مجھ کو سینے سے لگاؤ
 دل سے سب شکوے مٹاؤ میں تمہیں جانے نہ دوں گا
 میں تمہیں جانے نہ دوں گا



اک عمر گزر گئی ہے روتے روتے دامنِ عمل کا داغ دھوتے دھوتے
 یارانِ وطن! یہ خوابِ جنت کس کام دوزخ میں پسینہ چکے ہو سوتے سوتے
 آتا ہے تو اب گنہ میں لطف آتا ہے نوبت یہ پہنچ گئی ہے ہوتے ہوتے
 کیا کعبہ کو جاؤ گے تبھی تم جس وقت تھک جاؤ گے کشتِ ظلم بونے بونے
 چھانا کئے سب جہاں کو ان کی خاطر جب دیکھا تو دیکھا ان کو سوتے سوتے
 دیکھا نہ نگاہِ یارِ پالی ہم نے
 فرقت میں حواسِ دہوش کھوئے کھوئے



میں اپنے پیاروں کی نسبت ہرگز نہ کروں گا پسند بھی
 وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں اور اُن کی نگاہ رہے پیچی
 وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر شیروں کی طرح غراتے ہوں
 ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں تو منہ میں کُف بھر لاتے ہوں
 وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر اُمید لگائے بیٹھے ہوں
 وہ ادنیٰ ادنیٰ خواہش کو مقصود بنائے بیٹھے ہوں
 شمشیرِ زباں سے گھر بیٹھے دشمن کو مارے جاتے ہوں
 میدانِ عمل کا نام بھی لو تو بھینپتے ہوں گھبراتے ہوں
 گیدڑ کی طرح وہ تاک میں ہوں شیردوں کے شکار پہ جانے کی
 اور بیٹھے خوابیں دیکھتے ہوں وہ ان کا جوٹھا کھانے کی
 لے میری اُلفت کے طالب! یہ میرے دل کا نقشہ ہے
 اب اپنے نفس کو دیکھ لے تو وہ ان باتوں میں کیسا ہے

گر تیری ہمت چھوٹی ہے گر تیرے ارادے مُردہ ہیں
 گر تیری اُمسگیں کوتاہ ہیں گر تیرے خیال افسردہ ہیں
 کیا تیرے ساتھ لگا کر دل میں خود بھی کینہ بن جاؤں
 ہوں جنت کا مینار ، مگر دوزخ کا زینہ بن جاؤں
 ہے خواہش میری اُلفت کی تو اپنی نگاہیں اُدنی کر
 تدبیر کے جالوں میں مت پھنس کر قبضہ جا کے معتد پر
 میں واحد کا ہوں دل دادہ اور واحد میرا پیارا ہے
 مگر تُو بھی واحد بن جائے تو میری آنکھ کا ستارا ہے
 تُو ایک ہو ساری دُنیا میں کوئی سا بھی اور شریک نہ ہو
 تُو سب دُنیا کو دے لیکن خود تیرے ہاتھ میں بسیک نہ ہو



خُدا یا اے میرے پیارے خُدا یا
 لیک و مالک و خالقِ عالم
 تری درگاہ میں اک اُمید لے کر
 وہ خالی ہاتھ ہے ہر پیشکش سے
 جو تُو نے دی تھی اس کو طاقتِ خیر
 وہ حیوانوں سے بدتر ہو رہا ہے
 سمٹ کر بن گئی نیکی سویدا
 بتاؤں کیا کہ شیطان نے کہاں
 نہیں آرام پل بھر بھی میسر
 جہاں کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا
 ہوا مایوس جب چاروں طرف سے
 تو ہر پھر کر یہی تدبیر سُوجھی
 یہی ہے آرزو اس کی الٰہی
 کہ مشرق اور مغرب دیکھ ڈالے
 تری درگاہ میں وہ آخرِ لامر
 تری رحمت کی دیواروں کے اندر
 تو وہ دھونیِ محبت کی رما کر

اِلٰہ العالمین رَبِّ ابرہٰی
 رحیم و راحم و بھر العطایا
 ترا اک بندۂ ماضی ہے آیا
 نہیں لایا وہ ساتھ اپنے حدایا
 وہ کر بیٹھا ہے اس کا بھی صفایا
 نہیں تقویٰ میں ماضی کوئی پایا
 اُنقی پر چھا گئیں اس کی خطایا
 کہاں لے جا کے ہے اس کو گرایا
 ہے اس عالم نے کچھ ایسا ستایا
 مگر کوئی ٹھکانا بھی نہ پایا
 نہ جب کوشش نے اس کا کچھ بنایا
 تری تقدیر کا درِ کھٹکشیایا
 یہی ہے التجا اس کی خُدا یا
 سُنکوں لیکن کیوں اس نے نہ پایا
 تمنا دل میں لے کر ہے یہ آیا
 کلامِ اقدسِ کامل جائے سایا
 جلا دے سب جہالت اور مایا

آمین

عزیزانِ امتِ اسلام! بیگم - مرزا ناصر احمد - ناصر بیگم - مرزا مبارک احمد - امتِ اقصیٰ بیگم
مرزا منور احمد - امتِ الرشیدی بیگم - امتِ العزیز بیگم - سلمہم اللہ و باریک لہم ۛ

مرا دل ہو گیا خوشیوں سے منور
فیضِ راحت افزا آرہی ہے
سلام - اللہ کی پہلی غایت
مرا ناصر - مرا سرزند اکبر
وہ میری ناصر وہ نیک اختر
مبارک جو کہ بیٹا دوسرا ہے
ہری قیوم - میرے دل کی راحت
منور جو کہ مولیٰ کی عطا ہے
رشید جس کو حق نے رشد بخشا
عزیزہ سب سے چوٹی نیک فطرت
یہ سارے ختم تراں کر چکے ہیں
خدا کا فضل ان پر ہو گیا ہے
یہ نہ ت سارے انعاموں کی بل ہے

ہوئے ہیں آج سب رنج و الم دور
بشارت ساتھ اپنے لا رہی ہے
سمیٹانے جسے بخشش حق برکت
بلا ہے جس کو حق سے تاج و انیسر
عقیدہ باسعادت پاک جو مہر
خدا نے اپنی رحمت سے دیا ہے
خدا نے جس کو بخشش ہے سعادت
بشارت سے خدا کی جو بلا ہے
بنایا نیک طینت اور اچھا
بہت خاموش پائی ہے طبیعت
دلوں کو نور حق سے بھر چکے ہیں
کلام اللہ کا غفلت بلا ہے
جو چرخ پوچھو یہی باغِ جناں ہے

بی ہے ہم کو یہ فضلِ خدا سے
 شرِ لولاکِ یہ نعمت نہ پاتے
 کُنجا ہم اور کُنجا مولیٰ کی باتیں
 رسائی کب متی ہم کو آسماں تک
 خدا ہی تھا کہ جس نے دی یہ نعمت
 پس اے میسر عزیزو میرے پتو!

یہی ہے دین و دنیا کی بھلائی
 اسی سے ہوتی ہے راحتِ میسر
 یہی لے جاتی ہے مولیٰ کے در تک
 خدا یا اے مرے پیارے خدایا
 ہو سب میرے عزیزوں پر عنایت
 کلامِ اہل پر ہوں سب وہ عامل

بس اک تیری ہی ان کے دل میں جا ہو
 محبتِ تیری اُن کے دل میں رچ جائے
 معلومِ آسمانی اُن کو مل جائیں
 ترا اِسلام بھی ہو ان پہ نازل
 کریں تیرے فرشتے ان سے باتیں
 ہر اک ان میں سے ہو شیخِ ہدایت

دلوں کو نور سے ہوں بھرنے والے
 بُرائی دشمنوں کی بھی نہ چاہیں
 جیبِ پاک حضرتِ مصطفیٰ سے
 تو اس دُنیا سے ہم اندھے ہی جاتے
 کُنجا دُن اور کُنجا تاریکِ راتیں
 جو اڑتے بھی تو ہم اڑتے کہاں تک
 فحش ہی تھے جو لائے یہ غفلت
 دل و جاں سے اسے محبوبِ رکھو

اسی سے دُور رہتی ہے بُرائی
 اسی میں دیکھتے ہیں رُوءےِ دلبر
 یہی پہنچاتی ہے مومن کو گھر تک
 اِلٰہِ العالَمین رُبِّ البَرایا
 بے تجھ سے انہیں تقویٰ کی غفلت
 بگاڑوں میں تری ہوں نفسِ کامل
 نہ دیکھیں غیر کو کوئی ہو کیا ہو
 ہر اک شیطان کے پنجے سے بچ جائے
 دلوں کی اُن کے یکساں خوب کھل جائیں
 ترا اِکرام بھی ہو ان کے شامل
 معارف کی بنیں سینوں میں نہریں
 بتائے اک جہاں کو رازِ قُدُرت
 ہوں تیری رہ میں ہر دم مرنے والے
 ہمیشہ خمیر ہی دیکھیں بنگاہیں

لڑائی اور جھگڑے دُور کر دیں دلوں کو پیار سے معمور کر دیں
 جو بیکس ہوں یہ ان کے یار ہو جائیں سرِ ظالم پہ اک تلوار ہو جائیں
 نہیں ابلیسِ نافرماں کے قاتل لوائے احمدیت کے ہوں حامل
 یہ میدانِ دغا میں جب بھی آئیں تو دلِ اعداء کے سینوں میں ڈھل جائیں
 بنائے شرک کو جڑ سے ہلا دیں نشانِ کفر و بدعت کو مٹا دیں
 خدا کا نور چمکے ہر نظر میں ملک آئیں نظرِ چشمِ بشر میں
 بڑھیں اور ساتھ دُنیا کو بڑھائیں پڑھیں اور ایک عالم کو پڑھائیں
 الٰہی دُور ہوں ان کی بلائیں پڑیں دشمن پہ ہی اس کی جفائیں
 الٰہی تیسرے ہوں ان کی بنگاہیں نظر آئیں سبھی تقویٰ کی زائیں
 ہوں بحرِ معرفت کے یہ شنادر سمائے علم کے ہوں مہرِ انور
 یہ قصرِ احمدی کے پاسباں ہوں یہ ہر میدان کے یارِ پہلواں ہوں

ثریا سے یہ پھر ایساں لائیں

یہ پھر واپس ترا قرآن لائیں



چھلک رہا ہے ہرے غم کا آج پیمانہ
 زمانہ گزرا کہ دیکھیں نہیں وہ منت آنکھیں
 وہ شمع رُو کہ جسے دیکھ کر ہزاروں شمع
 وہ جس کے چہرہ سے ظاہر تھا نورِ ربانی
 کہاں ہے وہ کہ لوں آنکھیں اسکے تلوں سے
 وہ محبتیں کہ نئی زندگی دلائی تھیں
 وہ یار جس کی محبت پہ ناز تھا مجھ کو
 جو کوئی روک تھی اس کو یہاں پہ آنے کی
 نہ چھیڑ دشمن ناداں نہ چھیڑ کتا ہوں
 تری نصیحتیں بے کار تیرے مکر فضول
 پھڑائے گا جھلا کیا دل سے میری یاد اُس کی
 نہ تیرے ظلم سے ٹوٹے گا رشتہ اُلفت
 ہے تیری سنی دلیلِ حاکمیتِ مطلق
 ترا خیالِ کدھر ہے یہ سوچ لے ناداں
 کسی کی یاد میں میں ہو رہا ہوں دیوانہ
 کہ جن کو دیکھ کے میں ہو گیا تھا مستانہ
 بھڑک اُٹھی تھیں بسوزِ ہزار پروانہ
 ملک کو بھی جو بناتا تھا اپنا دیوانہ
 کہاں ہے وہ کہ گردوں اس پہ مثلِ پروانہ
 وہ آج میرے سینے کیوں بنی ہیں افسانہ
 کوئی بتاؤ کہ کیوں ہو رہا ہے بیگانہ
 بلایا نہ دیں کیوں نہ اپنا دیوانہ
 چھلک رہا ہے ہرے غم کا آج پیمانہ
 یہ چھیڑ جا کے کسی اور بنا پہ افسانہ
 تُو اور مجھ کو بناتا ہے اُس کا دیوانہ
 نہ حرصِ مجھ کو بنائے گی اُس سے بیگانہ
 ہے تیری جہد و جہد ایک فعلِ طفلانہ
 رہا ہے دُور کبھی شمع سے بھی پروانہ

مدیثِ مدرسہ و خانقاہ مگو بخدا

فتاد بر سرِ حافظ ہوائے مینخانہ

حضرت سیدہ سارہ بیگم کی وفات پر

کر رحم اے رحیم مرے مالِ زار پر
 مجھ پر کہ ہوں عزیزوں کے حلقہ میں مثلِ غیر
 جس کی حیات اک دُرّی سوز و ساز تھی
 مقصود جس کا علم و تلقّی کا حصول تھا
 تھی ماحصلِ حیات کا اک سنیٰ ناتمام
 دل کی اُمیدیں دل ہی میں سب دفن ہو گئیں
 ہاں لے میثاقِ نئے بری التجا کو آج
 اُس نے گسارِ بادۂ اُلفت کی رُوح پر
 ہاں اُس شہیدِ علم کی تربت پہ کر نزول
 میری طرف سے اس کو جزائے نیک دے
 ماضی نہ تھا وفات کے وقت لے کے مُدا
 دِرتا ہوں وہ مجھے نہ کہے بازبانِ مال

کر رحم جگر پہ دردِ دل بے سترار پر
 اس بے کس و نحیف و غریبِ التیاریار پر
 بیستی تھی جو غذائے تمنائے یار پر
 رکھتی تھی جو بنگہ بنگہ لطفِ یار پر
 کاٹی گئی غریبِ حوادث کی دھار پر
 پائے اُمیدِ مثبت رہا انتظار پر
 کر رحم اس وجودِ محبت شعار پر
 اُس بوستانِ عشق و وفا کی مزار پر
 خوشیوں کا باب کھول غموں کی تشکار پر
 کر رحم اے رحیم دلِ سوگوار پر
 بھاری ہے یہ خیالِ دلِ ریش و زار پر
 جاؤں کبھی دُعا کو جو اس کے مزار پر

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر

پتھرِ بڑیاں صنمِ ترے ایسے پیار پر



اخبار الفضل جلد ۲۱ - ۱۹ جولائی ۱۹۳۲ء : ۱۰۰ حضور کی حرمِ محترمہ جنہوں نے ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

آہ پھر موسم بہار آیا دل میں میرے خیال یار آیا
لالہ دگل کو دیکھ کر محمود یاد مجھ کو وہ گلزار آیا
زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے

ہر چمن سے میں اشکبار آیا
خوں رُلاتا تھا لالہ زار کا رنگ مجلسِ یار کی بہار کا رنگ
تازہ کرتے تھے یاد اس کی پھول یاد آتا تھا گلزار کا رنگ
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک میں تھا کہ سوگوار آیا

بیزہ گیہ کا کموں کیا حال چپہ چپہ پہ ڈالتا تھا بال
مستِ نظارۂ جمال تھے سب آنکھیں دُنیا کی ہو رہی تھیں لال
زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے
ہر چمن سے میں اشکبار آیا

میں وہاں ایک اور خیال میں تھا کیا کموں میں نرا لے حال میں تھا
بیزہ اک عکسِ زلفِ جاناں ہے یہ تصور ہی بال بال میں تھا
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک میں تھا کہ سوگوار آیا

نتیاں ہر طرف کو بہتی تھیں قلب صافی کا مال کستی تھیں
 آہستہ آہستہ کی شکل میں گر کر مددہ افتراق سستی تھیں
 زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے
 ہرچمن سے میں اشکبار آیا

دیو داروں کی ہر طرف مٹی قطار یاد کرتا تھا دیکھ کر متدیار
 لوگ دل کر رہے تھے ان پہ نثار جان سے ہو رہا تھا میں بیزار
 لوگ سب شادمان و خوش آئے
 ایک میں مہتا کہ سوگوار آیا

اُپر آتے تھے اور جاتے تھے دل کو ہر اک کے خوب جاتے تھے
 جلیوں کی چمک میں مجھ کو نظر جلوے اس کی ہنسی کے آتے تھے
 زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے
 ہرچمن سے میں اشکبار آیا

شاخِ گل پر مزار بیٹھی تھی کانپتی بے شمار بیٹھی تھی
 نغمہ سُن سُن کے اسکے سبغِ خوش تھے وہ مگر دل فگار بیٹھی تھی
 لوگ سب شادمان و خوش آئے
 ایک میں مہتا کہ سوگوار آیا

کیسی ٹھنڈی ہوائیں چلتی تھیں ناز و رغنائی سے چلتی تھیں
 اُن کی رفتار کی دلا کر یاد دل مرا چٹکیوں میں کٹی تھیں
 زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے
 ہرچمن سے میں اشکبار آیا

تھے قرب سے درخت بھی رقصاں گویا قسمت پہ اپنی تھے نازاں
پتے پتے کے پاس جا کر میں سونگھتا تھا بوئے مہِ کنگاں
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک میں مہتا کہ سوگوار آیا

جلوے اس کے نمایاں ہر شے میں سر اُسی کی مٹی پیدا ہونے میں
رنگ اُسی کا چھلک رہا تھا آہ کفِ ساقی میں ساغرے میں
زخمِ دل ہو گئے ہرے میرے
ہر چمن سے میں اشکبار آیا

اس کے نزدیک ہو کے دُور بھی تھا دلِ اُمیدوار چوڑ بھی تھا
نارِ فرقت میں جُل رہا تھا میں گو پس پردہ اک ظہور بھی تھا
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک میں مہتا کہ سوگوار آیا

دیکھتے کب وہ مُنہ دکھاتا ہے پردہ چہرہ سے کب اُٹھاتا ہے
کب ہرے غم کو دُور کرتا ہے پاس اپنے مجھے بلاتا ہے
ہنس کے کہتا ہے دیکھ کر مجھ کو
دیکھو وہ میرا دل نگار آیا

میں یُونہی اس کو آزماتا تھا پاک کرنے کو دل جلاتا تھا
عشق کی آگ تیز کرنے کو مُنہ چھپاتا بھی دکھاتا تھا
میری خاطر اگر یہ تمہا ہے چین
کب مجھے اس کے بن سدا آیا



لے پانڈ تجھ میں نورِ خدا ہے چمک رہا
تیری زمین پاک ہے لوٹ گناہ سے
تو زیرِ تابشِ رُخِ انور ہے روز و شب
قصرِ انِ پاک میں بھی ترا نام نور ہے
گم گشتہ راہ کے لیے تو خضرِ راہ ہے
تجھ میں جمالِ یار کی پاتا ہوں میں جھلک
دوری کو اپنی دیکھ کے میں شرمسار ہوں
جس سے کہ جاہمِ محسنِ ترا ہے چمک رہا
محفوظِ خاک ہے تری ہر رُوسیاہ سے
غلمتِ کدہ میں لوٹ رہا ہوں میں ہم بہ لب
کیفِ وصال سے ترا دل پر سرور ہے
تیری ضیاءِ رفیقِ ازل کی نگاہ ہے
اٹھتی ہے جس کو دیکھ کے دل میں مئے کسک
عاشق تو ہوں پہ حرص و ہوا کا شکار ہوں

آراک شمعِ نور کی مجھ پر بھی ڈال دے
تاریکی گناہ سے باہر نکال دے



دُشمن کو قلعہ کی برجی سے تم سینہ دول بڑانے دو
یہ عشق و وفا کے کیست کبھی خوں سینے بغیر نہ نہیں گے
تم دیکھو گے کہ انسی میں سے نظراتِ محبت پٹکیں گے
صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
جب سنا آگ میں پڑتا ہے تو کُند بن جھلکتا ہے
مائل کا یہاں پر کام نہیں دُہ لاکھوں بھی پہنچا دیتے ہیں
دُہ اپنا سر نہی پھوٹے گا دُہ اپنا خون ہی پیٹے گا
یہ زخم تھماے سینوں کے بن جائیگے شک چمن اس دن
جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی اُن سے دُرنی ہے
یا صدق محمد عربی ہے یا احمد ہندی کی ہے وفا
وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ خانہ وہی ساتی بھی وہی پھرا میں کہاں غیرت کا محل

یہ درد ہے گاہن کے دا تم مہر کرو وقت آنے دو
اس آہ میں جان کی کیا پڑا جاتی ہے اگر تو جانے دو
بازل آفاتِ مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو
ہیں جس فدا کے اپنے کے کیا میں ہی پیمانے دو
پھر گالیوں کی کون دُرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو
مقصود ہر پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو
دشمن حق کے پہاڑ سے گزرا کرتا ہے نہ کمانے دو
ہے قادی مطلق یا مراد تم میرے یار کو آنے دو
تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو
باقی تو پُرانے قصے میں زندہ ہیں یہی افسانے دو
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو
ہے دشمن خود بھی گناہ کو آتے ہیں نظر مٹانے دو

محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہ نما بھی کامل ہے
تم اُس پہ توکل کر کے چلو، آفات کا خیال ہی جانے دو



پردہ چمکے احرار بس اپنی کتابِ زندگی
 لُٹنے نکلے تھے وہ امن و سکون بچیاں
 دیکھ لینا ان کی امیدیں بنیں گی حسرتیں
 فتنہ و فساد دست و شتم و ہزل و ابتذال
 پڑ رہی ہیں انگلیاں اربابِ مل و عقد کی
 کیا خبر ان کو ہے کیا جامِ شہادت کا مزا
 ہے حیاتِ شمع کا سب ما حاصل سوز و گداز
 دہرا الزام تو دیتے ہیں پھیننے کا تھکے
 دستِ عزرائیل میں مضمی ہے سب از حیات
 ہو گیا پھٹ کر ہوا ان کا حجابِ زندگی
 خود انہی کے لُٹ گئے حسن و شبابِ زندگی
 اک پریشاں خواب نکلے گا یہ خوابِ زندگی
 اس جماعت کا ہے یہ بُتِ بابِ زندگی
 بچ رہا ہے اس طرح ان کا رُبابِ زندگی
 دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں جو سرابِ زندگی
 اک دِل پر خون ہے یہ اکتاپِ زندگی
 اوڑھے بیٹھے ہیں مگر ہم خود نقابِ زندگی
 موت کے پیالوں میں مٹی ہے شرابِ زندگی

غفلتِ خوابِ حیاتِ مارِ مٹی کو دُور کر
 ہے تجھے گر خواہشِ تعبیرِ خوابِ زندگی



میری نہیں زبان جو اس کی زبان نہیں
 بے دل میں عشق پر مرے مُنہ میں نہاں نہیں
 فرقت میں تیری حالِ دل زار کیا کیس
 قرباں ہوں زخمِ دل پہ کہ سب حال کہہ دیا
 کیوں چھوڑتا ہے دل مجھے اکئی تلاش میں
 مطلوب ہے فقط مجھے خوشنودی مزاج
 جلوہ ہے ذرہ ذرہ میں دہر کے حُسن کا
 مشاق ہے جہاں کہ سُنے معرفت کی بات
 یارِ بتری مدد ہو تو اسلحہِ خلق ہو
 کھویا گیا خود آپ کسی کی تلاش میں
 اے دوست تیرا عشق ہی کچھ خام ہو تو ہو
 میرا نہیں وہ دل کہ جو اس کا مکاں نہیں
 نالے نہیں میں آئیں نہیں میں فغاں نہیں
 وہ آگ لگ رہی ہے کہ جس میں دُھواں نہیں
 شکوہ کا حرف کوئی مگر درمیاں نہیں
 آوارگی سے فائدہ کیا، وہ کہاں نہیں
 اُمید خور و خواہشِ باغِ جناں نہیں
 سارے مکاں اُسی کے ہیں وہ لامکاں نہیں
 لیکن حیا و شرم سے چلتی زبان نہیں
 اُٹھنے کا در نہ مجھ سے یہ بارگراں نہیں
 کچھ بھی خبر نہیں کہ کہاں ہوں کہاں نہیں
 یہ تو نہیں کہ یارِ ترا مہرباں نہیں
 ایمان جس کے ساتھ نہ ہو قوتِ عمل
 کشتی ہے جس کے ساتھ کوئی بادباں نہیں



موت اس کی زد میں گر تمیں منظور ہی نہیں
 کیوں جرم نقص عمد کے ہوں مرکب جناب
 مومن تو جانتے ہی نہیں بُزولی ہے کیا
 ڈر کا اثر ہو ان پہ نہ لالچ کا ہو اثر
 دل دے چکے تو ختم ہوا قصہ حساب
 بحر فناء میں غوطہ لگانے کی دیر ہے
 دشمن کی چیرہ دستیوں پر اے خدا گواہ
 کہہ دو کہ عشق کا بہن معتدور ہی نہیں
 جب آپ عمد کرنے پہ مجبور ہی نہیں
 اس قوم میں فرار کا دستور ہی نہیں
 ہوش آئیں جن کو ایسے یہ محمور ہی نہیں
 مشوق سے حساب کا دستور ہی نہیں
 منزل قریب تر ہے وہ کچھ دور ہی نہیں
 میں زخم دل بھی سینے کے نامور ہی نہیں
 اس منہ سیم روز کو دیکھیں تو کس طرح
 آنکھوں میں غالموں کے اگر نور ہی نہیں



ذرا دل تمام لو اپنا کہ اک دیوانہ آتا ہے شرارِ محن کا جلتا ہوا پروانہ آتا ہے
 کمالِ جراتِ انسانیت عاشق دکھاتا ہے کہ میدانِ بلا میں بس وہی مردانہ آتا ہے
 نگاہِ نطفِ میری جستجو میں بڑھتی آتی ہے ہوں وہی مہوار جس کے پاس خود میخانہ آتا ہے
 مجھے کیا اس سے گردِ دنیا مجھے فزانہ کتنی ہے تنہا ہے کہ تم کہہ دو ہر دیوانہ آتا ہے
 بھڑک اٹھتی ہے پھر شمعِ جہاں کی روشنی یکدم عدم سے سونے ہستی جب کوئی پڑانہ آتا ہے
 مری تو زندگی کتنی ہے تیری یاد میں پیالے بھی تیری زباں پر بھی مرا افسانہ آتا ہے
 ہزاروں حسرتیں جل کر فنا ہونے کی رکھتا ہے
 ہٹا بھی دیں ذرا فانوس اک پڑانہ آتا ہے



صاحبزادی امّہ العیّوم کی تقریبِ رخصتانہ کے موقع پر

کل دوپہر کو ہم جب تم سے ہوئے تھے رخصت
ظاہر میں چُپ تھے لیکن دل خون ہو رہا تھا
افسردہ ہو رہا تھا محزون ہو رہا تھا
اے میری پیاری بیٹی

میرے جگر کا ٹکڑا میری کمر کی بیٹی
تم یاد آ رہی ہو دل کو ستا رہی ہو
میں کیا کروں کہ ہر دم تم دُور جا رہی ہو
ٹوٹی ہوئی کمر کا اللہ ہی ہے سہارا
اللہ ہی ہے ہمارا اللہ ہی ہو، ہمتارا
اللہ کی تم پہ رحمت اللہ کی تم پہ برکت
اللہ کی ہمدانی اللہ کی ہو عنایت
وہ ہم سب سے ہمتارا آنکھوں کا میری مہارا
اللہ کا صافی ہو اللہ کا ہو پیارا

لو میری پیاری بچتی تم کو خدا کو سوچنا
 اس مہربان آتما اس بادشا کو سوچنا
 کرنا خدا سے اُلفت رہنا تم اس سے ڈر کر
 تم اس سے پیار رکھنا بس اس کو یاد رکھنا
 سو فدا عشق اس کا تم دل کے پار رکھنا
 دلبر ہے وہ ہمارا تم اس سے پناہ رکھنا
 مشکل کے وقت دونوں اس پر نگاہ رکھنا
 اُلفت نہ اُس کی کم ہو رشتہ نہ اس کا ٹوٹے

چھٹ جائے خواہ کوئی
 دامن نہ اُس کا پھوٹے



نہیں کوئی بھی تو مناسبت رو شیخ و طرزِ ایاز میں
 اُسے ایک آہ میں بل گیا نہ ملا جو اس کو نماز میں
 جو ادب کے حُسن کی بجلیاں ہوں چمک رہی کفِ ناز میں
 تو نگاہِ حُسن کو کچھ نہ پھر نظر آئے رُوسے نیاز میں
 تجھے اس جہان کے آئینہ میں جمالِ یار کی جستجو
 مجھے سو جہان دکھائی دیتا ہے چشمِ آئینہ ساز میں
 نظر آ رہا ہے وہ جلوہ حُسنِ ازل کا شمعِ حجاز میں
 کہ کوئی بھی اب تو مزا نہیں رہا قیسِ عشقِ محباز میں
 برا عشقِ دامنِ یار سے ہے کبھی کا جا کے پیٹ رہا
 تری عقل ہے کہ بھنک رہی ہے ابھی نشیبِ فراز میں
 ترے جامِ کو مرے خُون سے ہی بلا ہے رنگِ یہ دلفریب
 ہے یہ اضطرابِ یزیدِ دمِ مرے سوز سے ترے ساز میں



ہم کس کی محبت میں دوڑے چلے آئے تھے
 وہ کونے رشتے تھے جو کینچ کے لائے تھے
 آخر وہ ہونے ثابت پسینام ہلاکت کا
 جو غمزدہ ہرے دل کو بیدار تھے بھائے تھے
 جن باتوں کو سمجھے تھے بنیاد ترقی کی
 جب غور سے دیکھا تو مٹتے ہوئے سائے تھے
 اکیر کا دیتے ہیں اب کام وہ دنیا میں
 خون دل عاشق میں جو تیر بھجائے تھے
 تما غرق گنہ لیکن پڑتے ہی بنگہ اُن کی
 ہلک آنکھوں میں اور ہاتھوں میں عرش بچائے تھے
 یہ جسم ہراسر سے پامک جو معطر ہے
 راز اس میں ہے یہ زاہد وہ خواب میں آئے تھے
 اس مرہم فردوسی میں حق ہے ہمارا بھی
 کچھ زخم تری خاطر ہم نے بھی تو کھائے تھے



بادۂ عرفاں پلائے ہاں پلا دے آج تو
 خوابِ غفلت میں پراسویا کروں گا کب تک
 جس کے پڑھ لینے سے کھل جاتا ہے اڑکانت
 مجھ کو سینہ سے لگا لے ہاں لگا لے پھر مجھے
 ناامیدی اور مایوسی کے بادل پھاڑ دے
 کب تک رستا رہے گا جانِ منِ ناسورِ دل
 یا مرے پسو میں آکر بیٹھ جا پھر بیٹھ جا
 جس سے جل جائیں خیالاتِ من و مانی تمام
 دامنِ دل پھیلتا جاتا ہے بے حد و حساب
 جس کسب چھوٹے بڑے شادابِ گل سیراب ہوں
 میرے تیرے درمیاں مائل ہوا ہے اک مدو
 کب تک پہنا کروں اور ارقِ جنت کا لباس
 پھر مری خوش قسمتی سے جمع ہیں ابر و بہار
 ساکنانِ جنتِ فردوس بھی ہو جائیں مست
 ارتباطِ عاشق و معشوق کے سامان کر
 مطربِ عشق و محبت گوشِ برآواز ہوں
 چہرۂ زیبا دکھا دے ہاں دکھا دے آج تو
 داوڑِ محشر جگا دے ہاں جگا دے آج تو
 وہ سبق مجھ کو پڑھا دے ہاں پڑھا دے آج تو
 حسرتیں دل کی مٹا دے ہاں مٹا دے آج تو
 حوصلہ میرا بڑھا دے ہاں بڑھا دے آج تو
 زخمِ پر مرہم لگا دے ہاں لگا دے آج تو
 یا مری خواہش مٹا دے ہاں مٹا دے آج تو
 آگِ دہِ دل میں لگا دے ہاں لگا دے آج تو
 دھیمیاں اس کی اڑا دے ہاں اڑا دے آج تو
 دل سے وہ چشمہ بہا دے ہاں بہا دے آج تو
 خاک میں اس کو ملا دے ہاں ملا دے آج تو
 چادرِ تقویٰ اوڑھا دے ہاں اوڑھا دے آج تو
 جامِ اک بھر کر پلا دے ہاں پلا دے آج تو
 دل میں وہ خوشبو بسا دے ہاں بسا دے آج تو
 پھر مری بگڑی بنا دے ہاں بنا دے آج تو
 نغمۂ شیریں سنا دے ہاں سنا دے آج تو

یا محمد ولیم از عاشقانِ رُونِے تَسْت
 دستِ کوتاہم کُجا اِشمارِ فردوسی کُجا
 مجھ کو بھی اس سے ملائے ہاں ملائے آج تُو
 شاخِ طوبیٰ کو بلائے ہاں بلائے آج تُو
 درسِ اُلفت ہی نہ گر پایا تو کیا پایا بتا
 گزرت کسکھائے ہاں سکھائے آج تُو



یوں اندھیری رات میں لے چاند تو چمکانہ کر
کیا لب دریا ہری بے تابیاں کافی نہیں
دور رہنا اپنے عاشق سے نہیں دیتا ہے زیب
عکس تیرا چاند میں گر دیکھ لوں کیا عیب ہے
بیٹہ کر جب عشق کی کشتی میں آؤں تیرے پاس
لے شاعِ نور یوں ظاہر نہ کر میرے عیوب
ہے محبت ایک پاکیزہ امانت لے عزیز
ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی

حشر اکہیں بدن کی یاد میں برپا نہ کر
تو جگر کو چاک کر کے اپنے یوں تڑپا نہ کر
آسمان پر بیٹہ کر تو یوں مجھے دیکھا نہ کر
اس طرح تو چاند سے لے میری ہاں پردہ نہ کر
آگے آگے چاند کی مانند تو بھگانا نہ کر
غیر میں چاروں طرف ان میں مجھے رُسوانہ کر
عشق کی عزت ہے، واجب عشق سے کیلنا نہ کر
جاپٹ جا لھر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر



یہ نور کے شعلے اُٹھتے ہیں میرا ہی دل گرمانے کو
 جو بجلی افق میں چمکی ہے چمکی ہے مرے تڑپانے کو
 یا بزمِ طرب کے خواب نہ تو دکھلا اپنے دیوانے کو
 یا جام کو حرکت دے لیلیٰ اور چکڑ دے پیمانے کو
 پھر عقل کا دامن چھٹتا ہے پھر وحشتِ جوش میں آتی ہے
 جب کہتے ہیں وہ دنیا سے پھیرو نہ مرے دیوانے کو
 پرکھ لوگ وہ ہیں جو ڈھونڈتے ہیں آرام کو ٹھنڈے سیالوں میں
 پر مٹی ہے تسکینِ دل جلنے میں ترے پروانے کو
 یہ میری حیات کی الجھن تو ہر روز ہی بڑھتی جاتی ہے
 وہ نازک ہاتھ ہی چاہیے ہیں اس گٹھی کے سلجھانے کو
 عرفان کے رازوں سے جاہل تسلیم کی راہوں سے غافل
 جو آپ بھٹکتے پھرتے ہیں آئے ہیں مرے سمجھانے کو



اک دن جو آہِ دل سے ہمارے ہل گئی
 غیرت کی اور عشق کی آپس میں چل گئی
 اے ہی چلی تھی حُسد سے میری خطا مجھے
 اُن کی نگاہِ مسر سے تقدیر مل گئی
 شاید کہ پھر اُمید کی پیدا ہوئی جھلک
 منتوں تک آ کے رُوح ہماری چل گئی
 آئینہ خیال میں صورت دکھا گئے
 یوں گرتے گرتے میری طبیعت بن گئی
 احوالِ عشق پوچھتے ہو مجھ سے کیا ندیم
 طبعِ بشر پھسلنے پہ آئی پھسل گئی
 مسودِ رازِ حُسن کو ہم بانٹتے ہیں خوب
 صورتِ کسی کی نور کے ساپنچے میں ڈھل گئی



مری رات دن بس یہی اک سدا ہے
اُس نے ہے پیدا کیا اس جہاں کو
وہ ہے ایک اس کا نہیں کوئی ہمسر
نہ ہے باپ اُس کا نہ ہے کوئی بیٹا
نہیں اُس کو حاجت کوئی بیویوں کی
ہر اک چیز پر اُس کو قدرت ہے ماحل
پہاڑوں کو اُس نے ہی اونچا کیا ہے
یہ دریا جو چاروں طرف بہہ رہے ہیں
سمندر کی پھل ہوا کے پرندے
سبھی کو وہی رزق پہنچا رہا ہے
ہر اک ٹٹے کو روزی وہ دیتا ہے ہر دم
وہ زندہ ہے اور زندگی بخشتا ہے
کوئی ٹٹے نظر سے نہیں اس کے مخفی

کہ اس عالم کون کا اک خدا ہے
ستاروں کو سورج کو اور آسمان کو
وہ مالک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر
بیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا
ضرورت نہیں اُس کو کچھ ساتھیوں کی
ہر اک کام کی اُس کو طاقت ہے ماحل
سمندر کو اُس نے ہی پانی دیا ہے
اُس نے تو قدرت سے پیدا کیے ہیں
گھریلو پرندے بنوں کے درندے
ہر اک اپنے مطلب کی ٹٹے کا مل ہے
خزانے کبھی اس کے ہوتے نہیں کم
وہ قائم ہے ہر ایک کا آسرا ہے
بڑی سے بڑی ہو کہ چھوٹی سے چھوٹی

دلوں کی چھپی بات بھی جانتا ہے بدوں اور نیکیوں کو پہچانتا ہے
 دُہ دیتا ہے بندوں کو اپنے ہرایت دکھاتا ہے ہاتھوں پہ اُن کے کرامت
 ہے فسادِ مظلوم کی سُننے والا صداقت کا کرتا ہے دُہ بول بالا
 غماہوں کو بخشش سے ہے ڈھانپ دیتا غریبوں کو رحمت سے ہے تمام لیتا

یہی رات دن اب تو میری صدا ہے
 یہ میرا خدا ہے یہ میرا خدا ہے



دھم دل ہو چکا متا'توں سے مُنڈیل
 پھر ہرا ہونے کو ہے وہ پھر ہرا ہونے کو ہے
 پھر مرے سر میں لگے اُٹھنے خیالاتِ جنوں
 فتنہٴ محشر مرے دل میں بپا ہونے کو ہے
 پھر مری شامت کیس لے جا رہی ہے کھینچ کر
 کیا کوئی پھر مائلِ جور و جفا ہونے کو ہے
 پھر بھی کی تیغِ اُبرد اُٹھ رہی ہے بار بار
 پھر مرا گھر موزدِ کرب و بلا ہونے کو ہے
 پھر بہا جاتا ہے آنکھوں سے مری اک سیلِ اشک
 پھر مرے سینہ میں اک طوفانِ بپا ہونے کو ہے
 پھر چٹھا جاتا ہے ہاتھوں سے مرے دامنِ صبر
 نالہٴ آہ و فغاں کا بابِ دوا ہونے کو ہے
 عمر گزرے گی مری کیا یونہی اُن کی یاد میں
 کیا نہ رکھیں گے قدمِ وہ اس دلِ ناشاد میں



ایمان مجھ کو دے دے عرفان مجھ کو دے دے
 دل پاک کر دے میرا دنیا کی چاہتوں سے
 دل جل رہا ہے میرا فرقت سے تیری ہر دم
 کر دے جو حق و باطل میں امتیازِ کامل
 ہم کو تیری رفاقت حاصل رہے ہمیشہ
 وہ دل مجھے عطا کر جو ہونشِ جاہاں
 دُنیا سے کفر و بدعت کو اس میں غرق کر دوں
 جن پر پڑیں فرشتوں کی رشک سے بگاڑیں
 دُسل بایں دل بدستی سینے ہوں نور سے پُر
 دجال کی بڑائی کو خاک میں ملا دوں

قربان جاؤں تیرے تکران مجھ کو دے دے
 بُتوحیت سے جتنہ بُحمان مجھ کو دے دے
 بامِ وصال اپنا اے جان مجھ کو دے دے
 لے میرے پیارا ایسا فرقان مجھ کو دے دے
 ایسا نہ ہو کہ دھوکہ شیطان مجھ کو دے دے
 جو ہو فدا تے دہر وہ جان مجھ کو دے دے
 طوفانِ نوح سا اک طوفان مجھ کو دے دے
 لے میرے محسن ایسے انسان مجھ کو دے دے
 امراضِ زوج کا وہ دَرمان مجھ کو دے دے
 قوت مجھے عطا کر سلطان مجھ کو دے دے

ہو بایں جس سے دُسل سب فلسفہ کی چولیں
 میرے حکیم ایسا بُراں مجھ کو دے دے



میری مریم

گھر سے میرے وہ گھنڈار گیا دل کا ٹکڑہ پین اور قرار گیا
 ٹکراتے ہوئے ہوا مرضت ساتھ اس کے میں اٹکبار گیا
 باغ سونا ہوا مراجب سے شجر سبز و بار دار گیا
 اب تو ہم ہیں غزاں ہے تلے میں بلبو! موسم بہار گیا
 ہو گیا گل دیا مرے گھر کا امن اور پین کا جھار گیا
 نعمہ ہائے چمن ہوئے خاموش کیا ہوا کس طفر ہزار گیا
 آہوئے عشق رہ گیا باقی غنبریں نمود مشک بار گیا
 درد ہی درد رہ گئی ہے اب عیشِ دنیا کا سب غمار گیا
 وہ گئے تھے تو خیر جانا تھا دل پہ کیوں میرا اختیار گیا
 ہر طرف سے رہا مجھے گھانا دل گیا دل کا اعتبار گیا
 لے خدا اس کا پارہ کیا جس کا غم کے بڑھتے ہی غمگنار گیا
 سانس رکتے ہی اس کا لے محمود
 تیر اک دل کے آ پار گیا



۱۱۰

مختصر ربیع و دود

بادل ریش و حال زار گیا اس کی درگہ میں بار بار گیا
 دل اندوہیگیں کو لے کر ساتھ چاک دامان و اشکبار گیا
 آہیں بھرتا ہوا ہوا حاضر سینہ کوبان و سوگوار گیا
 ساری عرمنوں کا پر ملا یہ جواب ہم نے مانا تراستار گیا
 پر تجھے کیا نعل شکوہ ہے یار کے پاس اُس کا یار گیا

★

۱۱۱

سیدہ مریم ہیکم مرحومہ کی زوج کو خطاب

اے میری جاں، ہم بندے ہیں اک آقا کے آزاد نہیں
 اور سچے بندے مالک کے ہر حکم پہ قرباں جاتے ہیں
 ہے حکم تمہیں گھر جانے کا اور ہم کو ابھی کچھ ٹھہرنے کا
 تم ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ، ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں

★

۱۱۲

مختصر ربیع و غور

وہ میرے دل کو چٹکیوں میں لے لے کر یوں فرماتے ہیں
 کیا ماشق بھی معشوق کا شکوہ اپنی زباں پر لاتے ہیں
 میں ان کے پاؤں چھوتا ہوں اور دامن چوم کے کستا ہوں
 دل آپ کا ہے جاں آپ کی ہے پھر آپ یہ کیا فرماتے ہیں

★

ہر شے کا حفظ سیدہ ام رطاح

أَبْكِي مَيْلَبَ عَلَّ يَوْمَ ذَٰلِكَ أَرْثِيكَ يَا ذُّبِّي بِغُلْبٍ دَاوِي
 میری بیوی میں تجھ پر ہر دن رات روتا ہوں۔ میں غون آلودہ دل سے تیرا مرثیہ گستاخوں
 صِرْتُ كَصَيْدٍ صَيْدٌ فِي الصَّبْحِ غَيْلٌ قَدْ غَابَ عَنِّي مَفْصِدِي دَمْرًا حِي
 میں اس شکار کی طرح ہو گیا ہوں جو صبح ہی اس کی غفلت کی وجہ پھانس یا جاتا ہے میرا اصل قصیدہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا
 تَوَكَّلْ يَكُنْ تَائِيْدٌ رَبِّي مُسَاعِدِي لَا صَبْحَتْ مَيْتًا عَزَمَتُهُ لَيْسَ كَا حِي
 اگر خدا تعالیٰ کی تائید میری مدد پر نہ ہوتی تو میں اپنے دل کے تیروں کا نشانہ بن کر مردہ کی طرح ہو جاتا
 وَلَكِنْ فَضَّلَ اللَّهُ جَاءَ لِنَجْدِي وَانْقَذَنِي مِنْ ذَلَّةِ الْأَقْدَامِ
 مگر اللہ تعالیٰ کا فضل میری مدد کے لیے آگیا اور اس نے مجھے تدموں کے پھسلنے سے محفوظ رکھا
 يَا رَبِّ سَتَرَنِي بِجَنَّةِ عَفْوِكَ كُنْ تَائِيْدِي دَمْرًا حِي وَصَاحِي
 اے میرے رب! مجھے اپنی بخشش کی دھال سے ڈھانپ لے میرا سامع میسر مددگار اور میرا محافظ بن جا
 أَلْعَمَّ كَا لِيَضْرَعَا يَا كُلَّ لَحْمَنَا لَا تَجْعَلْنِي نَفْسَةً الْفِتْرِغَامِ
 غم شیر کی طرح ہمارا گوشت کھا رہا ہے۔ اے خدا! مجھے اس شیر کا لقمہ نہ بننے دیجیو
 يَا رَبِّ صَاحِبَهَا يَلْطِفُكَ دَائِمًا وَاجْعَلْ لَهَا مَأْوًى بِقُبْرِ سَائِحِ
 اے میرے رب! اس پر ہمیشہ لطف کرتے رہنا اور اس کا ٹھکانا ایک بند شان قبر میں بنانا
 يَا رَبِّ أَلْعَمَّ بِقُرْبِ مُحَمَّدٍ ذِي الْمَجْدِ وَالْإِحْسَانِ وَالْكَرَامِ
 اے میرے رب! انکو قرب محمد کی نعمت عطا فرما جو بڑی بزرگی اور بڑا احسان کرنے والے ہیں جسکو تو نے عزت بخشی ہے



وہ یار کیا جو یار کو دل سے اُتار دے
 اک پاک صاف دل مجھے پروردگار دے
 وہ سیم تن جو خواب میں ہی مجھ کو پیار دے
 افسردگی سے دل ہر اُمّ جبار دے آج
 دُنیا کا غم ادھر ہے ادھر آخرت کا خوف
 مُشند کی آرزو نہیں بس جوتیوں کے پاس
 گُذری بے غم ساری گناہوں میں لے خدا
 وحشت سے پھٹ رہا ہے ہر اُسُر میرے خدا
 تو بارگاہِ حُسن ہے میں ہوں گداے حُسن
 دن بھی اسی کے رایتیں بھی اس کی بخوش نصیب
 دل چاہتا ہے جان ہو اسلام پر زینار
 میرے دل و دماغ پہ چھا جا او خوبڑو
 ممکن نہیں کہ پُچھنے لے وصل کے سوا
 یکے اُٹھے وہ بوجھ جو لاکھوں پہ بار ہو
 بے سب جہاں سے جنگ سیڑھی تھے لیے
 تنگ آگیا ہوں نفس کے ہاتھوں سیمری جاں
 پھڑے ہوؤں کو جنتِ فردوس میں بلا

وہ دل ہی کیا جو خوف سے میدانِ بار دے
 اور اس میں مکس حُسنِ ازل کا اُتار دے
 دل کیا ہے بندہ جان کی بازی بھی بار دے
 اے چشمہ فیوضِ نئی اک بہار دے
 یہ بوجھ میرے دل سے الٹی اُتار دے
 درگم میں اپنی مجھ کو بھی اک بار بار دے
 کیا پیشکش حضور میں یہ شرمسار دے
 اِس بے قرار دل کو ذرا تو قرار دے
 مانگوں گا بار بار میں تو بار بار دے
 آقا کے در پہ عُمر کو اپنی گزار دے
 توفیق اِس کی لے میرے پروردگار دے
 اور ماسوا کا خیال بھی دل سے اُتار دے
 فرقت میں کوئی دل کو تسلی ہزار دے
 جب غم دیا ہے ساتھ کوئی غمگسار دے
 اب یہ نہ ہو کہ تو ہمیں دل سے اُتار دے
 جلد آ اور آ کے اس ہرے دشمن کو مار دے
 جُتیرِ صراط سے یہ سہولت گزار دے

کبھی حضور میں اپنے جو بار دیتے ہیں وہ عاشقوں کے لیے بیقرار ہیں خود بھی
 وہ بے قرار دلوں کو تار دیتے ہیں کبھی کا قرض نہیں رکھتے اپنے سر پر وہ
 جو ایک دے انہیں اس کو ہزار دیتے ہیں عطا و بخشش و انعام کی کوئی حد ہے
 جسے بھی دیتے ہیں وہ بیشمار دیتے ہیں جو ان کے واسطے ادنیٰ سا کام کرتا ہے
 وہ دین و دنیا کو اس کی سدا دیتے ہیں جو دن میں آہ بھرے ان کی یاد میں اک بار
 وہ رات پہلو میں اس کے گزار دیتے ہیں بگاڑے کوئی ان کے لیے جو دُنیا سے
 وہ سات پشت کو اس کی سنوار دیتے ہیں وہ جیتنے پہ ہوں مائل تو عاشقی مصادق
 خوشی سے جان کی بازی بھی ہار دیتے ہیں وہی فلک پہ چمکتے ہیں بن کے شمس و قمر
 جو در پہ یار کے عمریں گزار دیتے ہیں وہ ایک آہ سے بیتاب ہو کے آتے ہیں
 ہم اک نگاہ پہ سو جان ہار دیتے ہیں

جو تیرے عشق میں دل کو لگے ہیں زخم اے جاں
 ادھر تو دیکھ وہ کیسی بہار دیتے ہیں



ذرہ ذرہ میں نشان ملتا ہے اس دلدار کا
 فلسفی ہے فلسفہ سے رازِ قدرتِ دھونڈتا
 عقل پر کیا غالبِ دنیا کی ہیں پردے پڑے
 تیری رہ میں سوکت بڑھ کر نہیں عزت کوئی
 غیر کیوں آگاہ ہو رازِ محبت سے مرے
 دھونڈتا پتھر ہے کونہ کونہ میں گھر گھر میں کیوں
 اے خدا کر دے منظور سینہ و دل کو مرے
 سیر کر دے مجھے تو عالمِ لاہوت کی
 قید و بندِ مرص میں گردن چھائی آپ نے
 رشتہ اُلفت میں باندھے جا ہے میں آج لوگ
 فلسفہ بھی رازِ قدرت بھی زُبورِ عشق بھی
 بن رہی ہے آسمان پر ایک پوشاکِ جدید
 اُن کے ہاتھوں سے تو جامِ زہر بھی تریاق ہے

چٹ گیا ہاتھوں سے میرے دامنِ مہرِ شکیب

چل گیا دل پر مرے جاؤ تری رفتار کا



دست کوتاہ کو پھر درازی بخش
جیت لوں تیرے واسطے سب دل
پانی کر دے علوم فتراں کو
روح فاقوں سے ہو رہی ہے نہ حال
بُتِ مغرب ہے ناز پر مائل
بھوٹ کو چاروں شانے چت کر دیں
روحِ اُتدام و دُورِ بینِ نگاہ
پائے اقدس کو چوم لوں بڑھ کر
سمرگرانی میں عمر گزری ہے
کُفر کی چیرہ دستیوں کو بٹھا
مستیدِ الانبیاء کی اُمت کو
ہوں جہاں گرد ہم میں پھر پیدا

خاکساروں کو سرفرازی بخش
وہ ادا ہائے جاں نوازی بخش
گاؤں گاؤں میں ایک رازی بخش
ہم کو پھر نعمتِ حجازی بخش
اپنے بندوں کو بے نیازی بخش
مومنوں کو وہ راستبازی بخش
قلبِ شیر و نگاہِ بازی بخش
مجھ کو تو ایسی پاکبازی بخش
سردِ بی بخش سرفرازی بخش
دستِ اسلام کو درازی بخش
جو ہوں غازی بھی وہ نمازی بخش
سند باد اور پھر جہازی بخش

میرے محمود بنِ مراحمود
مجھ کو تو سیرتِ ایازی بخش



اے حُسن کے جادو مجھے دیوانہ بنا دے اے شمع رُخ اپنا مجھے پروانہ بنا دے
 ہر دقت مئے عشق یہاں سے رہے بُنی ویرانہ دل کو مرے میخانہ بنا دے
 مجھ کو تری محو رنگا ہوں کی قسم بے اک باز ادمر دیکھ کے مستانہ بنا دے
 کر دے مجھے اسرارِ محبت سے شناسا دیوانہ بنا کر مجھے فسرزانہ بنا دے
 اُس اُلفتِ ناقص کی تمنا نہیں مجھ کو یوں دل کو مرے گوہر یکتانہ بنا دے
 یس جائزہ عشق مرے عشق سے عاشق دل کو مرے عشاق کا پیمانہ بنا دے
 جو ختم نہ ہو ایسا دکھا جلوۂ تاباں جو مرنہ سکے مجھ کو وہ پروانہ بنا دے
 دل میں مرے کوئی نہ بے تیرے سوا آؤں گر تو نہیں بستا اے ویرانہ بنا دے

ابلیس کا سرِ پاؤں سے تو اپنے مَسل دے
 ایسا نہ ہو پھر کعبہ کو بُت خانہ بنا دے



فیضانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

كَذَلِكَ نَوْرُ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى صَلَاتُهُ عَلَى سَطْحِهَا يَنْجُو بِهَا

آپ کے صحابہؓ نے نبی کریمؐ کا چہرہ جس قدر منور کر دیا۔

كَمْ تَنْفَعُ الثَّقَلَيْنِ تَعْلِيمَاتُهُ قَدْ خَصَّ دِينَ مُحَمَّدٍ بِعُزْمِهَا

آپ کے علوم جن دس کو کقدر فتح دے رہے ہیں۔ یہ علوم سارے کے سارے دین محمدی سے ہی خاص ہیں

ظَهَرَتْ هِدَايَةُ رَبِّكَ بِقُدْرَتِهِ زَالَتْ ظِلَامُ الدَّهْرِ عِنْدَ قُدْرَتِهَا

ہمارے رب کی ہدایت آپ کے آنے سے ظاہر ہوئی۔ ہدایت کے آنے سے زمانہ بھر کا اندھیرا دور ہو گیا

جَاءَ بِرَبِّيَاقِي مُزِيلِ سِقَامَنَا غَابَتْ عَوَايِثُنَا بِكُلِّ سُوءِهَا

ایسا تریاق لائے جو ہماری بیماریاں دور کرنے والا تھا۔ ہماری گمراہی اپنے تمام زہروں سمیت چھپ گئی

نَزَلَتْ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ لِنَصْرِهِ قَدْ فَاقَتْ الْأَرْضُ سَمَى بِظُلْمِهَا

آپ کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے اترے۔ اپنی چمک زمک سے زمین آسمان پر فوقیت سے مئی

رَدَّ عَلَى الْأَرْضِ كُنُوزَ امْعَابِهِ قُتِبَ الْيَهُودُ بِبَقْلِهَا وَبِفُؤْمِهَا

آپ کے صحابہؓ نے زمین کو اس کے خزانے واپس کر دیئے مگر یہود اپنی ترکاریوں اور لہسن کے فتنے میں پڑ گئے

رُفِعَتْ بَيُوتُ الْمُؤْمِنِينَ رِفَاعَةً خَسَفَ الْيَلَادُ بِفُؤْمِهَا وَبِرُؤْمِهَا

مرتبہ میں مومنوں کے گھر بلند ہو گئے۔ فارس اور روم کے شہروں کے شہر ذیل ہو گئے

دَخَلَتْ مَقُوفٌ عِدَى بَعِيرٍ رَوِيَّةٍ فَازَتْ جَمَاعَةً صَحْبِهِ بِقُحُومِهَا

دشمن کی صفوں میں بے دھمک جا گئے۔ آپ کے صحابہؓ کی جماعت باوجود کمزور ہونے کے کامیاب ہو گئی

مُنِحَ الْعُلُومَ صَغِيرَهَا وَكَبِيرَهَا صَبَتْ سَمَاءُ الْعِلْمِ مَاءً غِيُومِهَا

چھوٹے بڑے سب ہی کو علوم بخشے۔ علم کے آسمان نے علم کے بادلوں کا پانی بسا دیا

فَاصْتُ صَفُوفُ الْكُتُبِ شَوْقَاهُ وَعَدَتْ اِكْنِ الْجَنَّةِ بِكُزُومِهَا

کڑکے پانی بہہ پڑے ان کے اشتیاق کی وجہ سے۔ جنت دروزی آپ کی طرف اپنے انگوروں کو لے کر



تعریف کے قابل ہیں یا رب ترے دیوانے
 کب پیٹ کے دھندوں کو بھلا فرصت
 جو جاننے کی باتیں تھیں اُن کو بھلایا ہے
 سُمرتی سے خالی ہے دل عشق سے طاری ہے
 خاموشی سی طاری ہے مجلس کی فضاؤں پر
 فرزانوں نے دُنیا کے شہروں کو اجاڑا ہے
 ہوتی نہ اگر روشن وہ شمع رُخِ انور
 آباد ہوئے جن سے دُنیا کے ہیں دیرانے
 ہے دین کی کیا حالت یہ اس کی بلا جانے
 جب پوچھیں سب کیا ہے کہتے ہیں خدا جانے
 بیکار گئے اُن کے سب ساغر و پیمانے
 فانوس ہی اندھا ہے یا اندھے ہیں پڑانے
 آباد کریں گے اب دیوانے یہ دیرانے
 کیوں جمع میاں ہوئے سب فُتیا کے پردانے

ہے ساعتِ سَخد آئی اسلام کی جنگوں کی
 آغاز تو میں کر دوں انجمِ خدا جانے



معیت و گناہ سے دل ہرا داغدار تھا پھر بھی کسی کے وصل کے شوق میں بیقرار تھا
 بے عمل و خطا شعار بیکس و بے وقار تھا پر میری جان یہ تو سوچ کن میں ہر شمار تھا
 ہجر میں وصل کا مزا پایا میں نے ہمیش لب پہ تو تمنا نہیں مگر آنکھ میں اُن کی پیار تھا
 سوؤں تو تجھ کو دیکھ کر جاگوں تو تجھ پہ ہو نظر موت سے تھا کہے دینے اس کا ہی انتظار تھا
 آہ غریب کم نہیں غیظِ شہ جہاں سے کچھ جس سے ہوا جہاں تباہ دل کا مرے غبار تھا
 شکوہ کا کیا سوال ہے ان کا عتاب بھی ہے مہر منہ سے میں ادخواہ تھا دل میں میں شرمسار تھا
 دیر کے بعد وہ ملے اُنھ کے ملے کے شکست دل میں خوشی کی لہر مئی آنکھ سے اشکبار تھا

شکرِ خدا گذر گئی ناز و نیاز میں ہی عمر
 بھکوسیں ان سے عشق تھا انکو بھی مجھ سے پیار تھا



ہمیش تجھ کو بے اک پُر امن منزل کی تلاش
سعیِ پیہم اور بھج عافیت کا جوڑ کیا
ڈھونڈتی پھرتی تھی شمع نور کو محفل بھی
یا تو سرگردان تھا دل جستجوئے یار میں
مجھ کو اک آتشِ نشاں پر دُلولہ دل کی تلاش
مجھ کو بے منزل سے نفرت تجھ کو منزل کی تلاش
اب تو ہے خود شمع کو دنیا میں محفل کی تلاش
یا ہے اس یارِ ازل کو خود ہرے دل کی تلاش
میں وہ مجنوں ہوں کہ جس کے دل میں ہے گھریا کا
گلشنِ عالم کی رونقی ہے فقط انسان سے
گل بنانے ہوں اگر تو نے تو کر گل کی تلاش
اس رُخِ روشن سے مٹ جاتی ہیں ستارِ بکھیاں
عاشقِ سخی کو ہے کیوں اس میں اک تل کی تلاش

آسمانی شہرِ نیلِ زرین، اس لیے
میں نکلے ازل سے ہوں اس کو بے بل کی تلاش



۱۲۳

اللہ کے پیاروں کو تم کیسے بُرا سمجھے خاک ایسی سمجھ پر ہے سمجھے بھی تو کیا سمجھے
 شاگرد نے جو پایا اُستاد کی دولت ہے احمد کو حجت سے تم کیسے جدا سمجھے
 دشمن کو بھی جو مومن کہتا نہیں وہ باتیں تم اپنے کرم منہا کے حق میں روا سمجھے
 جو چال چلے ٹیڑھی جو بات کہی اُلٹی بیماری اگر آئی تم اس کو شفا سمجھے
 لعنت کو پکڑ بیٹھے انعام سمجھ کر تم حق نے جو رِوا بھیجی تم اس کو رُذی سمجھے
 کیوں قہرِ نذلت میں گرتے نہ چلے جاتے تم بوم کے سائے کو جب نقل ہوا سمجھے
 انصاف کی کیا اس سے اُمید کرے کوئی بے داد کو جو ظالم آئینِ وفا سمجھے
 غفلت تری اے مُسلم کب تک چلی جائے گی
 یا فرزندِ کوٹو سمجھے یا تجھ سے خدا سمجھے



درِ نہاں کا حال کسی کو سنائیں کیا طوفان اٹھ رہا ہے جو دل میں بتائیں کیا
 کچھ لوگ کھا رہے ہیں غمِ قومِ مُبِبح و شام کچھ مُبِبح و شام سوچتے بہتے ہیں کھائیں کیا
 جس پیار کی بنگہ سے ہیں دیکھتا ہے وہ اُس پیار کی نگاہ سے دیکھیں گی مائیں کیا
 جامِ شراب و سازِ طرب رقصِ پُرغروش دُنیا میں دیکھتا ہوں میں یہ دائیں بائیں کیا
 دُنیا ہے ایک زالِ عمر خوردہ و ضعیف اس زالِ زِشتِ رُو سے بھلا دل لگائیں کیا
 دامنِ تہی ہے، فکرِ مٹوش، بنگہ غلط آئیں تو تیرے در پہ مگر ساتھ لائیں کیا
 حرص و ہوا و بھر و تغلب کی خواہشات چمٹی ہوئی ہیں دامنِ دل سے بلائیں کیا

اپنا ہی سب تصور ہے اپنی ہی سب خطا
 الزام اُن پہ ظلم و جفا کا لگائیں کیا



يَا رَازِقَ السَّعَافِينَ اَيْنَ جَنَّاكَ جَنَّاكَ رَاحِلِينَ لِبَعْضِ مَذَاك

بلے جن و انس کے رازق تیرا پیل کمال ہے ہم تیری بخشش سے کچھ بقیہ لینے کے اُنسیہ دار بن کر تیرے پاس آئے ہیں

نَشَدُ اُمَامَةَ النَّاسِ عَقَضَ جَفَاكَ وَالْحَقُّ لَيْسَ وَقَاءُ مَا كَوَّفَاكَ

ہم لوگوں کے سامنے تیری جفا کا شکوہ تو کرتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ ہماری وفا سیری وفا میں نہیں ہے

كُنْتُ تَنْجِي عَنْهُ كُلَّ تَنْجِي يَا قَلْبِي الْمَجْرُوحَ كَيْفَ رَمَاكَ

میں نے تیرے زخمی دل کو تو اس سے بچا رہا تھا۔ اب جو تو اس کی جگہ کا شکار ہو گیا ہے تو یہ تیرا اس جگہ پر کیسے چلایا

كَمَا يَنْتُ وَ قُلْتُ اَيْنَ نَجَاتِي قَالَتْ عَنَانِي هُنَاكَ هُنَاكَ

جب میں ایس ہو گیا اور کہا کہ میری نجات کہاں گئی؟ تو اُفقِ تعالیٰ کی عنایت نے کہا یہاں یہاں میرے پاس

يَا هَادِي الْاَذْوَا حَ كَاشَفَ هَمِّهَا جَنَّا بِسَابِيكَ طَالِبِينَ هَذَاكَ

اے رُوحوں کے ہادی اور ان کے غم کو دور کرنے والے۔ ہم تیری رہنمائی کے طلبگار بن کر تیرے پاس آئے ہیں

يَا اَيُّهَا الْمَسْكَنُ مِنْ بِرَحْمَةٍ وَاَزْدُ قُلُوبَ عِبَادِكَ تَقْصُومُكَ

اے مسکن اپنی رحمت اور اپنے فضل سے احسان کر اور اپنے بندوں کے دلوں کو تقویٰ عطا کر

اَحْيَيْتَ لِقَلْبِي بِابْتِسَامٍ وَ كُنْظَرَةٍ عَطَيْتَ وَجُودِي كَلَّةَ لُحْمَاكَ

تُو نے ایک ہی مسکراہٹ اور نظرِ محبت کے ساتھ مجھے زندہ کر دیا اور تیری نعمتوں نے میرے گمراہ کو ڈھانک دیا

مَنْ يُجْعِلِ الْوَرْدَ الطَّرِيقِيَّ يَكُونُ مِنْ حَيْثَا دَامَ مِسْتَانٍ أَوْ حَذَاتٍ

اپنے شریعہ دہک سے تروتازہ مل گلاب کو کون شہر مارا ہے میری دونوں غونہارا آئیں یا تیرے شریعہ زغار

مَنْكَ الشَّكُّونُ وَكُلَّ رَوْحٍ وَرَوْحَةٍ مَنْ ذَا الَّذِي لَا يَنْتَعِي لَفْيَاكَ

سکون اور ہر قسم کا آرام و راحت بھی سے (منا ہے) تو پھر وہ کون ہے جو تیرے دیدار کا غلاب نہ ہو

يَا مَنْ تَخَافُ عَدُوَّكَ مُتَوَحِّزًا عِنْدَ الْمَلِكِ الْمُفْتَدِرِ مَشَاكَ

اے وہ شخص جو دشمن سے مجھڑتا اور ڈرتا ہے تجھے ڈرنے کی کیا وجہ ہے تو نہ لائے میکہ متدبر کے پاس بیٹھے

عَطِشْتَ قُلُوبُ الْعَاشِقِينَ لِرَاحَتِكَ فَأَدِرْ كُوْشَكَ وَاسْقِ مِنْ مَسْقِيَاتِ

ماشقوں کے دل تیری شریک کے لیے تڑپ رہے ہیں تو انکی مجلس پہنچے پیالوں کا دوز چلا اور شرابِ محبت کی نعمت سے انکو بھی جھنڈ



شاخِ طوبیٰ پہ آشیانہ بنا تا ابد جو رہے فسانہ بنا
 عرش بھی جس سے مُرتعش ہو جائے سوزشِ دل سے وہ ترانہ بنا
 فلسفی! زندگی سے کیا پایا؟ حیف ہے گر ترا خدا نہ بنا
 لذتِ وصل ہی میں سب کچھ ہے اس سے ملنے کا کچھ بہانہ بنا
 چھوڑنا ہے جو نقشِ عالم پر ! کس کمرِ عزیمتِ مُقابلانہ بنا
 وہ تو بے پردہ ہو گئے تھے مگر حیف یہ دل ہی آئینہ نہ بنا
 دل کو لے کر میں کیا کروں پیارے تو اگر میرا دُسرُبانہ بنا
 خاک کر دے بلا دے مٹی میں پر مرے دل کو بے وفانہ بنا
 گر کے قدموں پہ ہو گئیں ڈھیر وقت پر خوب ہی بہانہ بنا
 چالِ عشاق کی چپلوں میں بھی تو بھی اندازِ دلبرانہ بنا
 نسبتِ وصل بے سوال ہی دے اپنے عاشق کو بے حیانہ بنا
 جو بھی دینا ہے آپ ہی دیدے مجھ کو اغیار کا گدائہ بنا
 تجھ سے مل کر نہ غمیر کو دیکھوں غیر کا مجھ کا مُبتلانہ بنا

ہوں کے نیچے ہوں سب جمع مشاق اپنی رحمت کا شامیانہ بنا
 بخشش حق لے پالیا مجھ کو کیا ہوا میں اگر مہلا نہ بنا
 مجھ سے لاکھوں ہیں تیری دُنیا میں تجھ سا پر کوئی دُوسرا نہ بنا
 تیری صنعت پہ حرف آتا ہے توڑ دے پر مجھے بُرا نہ بنا
 دل و دلبسریں پھیر جادی ہے جسے یہ اک طرفہ شاخسانہ بنا
 دیکھ کر آدمی میں دانہ کی حرص
 آج ابلیس خود ہے دانہ بنا



بٹھانے منہ پر پاس اپنے نہ لے جگہ اپنی انجمن میں
 نہ ہوتی سر جو عزت تو ہے بے وطن آدمی وطن میں
 جو دل سلامت رہے تو عالم کا ذرہ ذرہ ہٹے سکراتا
 جسے نوازے خدا کی رحمت اسی میں سبغیاں ہوں پیدا
 ہوا جو مکہ میں فور پیدا اسی کو مکہ نے دُور پھینک کا
 میں رنگے لیاں منا ہے لوگ غم کے چھلکے ہیں
 تری محبت، میرے دل میں مری محبت سے تیرا دل میں
 مقابلہ دینِ مصطفیٰ کا یہ دیگر ادیان کیا کریں گے
 نظر بٹا ہر ہے عاشقوں اور مالداروں کا مال کیاں
 یہ میرا دل تو مرا ہی دل ہے تو رہنے دوسرے تن میں
 قفس قفس ہی رہیگا پھر بھی ہزار رکھو اسے چمن میں
 ہزار انجم نظر میں آتے ہزار چو بند پسیر ہن میں
 غزال لکھوں ہیں اور بھی قہے بت کیا آئے تھے عُقن میں
 بھٹی ملی ہے نبی کو عزت بتا تو اے محرمِ وطن میں
 وہ لطف انکو کہاں میسر ملا جو مجھ کو تری لگن میں
 زبان میری تھے تصرف میں بات تیری سرور میں
 ہیں مردہ نبیوں کے مردہ مذہب پیٹ کھو انیس کفن میں
 وہ سست رہتے ہیں اپنی دُمن میں سست ہے تیرا دشمن میں

ہزاروں کلیاں چمکے ہی ہیں ہزاروں غنچے مہکتے ہیں

نیم رحمت کی پل رہی ہے چمن چمن میں چمن چمن میں



یہ غزل جو درحقیقت پندرہ سولہ سال پہلے لکھی گئی تھی مگر کہیں
گم ہو گئی۔ اب کچھ یاد سے لکھ کر کچھ نئے شعر کہہ کر مکمل ہوئی ہے۔
(مرزا محمد احمد) ★

ہنگا ہوں نے تری مجھ پر کیا ایسا فوں ساقی
جیوں تو تیری خوشنودی کی خاطر ہی جیوں ساقی
پلائے تو اگر مجھ کو تو میں اتنی پیوں ساقی
تری دنیا میں فرزانے بہت سے پائے جاتے ہیں
سوا اک تیرے میخانے کے سب سے غافل ہیں
تجھے معلوم ہے جو کچھ مرے دل کی تمنا ہے
وہ کیا صورت ہے جس سے میں بگاڑ لطف کو پاؤں
مجھے قید محبت لاکھ آزادی سے اچھی ہے
ترے درد کی گدائی سے بڑا ہے کونسا درجہ
فدا ہوتے ہیں پروانے اگر شمع منور پر
نہ صورت ان کی سمجھ میں پیدا ہے نہ مندریں
کہ دل میں جوش و خروش ہے تو سر میں ہے جنوں ساقی
مردوں تو تیرے دروازے کے آگے ہی مروں ساقی
رہوں تا حشر قدموں پر ترے میں سرنگوں ساقی
مجھے تو بخش دے اپنی محبت کا جنوں ساقی
پلائے گرد نہ تو مجھ کو تو پھر میں کیا کروں ساقی
مرا ہر ذرہ گویا ہے زباں سے کیا کموں ساقی
پھوؤں دہن کو تیرے یا تجھے پاؤں پڑوں ساقی
کچھ ایسا کہ پابند سلاسل ہی رہوں ساقی
مجھے گرد شاہت بھی ملے تو میں نہ لوں ساقی
تو تیرے لئے روشن پر نہ میں کیوں جان لوں ساقی
زمانہ میں یہ کیسا ہو رہا ہے کشت و خون ساقی

شمیدان محبت سے ہی میخانے کی رونق ہے
چھلکتا ہے ترے پیمانہ میں اُن کا ہی نول ساقی



مُرادیں لوٹ یس دیوانگی نے نہ دیکھی کامیابی آگئی نے
 مری جانب یونہی دیکھا کسی نے نظر آنے لگے ہر جا دینے
 مزاج یار کو برہم کیا ہے مری اُلفت مری دہشتگی نے
 زمین و آسماں کی بادشاہت عطا کی مجھ کو تیری بندگی نے
 جُدائی کا خیال آیا جو دل میں لگے آنے پسینوں پر پسینے
 کنارہ آہی جائے گا بھی تو چلائے جا رہے ہیں ہم سفینے
 اُسی کے در پہ اب دھونی رادوں کیا ہے فیصلہ یہ میرے جی نے
 جو میرا تھا اب اُس کا ہو گیا ہے مرے دل سے کیا یہ کیا بھی نے
 جُدائی میں تری تڑپا ہوں برسوں یونہی گزرے ہیں ہفتے اور مہینے
 وہ مَہ رخ آ گیا خود پاس میرے لگائے چاند مجھ کو بے بسی نے
 وہ آنکھیں جو ہوئیں اُلفت میں بے نور بنیں وہ اُس کی اُلفت کے نیکنے
 اُسی کا فضل دُعا ہے گا مرا سُبُر نہ کام آئیں گے پشیمے مرینے

پرستارانِ زریہ تو بستادِ غریبوں کو بھی پوچھا ہے کبھی نے
 کنوئیں بھانکا کیا ہوں عمر بھر میں ڈبویا مجھ کو دل کی دوستی نے
 انیس ٹونا ہی سمجھو ہر گھڑی تم وہ دل جو بن رہے ہیں آبیگنے
 خدا را اس کو رہنے دیں سلامت یہ دل مجھ کو دیا تھا آپ ہی نے
 علامت کفر کی ہے تنگی نفس مگر اسلام سے کھلتے ہیں سینے
 وہی ہیں غوطہ خورِ بحر، ہستی دُور سے ہیں بھرے جن کے سینے

مہاجر بننے والا یہ بھی سوچا

کہ پیچھے چھوڑے جاتے ہو مینے



عشق و وفا کی راہ دکھایا کرے کوئی رازِ دصال یار بتایا کرے کوئی
 آنکھوں میں نور بن کے سما یا کرے کوئی میرے دل و دماغ پہ چھایا کرے کوئی
 سالوں تک اپنا منہ نہ دکھایا کرے کوئی یوں تو نہ اپنے دل سے بھلایا کرے کوئی
 دُنیا کو کیا غرض کہ مئے داستانِ عشق یہ قصہ اپنے دل کو سُنایا کرے کوئی
 میں اُس کے ناز روز اٹھاتا ہوں جان پر میرے بھی تو ناز اٹھایا کرے کوئی
 چہرہ مرے حبیب کا ہے مہرِ نیم روز اس آفتاب کو نہ چھپایا کرے کوئی
 ہے دعوتِ نظر تری طرزِ حجاب میں ڈھونڈا کرے کوئی تجھے پایا کرے کوئی
 محفل میں قصے عشق کے ہوتے ہیں صبح و شام حُسنِ اپنی بات بھی تو سُنایا کرے کوئی
 پیدائشِ جہاں کی غرض بس یہی تو ہے
 بگڑا کرے کوئی تو بنایا کرے کوئی



اترے خواب میں دیکھا کوئی شخص ہے اور وہ میری ایک نعم خوش (کمانی سے بلند آواز سے پڑھ رہا ہے
 آنکھ کھلی تو شعر کو کوئی یاد نہ رہا مگر وزن اور قافیہ روایت خوب اچھی طرح یاد رہے۔ اسی وقت
 ایک مصرعہ بنایا کہ وزن قافیہ روایت یاد رہ جائیں۔ صبح اس پر غزل کی جو پھینپنے کے لیے ارسال ہے۔
 (مرزا محمود احمر)

مردوں کی طرح باہر نکلو اور ناز و آواز کو رہنے دو
 اب تیر نظر کو پھینک کے تم اک خضر آہن ہاتھ میں لو
 یہ فولادی پنجول کچے ہیں اب مست حنا کو رہنے دو
 تم اس کے سر کرنے کیلئے میدان وفا کو رہنے دو
 ہے دیکھی ہوئی اپنی یہ وفاتم اپنی وفا کو رہنے دو
 اسباب کرد کوئی پیدا جبریل و خدا کو رہنے دو
 تم اپنے کاموں کو دیکھو اور اس کی قضا کو رہنے دو
 لگ جاؤ اسی کی طاعت میں اور چون چڑا کو رہنے دو
 وہ اسکی تھمکی چٹون میں جنت کا نظارہ دیکھتا ہے
 اس جو روحنا کے واسطے تم پابند وفا کو رہنے دو



ہوا زمانہ کی جب بھی کبھی بگڑتی ہے مری نگاہ تو بس جا کے تجھ پہ پڑتی ہے
 بدل کے بھیں معارج کا خود وہ آتے ہیں زمانہ کی جو طبیعت کبھی بگڑتی ہے
 زبان میری تو رہتی ہے اُنکے آگے گنگ نگاہ میری نگاہوں سے اُن کی لڑتی ہے
 اُلجھ اُلجھ کے میں گرتا ہوں دامن تر سے مری اُمیدوں کی بستی یوں ہی اُجڑتی ہے
 کبھی جو ناخن تدبیر میں ہلاتا ہوں مجھے شکستہ میں قسمت مری جکڑتی ہے

منٹ منٹ پہ ہر امتحان لیتے ہیں

قدم قدم پہ مصیبت یہ آن پڑتی ہے



۱۳۳

ذکرِ غذا پہ زور دے غلبتِ دل مٹائے جا
 دوستوں دشمنوں میں فرق دابِ سلوک یہ نہیں
 خالی اُمید ہے فضولِ شئی عمل بھی چاہیے
 جو لگے تیرے ہاتھ سے زخم نہیں علاج ہے
 مانے نہ مانے اس سے کیا بات تو ہوگی دو گری
 کٹھن دل کو چھوڑ کر جائیں گے وہ بھلا کہاں
 منزلِ عشق ہے کٹھن راہ میں راہزن بھی ہیں
 گو ہر شب چراغ بن، دنیا میں جگمگائے جا
 آپ بھی جاہم نے اڑا غیر کو بھی پلائے جا
 ہاتھ بھی تو ہلائے جا آں کو بھی بڑھائے جا
 میرا نہ کچھ خیال کر زخمِ یونی لگائے جا
 قصۂ دل طویل کر بات کو تو بڑھائے جا
 آئیں گے وہ یہاں ضرور تو انہیں بس بلائے جا
 پیچھے نہ مڑ کے دیکھ تو آگے قدم بڑھائے جا
 عشق کی سوزشیں بڑھا جنگ کے شعلوں کو دبا
 پانی بھی سب طرف چھڑک آگ بھی تو لگائے جا



مستحور کر دیا مجھے دیوانہ کر دیا تیری نگاہِ نطف نے کیا کیا نہ کر دیا
 بادو بھرا ہوا ہے وہ آنکھوں میں آپ کی اچھے بھلے کو دیکھ کے دیوانہ کر دیا
 سوزِ دروں نے جوش جو مارا تو دیکھنا خود شمع بن گئے مجھے پروانہ کر دیا
 آنکھوں میں گمں کے وہ مرے دل میں ساکنے مسجد کو اک نگاہ میں بُتِ خُدا نہ کر دیا
 غم کی طرف نگاہ کی ساقی نے جب کبھی میں نے بھی اُس کے سامنے پیمانہ کر دیا
 ہیں ناخداے قوم بنے صاحبانِ عقل ہے اس خیال نے مجھے دیوانہ کر دیا
 ہر جلوۂ جدید نے تختۂ اُلٹ دیا خود مجھ کو اپنے آپ سے بیگانہ کر دیا
 میری شکایتوں کو ہنسی میں اڑا دیا لایا تھا جو میں سنگ اُسے دانہ کر دیا
 کہتے ہیں میرے ساتھ رقیبوں کو بھی تو چاہ و اور مجھ غریب پہ حُبرِ مانہ کر دیا
 ناصح وہ اعتراض ترے کیا ہوئے بتا
 یکتا کے پیار نے مجھے یکتا نہ کر دیا؟



ہو چکا ہے ختم اب پکتر تری تقدیر کا
 شکوہ جو رفلک کب تک رہے گا برباں
 کاغذی جامہ کو پمپنک اور آہنی زنجیر ہیں
 نیزہ دشمن ترے سینہ میں پیوستہ نہ ہو
 اپنی خوش افلاقیوں سے موہ لے دشمن کا دل
 مدتوں کھیلایا ہے لعل و گوہر سے عدو
 پیٹ گئے دھندوں کو پھوڑا اور قوم کے فکروں میں بڑ
 ملک کے چھوٹے بڑے کو غلط کر پھر غلط کر
 گل کے کاموں کو بھی ممکن ہو اگر تو آج کر
 ہو چکی مثنیٰ بستم اپنوں کے سینوں پر بہت
 اے مرے فرہاد رکھ دے کاٹ کر کوہِ جبل
 سنے والے اٹھ کہ وقت آیا ہے اب تبیر کا
 دیکھ تو اب دوسرا رخ بھی ذرا تصویر کا
 وقت اب جاتا رہا ہے شوخی تحریر کا
 اس کے دل کے پار ہو سونا تیرے تیر کا
 دلبری کر، چھوڑ سودا نالہ دل گیر کا
 اب دکھا دے تو ذرا جو ہر اُسے شمشیر کا
 ہاتھ میں شمشیر لے عاشق نہ بن کف گیر کا
 دغظ کرتا جا، نہ کچھ بھی منکر کرتا شیر کا
 اے ہری جاں وقت یہ برگزینیں تاخیر کا
 اب ہو دشمن کی طرف رخ خنجر و شمشیر کا
 تیرا فرض اویں لانا ہے جوئے شیر کا
 ہو رہا ہے کیا جہاں میں کھول کر آنکھیں تو دیکھ
 وقت آپہنچا ہے تیرے خواب کی تعبیر کا



چھوڑ کر چل دے میدان کو دو باتوں سے
 میں دل و جاں، نحوشتی ان کی نذر کر دیتا
 دن ہی چڑھتا نہیں قیمت کاہری لے افسوس
 رنگ آجاتا ہے اُلفت کا نگاہوں میں تری
 میزِ مقدور کماں شکوہ کروں اُن کے حضور
 کامیابی کی تمنا ہے تو کر کوہِ کنی
 بارل جاتا ہے مجلس میں کسی کی دُور پہر
 ناز سے غمزہ سے عٹوہ سے فسوں سازی سے
 کبھی گریہ ہے کبھی آہ و فغاں ہے اے دل
 مرد بھی چھوڑتے ہیں دل بھی ان باتوں سے
 ماننے والے اگر ہوتے وہ سوغاتوں سے
 منتظر ہوں تری آمد کا کئی راتوں سے
 در نہ کیا کام ترے رندوں کا برساتوں سے
 بھد کو فرصت ہی کہاں اُن کی مناجاتوں سے
 یہ پری شیشے میں اُترتی ہے کیس باتوں سے
 دن ہوئے جلتے ہیں روشنِ مہراب راتوں سے
 لے گئے دل کو اذکار مرے کن گاتوں سے
 تنگ آیا ہوں بہت میں تری ان باتوں سے

تو مری جاں کی غذا ہے مرے دل کی راحت

پیٹ بھرتا ہی نہیں تیری ملاقاتوں سے



آنکھوں میں وہ ہماری رہے ابتدایہ ہے ہم اس کے دل میں بسنے لگیں انتہایہ ہے
 روزہ نماز میں بکھی کشتی تھی زندگی اب تم خدا کو بھول گئے، انتہایہ ہے
 لاکھوں خطائیں کر کے جو جھکتا ہوں اُس طرف پھیلنا کے ہاتھ ملتے ہیں مجھ سے وفایہ ہے
 راتوں کو آ کے دیتا ہے مجھ کو تسلیاں مُردہ خدا کو کیا کروں میرا حُدا یہ ہے
 کیا خرچ ہے جو ہم کو پہنچ جائے کوئی شتر پیچھے کسی کو ہم سے اگر شتر بُرا یہ ہے
 اس کی وفا و مہر میں کوئی کمی نہیں تم اس کو چھوڑ بیٹھے ہو غلم و جلیا یہ ہے
 مارے جلائے کچھ بھی کرے مجھ کو اس سے کیا مجلس میں اُس کے پاس رہوں مُدعا یہ ہے

بُوئے چمن اُڑائے پھرے جو، وہ کیا صبا
 لائی ہے بُوئے دوست اُڑا کر صبا یہ ہے



عاشق تو دہ ہے جو کہ کسے اور نے تری
 جو کام تجھ سے یسنا متا دہ کام لے چکے
 امید کا میاںی و شغل سرود و رقص
 ہو زور عشق تیری ہرے دل میں جا گزیر
 مٹ جائے میرا نام تو اس میں حرج نہیں
 میلاں میں شیر نر کی طرح لڑکے جان لے
 دل مانگ جان مانگ کسے مڈر ہے یہاں
 نکلے گی وصل کی کوئی صورت بھی ضرور
 دُنیا سے آنکھ پھیر کے مرضی کرے تری
 پر دہا رہ گئی ہے یہاں اب کے تری
 یہ نیل چرم سکے گی نہ ہرگز منڈے تری
 تصویر میری آنکھ میں آ کر بے تری
 قائم جہاں میں عزت و شوکت ہے تری
 گردن بھی نہ غیر کے آگے جھکے تری
 منظور ہے ہمیشہ سے خاطر بٹھے تری
 چاہت تجھے ہری ہے تو چاہت ہے تری
 یکتا ہے تو تو میں بھی ہوں اک منفرد وجود
 میرے ہوا ہے آج محبت کے تری



دُہا گلِ رفا بھی دل میں جو مہاں ہو گیا
 محسنِ بدین کی محبت حق کی خاطر چھوڑ دی
 دل کو ہے وہ قوتِ وفاقتِ وفا کی ضبط نے
 کم نہیں کچھ یکساں سے سوزِ اُلفت کا اثر
 آپ ہی دُہا آگئے بیتاب ہو کر میرے پاس
 سامنے آنے سے میرے جس کو بتا تھا گریز
 میں دکھانا چاہتا تھا ان کو حالِ دل، مگر
 پہلے تو دل نے دکھائی خود سری بے انتہا
 عشق کی سوزش نے آخر کر دیا دونوں کو ایک
 اس دلِ نازک کے مدد تھے جو ہری لغزش کے وقت
 اک مکمل گلستان ہے وہ ہر انجمِ دین
 آگیا غیرت میں فوراً ہی برا میں نفس
 میں بڑھا اک گز تو وہ سو گز بڑے میری طرف
 گوشہ گوشہِ خانہ دل کا گلستاں ہو گیا
 کافرِ نعمت بنا لیکن مسلمان ہو گیا
 نالہ جو دل سے اٹھا میرے وہ طوفاں ہو گیا
 اشکِ خوں جو بھی بہا نعلِ پنشاں ہو گیا
 دردِ جب دل کا بڑھا تو خود ہی درماں ہو گیا
 دل میں میرے اچھپا غیروں سے پنہاں ہو گیا
 دُہا ہوئے ظاہر تو دل کا دردِ پنہاں ہو گیا
 رفتہ رفتہ پھر یہ سرکش بھی مسلمان ہو گیا
 دُہا بھی حیراں رہ گیا اور میں بھی حیراں ہو گیا
 دیکھ کر میری پریشانی پریشاں ہو گیا
 جب ہوا وہ تھکے زلی میں گلِ بہاں ہو گیا
 مرتے ہی پھر زندگی کا میری ساماں ہو گیا
 کامِ مشکل تھا مگر اس طرح آساں ہو گیا

حیف اس پر جس کو زویِ جان کر پینکا گیا
 در نہ ہر برگِ گلِ چمن کا نذرِ جاناں ہو گیا

وہ آئے سامنے مُنہ پر کوئی نقاب نہ تھا
 مرے ہی پاؤں اٹھائے نہ اٹھ سکے افسوس
 تھا یادگار تیری کیوں مٹا دیا اس کو
 جو دل پہ بھر میں گذری بتاؤں کیا پیارے
 ہوئے نہ انجمن آزار اگر تو کیا کرتے
 بٹا رہے تھے اشاروں سے بار بار مجھے
 و فوجِ حُسن سے آنکھیں جہاں کی نیرہ تھیں
 عطائیں ان کی بھی بے استائیں مجھ پہ مگر
 چھڑک دیا جو فضاؤں پہ عنف کا پانی
 بس ایک مٹیس سچی پھٹ کے گیا اے شیخ
 نیا بہرہ ادنیٰ اسی اک جھلک اس کی
 یہ انقلاب کوئی کم تو انقلاب نہ تھا
 انہیں تو سامنے آنے میں کچھ حجاب نہ تھا
 برا یہ دردِ محبت کوئی عذاب نہ تھا
 عذاب تھا وہ مرے دل کا اضطراب نہ تھا
 کہ ان کے حُسن کا کوئی بھی تو جواب نہ تھا
 مُرادیں ہی تھا مجھ سے مگر خطاب نہ تھا
 نظر نہ آتے تھے مُنہ پر کوئی نقاب نہ تھا
 مطالبوں کا مرے بھی کوئی حساب نہ تھا
 وہ کونسا تھا بدن جو کہ آبِ آب نہ تھا
 یہ کیا ہوا ترا دل تھا کوئی حباب نہ تھا
 نہ جس کو دیکھ سکا میں وہ آفتاب نہ تھا

جو پورا کرتے اُسے آپ کیا خرابی تھی
 مرا خیال کوئی بوالہوس کا خواب نہ تھا



دل دے کے ہم نے ان کی منت کو پایا
 میں مانگنے گیا تھا کوئی سنت یا دگار
 کہتے ہیں لوگ کھاتے ہیں ہم بیج و شام غم
 گر کر گزریں میں عرش کے پاس کو جانچنا
 نکلا تھا میں کہ بوجھ اُٹھاؤں گا ان کا میں
 بھاگتا اُن کو چھوڑ کے لوں کی طرح میں
 ہنستے ہی ہنستے رُوٹھ گئے تھے وہ ایک دن
 جا جا کے اُن کے در پہ تھکے پاؤں جب ہر
 یہ دیکھ کر کہ دل کو یسے جا رہے ہیں وہ
 ناراضگی سے آپ کی آئی بنے لب پہ جان
 کیا دام عشق سے کبھی نکلا ہے سید بھی
 نقصاں اگر ہوا تو فقط آپ کا ہوا
 میں صاف دل ہوں مجھ سے خطا جب کبھی ہوئی
 ہونے دی ان کی بات نہ ظاہر کسی پہ بھی
 عشق و وفا کا کام نہیں نالہ و فغاں
 بنے کار چیز دے کے دُربے بسایا
 لیکن وہاں اُنہوں نے ہرا دل اڑا یا
 ہم ان سے کیا کہیں کہ ہمیں غم نے کھا یا
 کھوئے گئے جہاں سے مگر اُن کو پایا
 لیکن اُنہوں نے گود میں مجھ کو اُٹھا یا
 لیکن اُنہوں نے بھاگ کے پیچھے سے آیا
 ہم نے بھی رُوٹھ رُوٹھ کے اُن کو منایا
 وہ چال کی کہ ان کو ہی دل میں بسایا
 میں نے بھی اُن کے حُسن کا نقشہ اڑا یا
 اب تنوک دتجے غصہ بہت کچھ ستا یا
 کیا بات تھی کہ آپ نے عہد وفا یا
 دل کو سا کے لئے مرے وِلدار کیا یا
 آپ خجال سے میں اسی دم نہا یا
 جو زخم بھی لگا اسے دل میں چھپا یا
 بھر آیا دل تو چُپکے سے آئو بہا یا



کھلے جو آنکھ تو لوگ اُس کو خواب کہتے ہیں ہو عقل اندھی تو اُس کو شباب کہتے ہیں
 کسی کے حُسن کی ہے اس میں آب کہتے ہیں بنی ہے طین اسی سے تراب کہتے ہیں
 وہ عمر جس میں کہ پاتی ہے عقل نور و جلا تم اس کو شیب کہو ہم شباب کہتے ہیں
 مُرد و رُوح جو چاہے تو دل کی سُن آواز کہ تارِ دل ہی کو چنگ و رباب کہتے ہیں
 وہ سبیل کا چشمہ کہ جس سے ہو سیراب حُسد سے اس کو ند کیوں مراب کہتے ہیں
 نگاہِ یار سے ہوتے ہیں سب مُبتقِ روشن رُموزِ عشق کی اس کو کتاب کہتے ہیں
 یہیں بھی تجھ سے ہے نسبت اور بندِ بادہ نوش نگاہِ یار کو ہم بھی شراب کہتے ہیں
 جو چاہے تو تو وہی غیسر فانی بن جائے وہ زندگی کہ جسے سب مُجاب کہتے ہیں
 یہ فخر کم نہیں مجھ کو کہ دلِ مِل کے ہرا وہ پیار سے مجھے خانہ خراب کہتے ہیں
 بڑھا کے نیکیاں میری خطائیں کر کے معاف وہ اس ظہورِ کرم کو حساب کہتے ہیں
 فراق میں جو مری آنکھ سے ہے تھک انہی سے حُسن نے پانی ہے آب کہتے ہیں

قدم بڑھا کہ ہے دیدارِ یار کی ساعت

اُٹھنے والا ہے مُنہ سے نقاب کہتے ہیں



۱۴۳

آ آ کہ تجھے سینہ سے ہم اپنے لگائیں
 جاں ندریں دیں تجھ کو تجھے دل میں بسائیں
 ہم کفر کے آثار کو دُنیا سے مٹائیں
 بھاتی ہیں مگر آپ کی ہی مجھ کو ادا ہیں
 جلتے بھی دیں کیا چیزیں یہ میری غلطیاں
 انوں گانہ جب تک کہ مری مان نہ بھائیں
 دل کو بھی مرے اپنی اداؤں سے بھائیں
 اسلام کے سر پر سے کریں دُور بھائیں
 اک نعرۂ تکبیر فلک بوس لگائیں
 پھر پرچم اسلام کو عالم میں اڑائیں
 اک بار اسی شان سے ربوہ میں بھی آئیں

ربوہ رہے کتبہ کی بڑائی کا دُعا گو
 کتبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دُعا میں



۱۴۴

سُنانے والے افسانے بُھا کے
 نہ واپس آیا دل اُس در پہ جا کے
 بٹکتے پھر رہے ہو سب جہاں میں
 درِ نئے خانہ پا کر بند اے شیخ
 یہ تم کو ہو گیا کیا اہلِ رست
 کیا سہرتے ہیں ہم سیرِ دو عالم
 خُدا ہی نے لگائی پارِ کشتی
 مجھے دیگر جب بھی دیکھتے ہیں
 کسی دن ے کے چوڑیں گے وہ یہ مال
 جو پھر نہ کھو تو جو چاہو سو کہنا
 جنوں نے ہوش نئے خانہ میں کھوئے
 یزیدی شان کے مالکِ ادھر آ
 مرے کانوں میں آوازیں خُدا کی
 بری اُمید وابستہ فلک سے
 تری نفروں میں اس دُنیا کے خاکے

ملا تجھ کو نہ کچھ دنیا میں آ کے
 نہ تو دیکھے گا راحتِ یاں سے جا کے

بتاؤں تمیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں ہوں بسندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں
 میں اپنے سیاہ خانہ دل کی خاطر وفاؤں کے خالق! وفا چاہتا ہوں
 جو پھر سے ہرا کر دے ہر شگ پودا چمن کے لیے وہ سب چاہتا ہوں
 مجھے بیر ہرگز نہیں ہے رکھی سے میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں
 وہی خاک جس سے بنا میرا پستلا میں اس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں
 بکلا مجھے جس نے میرے چمن سے میں اس کا بھی دل سے بھلا چاہتا ہوں
 مرے بال و پڑ میں وہ ہمت ہے پیدا کہ لے کر قفس کو اڑا چاہتا ہوں
 ابھی جس کو ریشیوں نے منہ سے لگایا وہی جام اب میں پیا چاہتا ہوں
 رقیبوں کو آرام و راحت کی خواہش مگر میں تو کرب و بلا چاہتا ہوں

دکھائے جو ہر دم ترا حُسن مجھ کو ۱

بری جاں! میں وہ آئینہ چاہتا ہوں



عشق نے کر دیا خراب مجھے دُور نہ کہتے تھے لا جواب مجھے
 کچھ اُننگیں تھیں کچھ اُمیدیں تھیں یاد آتے ہیں اب وہ خواب مجھے
 میں تو بیٹھا ہوں برباد ہو کیا دکھاتا ہے تو سرباب مجھے
 مست ہوں میں تو روزِ ازل سے فائدہ دے گی کیا شراب مجھے
 زشت روی میں ہوں آپ مالکِ حُسن چھوڑیے دیبچے نعتاب مجھے
 دلدوئے ہر مرض شفا لے جہاں حق نے بخشا ہے وہ کتاب مجھے
 جس میں حصّہ نہ ہو مرے دس کا کیسے بھلے وہ آبِ کتاب مجھے
 میرا بابا ہے تیغ کی جھنکار زہر لگتا ہے یہ رُباب مجھے
 دشمنوں سے تو رکھ مرا پردہ اس طرح کر نہ بے حجاب مجھے
 بے حد و بے شمار میرے گناہ کس طرح دیں گے وہ حساب مجھے
 عزم بھی اُن کا ہاتھ بھی اُن کے وہ کریں کام دیں ثواب مجھے
 بس کے آنکھوں میں دل میں گھر کر کے کر گئے یوں وہ لا جواب مجھے

دل میں سیدیاں ہیں پھر پیدا
 پھر دکھا چشمِ نیم خواب مجھے



۱۴۷

اے بے یاروں کے یار نگاہِ نطفِ غریبِ مُسلمان پر
 اس بیچارے کا ہندوستان میں اب کوئی بھی یار نہیں
 اے ہند کے مُسلم صبر بھی کر ہمت بھی کر شکوہ بھی کر
 فریادیں گو الفاظ ہی ہیں پر پھر بھی وہ بے کار نہیں
 ہر ظلم بھی سہہ ہر بات بھی سن پر دین کا دامن تھامے رہ
 نڈا نہ بن بُزدل بھی نہ بن یہ مومن کا کردار نہیں
 تو ہندوستان میں روتا ہے میں پاکستان میں گڑھتا ہوں
 ہے میرا دل بھی زار فقط تیرا ہی حال زار نہیں
 اگر جابیں ہم سجدہ میں اور سجادوں کو تر کر دیں
 اللہ کے در پر سرِ پٹکیں جس سا کوئی دربار نہیں



عقی کو بھلا یا ہے تو نے تو احمق ہے ہشیار نہیں
 اس یار کے ڈر پر جانا کچھ شکل نہیں کچھ دشوار نہیں
 میں اس کا ہاتھ پکڑ کر نہ افلاک سے ادھنچا اڑتا ہوں
 وہ خاک پیدا کرتا ہے دھڑے زندہ کرتا ہے
 تم انسانوں کے چیلے ہو میں اس کے ڈر کا ریزہ ہوں
 جاؤ ہے میری نظروں میں تاثیر ہے میری باتوں میں
 میں تیرے قدم ہوں کاموں میں بجلی ہے میری رفتار نہیں
 ہوں صد کہ شاہ کوئی بھی ہوں میں ان سب کر کیوں بھیلو
 تو اس کے پیارے ہاتھوں کو اپنی گردن کا طوق بنا
 اسلام یہ آفت آئی ہے لیکن تو غافل بیٹھا ہے
 جن معنوں میں دکھ ہے ہوتا ہے قمار بھی ہے جتا رہی ہے
 دوزخ میں جلنا سخت بُرا پر یہ بھی کوئی بات نہ مضمی
 کچھ اس کیشش ہی ایسی ہے دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہے

یہ تیری ساری ستانی بے کار ہے گر کردار نہیں
 اس طرف جو راہیں جاتی ہیں وہ ہرگز ناہموار نہیں
 پر کسی دشمن کا کوئی دربار نہیں سرکار نہیں
 جو اس کی راہ میں مڑتا ہے وہ زندہ ہے مردار نہیں
 میں عالم ہوں میں فاضل ہوں پر میرے ہمتا نہیں
 میں سب دنیا کا فاتح ہوں ہاتھوں میں مگر تلوار نہیں
 میں غلاموں کی فضا میں مر رہا ہے میری گفتار نہیں
 سرکار میری ہے مدینہ میں یہ لوگ میری سرکار نہیں
 کیا تو نے گلے میں ڈالا ہے دوا لانا ہے یہ زنا نہیں
 اٹھ دشمن پر بیٹھا ہے ثابت کر تو زندہ ہے مردار نہیں
 جن معنوں میں تم کہتے ہو قمار نہیں جتا نہیں
 سو عیب کا اس میں عیب ہے یہ گفتار نہیں پیدا نہیں
 دہرے میں اپنی جان سے کچھ ایسا بھی تو بیزار نہیں

جہاں میری گھنٹی جاتی ہے دل پارہ پارہ ہوتا ہے
 تم بیٹھے ہو چُپ چاپ جو یوں کیا تم میرے دلدار نہیں
 میں تیرے فن کا شاہد ہوں تو میری کمزوری کا گواہ
 تجھ سا بھی طیب نہیں کوئی مجھ سا بھی کوئی بیمار نہیں
 وہ جو کچھ مجھ سے کتا ہے پھر میں جو اس سے کتا ہوں
 اک رازِ محبت ہے جس کا اعلان نہیں اظہار نہیں
 میں ہر صورت اچھا ہوں اک دل میں سوزش رہتی ہے
 گر عشق کوئی آزار نہیں مجھ کو بھی کوئی آزار نہیں

کیا اس سے بڑھ کر راحت ہے جہاں نکلے تیرے ہاتھوں میں
 تُو جان کا لینے والا بن مجھ کو تو کوئی انکار نہیں



حیرمِ تقدس کے سامن کو نام سے کیا کام
 ہوا مکان تو قصرِ رحمت سے کیا کام
 رہنِ عشق کو کیفِ مدام سے کیا کام
 ہر ایک حال میں ہے لبِ پیمرے نامِ خدا
 بنوئے دل کو ڈبوتا ہوں جوئے رحمت میں
 ہے میرے دل میں محمدؐ تو اسکے دل میں میں
 مجھے پلانی ہو ساقی تو ابرِ رحمت یہ بھیج
 مرا حبیبؐ تو بستا ہے میری آنکھوں میں
 جو اس کی ذات میں کھو بیٹھے اپنی ہستی کو
 بکھی بھی عشق میں سودے ہوا نہیں کرتے
 سمندرِ عزم پہ جو ہو گیا سوار تو پھر
 اُسے تو موت کے سایہ میں لپکی ہے حیات
 مجھے خدا نے سکھایا ہے علمِ ربانی
 جو ہولی یکھتے رہتے ہیں خونِ مُسلم سے
 بغل میں بیٹھے ہوئے دستکوں کی کیا حاجت
 پچھے ہیں دام تو ان کے لیے جو اڑتے ہیں

ہوا دِ حرص کے بندہ کو کام سے کیا کام
 جو ہر جگہ ہو اسے اک مقام سے کیا کام
 پلائیے مجھے آنکھوں سے جام سے کیا کام
 خدا پرست ہوں میں رام رام سے کیا کام
 مجھے ہے ساغرِ دینا و جام سے کیا کام
 مجھے پیامبروں کے پیام سے کیا کام
 بغیر ابر کے مہربان و جام سے کیا کام
 مجھے جینوں کے ذرا و رام سے کیا کام
 اُسے ہوا اپنے پرایوں کے نام سے کیا کام
 جو جاں ہی دینے پہ آئے تو دام سے کیا کام
 اُسے رکاب سے مطلب لگام سے کیا کام
 شہیدِ عشق کو عیشِ دوام سے کیا کام
 مجھے ہے فلسفہِ منطق، کلام سے کیا کام
 انہیں وفاد و فاق و نظام سے کیا کام
 ہوں پختہ کار تو پھر عشقِ خام سے کیا کام
 اسیرِ عشق ہوں میں، مجھ کو دام سے کیا کام

چاند چمکا ہے گال میں ایسے تاج ہو جیسے بال میں ایسے
 تن پہ کھنواہ پیٹ میں حلوان جاں پہ ان کی دہال میں ایسے
 جن کو عقیٰ کا فکّر رہتا ہو میں مگر خال خال میں ایسے
 لوٹنے سے اُنہیں کہاں فرصت وہ پریشان حال میں ایسے
 ییڈر قوم بھی ہیں ڈاکو بھی اُن کے اندر کمال میں ایسے
 نئے کے پھندے میں جو پھنسا سو پھنسا اس کے مضبوط جال میں ایسے
 جل کے رہ جاتے ہیں تمام افکار دل کے اندر اُبال میں ایسے
 جو کہ شرمندہ جواب نہیں ان کے دل میں سوال میں ایسے
 اُن کو فرصت ہی صلح کی کب ہے؟ وقف جنگ و جدال میں ایسے
 وہ کریں بے وفائی اے تو بہ آپ کے ہی خیال میں ایسے
 قوم کے مال پر خیانت سے کون چھوڑے یہ مال میں ایسے
 سجدہ بارگہ بھی بوجھل ہے کیا کریں وہ ندھال میں ایسے
 گایاں میکسہ کلام اُن کا یہ مدد خوش خصال میں ایسے
 دین و دنیا کی سدھ نہیں اُن کو موخرن و جمال میں ایسے
 توڑنے کو بھی دل نہیں کرتا یہ محبت کے جال میں ایسے
 ساری دنیا میں مشک پھینکیں گے میرے بھی کچھ غزال میں ایسے

جو دل پہ زخم لگے ہیں مجھے دکھا تو ہسی
 شمارِ عشق ہیں کیسے! کبھی تو چکھ کر دیکھ
 لگاؤں سینہ سے دل میں بٹھاؤں میں تجھ کو
 وہ منہ چھپائے ہوئے مجھ سے بہکلام ہوئے
 فریب خوردہ اُلفت فریب خوردہ ہے
 وہ آپ خود چلے آئیں گے تیری مجلس میں
 برا جاکہ بھلا اپنی اپنی قسمت ہے
 زمانہ دشمن جاں ہے نہ اس کی جانب پھر
 نظر نہ آئے وہ تجھ کو یہ کیسے ممکن ہے
 نکلتے ہیں کہ نہیں رُوح میں پُر پرواز
 جو دشت و کوہ بھی رقصاں نہ ہوں مجھے کیوں
 تو اس کی سُر سے ذرا اپنی سُر ملا تو ہسی



بھل گئے جو ترے دل سے غار کیسے ہیں جو تجھ کو چھوڑ گئے وہ نگار کیسے ہیں
 نہ آرزوئے ترقی نہ صدمہ ذلت خدا بچائے یہ سیل و نہار کیسے ہیں
 ہمیں سے خانہ خُمار کا کھلا ہے در جو پُٹیکے بیٹھے ہیں وہ بادہ خوار کیسے ہیں
 نہ حُسنِ عُلق ہے تجھ میں نہ حُسنِ سیرت ہے تو ہی بتا کہ یہ نقش و نگار کیسے ہیں
 خدا کی بات کوئی بے سبب نہیں ہوتی نہیں ہے ساقی تو ابر و بہار کیسے ہیں
 نہ غم سے غم نہ خوشی سے مری تجھے ہے خوشی خدا کی ماریہ قُرب و جوار کیسے ہیں
 نہ دل کو چین نہ سر پر ہے سایہ رحمت ستم ظریف! یہ باغ و بہار کیسے ہیں
 نہ وصل کی کوئی کوشش نہ دید کی تدبیر خبر نہیں کہ وہ پھر بے قرار کیسے ہیں
 وہی ہے چال وہی راہ ہے وہی ہے روش ستم وہی ہیں تو پھر شرمسار کیسے ہیں
 وہ لالہ رُخ ہی یہاں پر نظر نہیں آتا تو اس جہان کے یہ لالہ زار کیسے ہیں
 وہ حسرتیں ہیں جو پوری نہ ہو سکیں افسوس بتاؤں کیا مرے دل میں مزار کیسے ہیں

مصیبتوں میں تعاون نہیں تو کچھ بھی نہیں
 جو غم شریک نہیں غمگسار کیسے ہیں



۱۵۳

تم نظر آتے ہو ذرہ میں غائب بھی ہو تم
 سب خطاؤں سے بھی ہو تم پاک تائب بھی ہو تم
 غم سے بالا بھی ہو فہم مجہم بھی ہو تم
 عام سے عام بھی ہو ستر غرائب بھی ہو تم
 تم ہی آتا ہو مرے تم ہی مرے مالک ہو
 میرے سماعت غم و رنج میں ناب بھی ہو تم
 غیر کی نصرت و تائید سے ہو مستغنی
 اور پھر صاحب اجناد و کتاب بھی ہو تم
 منبع خلق تم ہی ہو میسر خالق باری
 صلب بھی تم ہو مری جان ترائب بھی ہو تم



خطاب بہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اے شاہِ معالی آ بھی جا
 اے مَنُوئے لَاحِق آ بھی جا
 اے شاہِ جلال آ بھی جا
 اے رُوحِ جمالی آ بھی جا
 تو میسرِ دل میں دلِ تجھ میں
 قَضِی دَ مَنَاحِق آ بھی جا
 دشمن نے گھیرا ہے مجھ کو
 صَبْرِی دَ بَسَاحِق آ بھی جا
 سب کام مرے تجھ پر لے جاں
 میں نطف سے خالی آ بھی جا



ارادے غیر کے ناگفتنی ہیں
 نگاہیں زہر میں ڈوبی ہوئی ہیں
 حقارت کی نگاہیں میں سُکرتی
 محبت کی نگاہیں پھیلتی ہیں
 اُمیدوں کو نہ مار اے دشمن جاں
 اُمیدیں ہی تو مغزِ زندگی ہیں
 محبت سے تجھے ہے روکتا کون
 محبت کی شرائط پر کڑی ہیں
 کوئی ملتا نہیں دُنیا کو رہبر
 نگاہیں آ کے مجھ پر ہی ٹکی ہیں



زمیں کا بوجھ وہ سر پر اٹھائے پھرتے ہیں
 اک آگ سینہ میں اپنے دبائے پھرتے ہیں
 وہ جس نے ہم کو کیا برسرِ جاں رُسوا
 اُسی کی یاد کو دل میں پھپھائے پھرتے ہیں
 وہ پھول، پھولوں سے ان کے بھڑے تھے جو اک بار
 اُنہی کو سینہ سے اپنے لگائے پھرتے ہیں
 ہماری جان تو ہاتھوں میں اُس کے ہے لٹو
 جدھر بھی جب بھی وہ اس کو پھرائے پھرتے ہیں
 وہ دیکھ لے تو ہر اک ذرہ پھول بن جائے
 وہ موڑے مُنہ تو سب اپنے پرانے پھرتے ہیں
 خدا تو عرش سے اُترا ہے مُنہ دکھانے کو
 پر آدمی ہیں کہ بس مُنہ بنائے پھرتے ہیں



نوٹ : اُردو میں عام طور پر مٹائے نہیں مٹی بولا جاتا ہے اور وہاں یہ مراد ہوتا ہے کہ انسان بٹانا چاہتا ہے مگر نشان نہیں مٹتا۔ اس کے برخلاف ایک نقش ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خود تو اسے مٹانا نہیں چاہتا، لیکن مرد پر زمانہ سے وہ کمزور پڑتا جاتا ہے، چونکہ میں نے اسی مضمون کو لیا ہے، اس لیے بجائے مٹائے نہیں مٹی کے جھٹے نہیں مٹی استعمال کیا ہے۔ جاہل ادیبوں کے نزدیک یہ بات ناجائز تعریف معلوم ہو گا۔ مگر واقفوں کے نزدیک مفید اضافہ۔ - مرزا محمود احمد - (۲۸ جولائی ۱۹۵۱ء)



یہ کسی ہے تقدیر جو مٹتے نہیں مٹی پتھر کی ہے تحریر جو مٹتے نہیں مٹی
سب اور تصور تو ہرے دل سے مٹے ہیں ہے اک تری تصویر جو مٹتے نہیں مٹی
اب تک ہے ہرے قلب کے ہر گوشہ میں موجود اُن لفظوں کی تاثیر جو مٹتے نہیں مٹی
کس زور سے کعبہ میں کمی تم نے مری جاں اک گونجتی بجبیسر جو مٹتے نہیں مٹی
انسان کی تدبیر پہ غالب ہے ہمیشہ اُٹھ کی تدبیر جو مٹتے نہیں مٹی
ڈھوسری و شملہ کی تو ہے یاد ہوئی مو ہے خواہش کشمیر جو مٹتے نہیں مٹی
اسلام کو ہے نور بلا نور حُدا سے ہے ایسی یہ تنویر جو مٹتے نہیں مٹی
کُن کہہ کے نیا باب بلا عفت کا ہے کھولا
ہے چھوٹی سی تقریر جو مٹتے نہیں مٹی



آنکھ گر مُشتاق ہے جلوہ بھی تو بیتاب ہے
 دل دھڑکتا ہے مرا آنکھ اُن کی بھی پُر آب ہے
 سُر میں میں اُنکار یا اک بادلوں کا ہے، ہجوم
 دل مرا سینہ میں ہے یا قطرہِ سیما ہے
 ظلمتوں نے گھیر رکھا ہے مجھے پر غم نہیں
 دُور اُفق میں جگمگاتا چہرہِ متاب ہے
 حق کی جانب سے بلا ہو جس کو تقویٰ کا لباس
 جسم پر اس کے اگر گاڑھا بھی ہو کمخواب ہے
 جسم ایماں سہی و کوشش سے ہی پاتا ہے نئو
 آرزوئے بے عمل کچھ بھی نہیں اک خواب ہے
 عشق صادق میں ترا رونا ہے اک آبِ حیات
 بے غرض رونا ترا اک بے پَنۂ سیلاب ہے



قید کافی ہے فقط اس حُسنِ عالمگیر کی تیرے عاشق کو بھلا حاجت ہی کیا بغیر کی
 وہ کہاں اور ہم کہاں پر رحم آڑے آ گیا رہ گئی عزت ہمارے نالہ دلیگیر کی
 تب کہیں جا کر ہوا حاصل وصالِ ابتِ پاک مذقوں میں نے پرستش کی تری تصویر کی
 مجھ کو لڑنا ہی پڑا اعلیٰ کینہ تو ز سے جنگِ آخر ہو گئی تدبیر سے تقدیر کی
 جن کے سینوں میں نہ دل ہوں بلکہ پتھر ہوں صحر کیا پہنچ ان تک ہمارے نالہ دلیگیر کی
 میسر زخمی کی تڑپ میں تم نے پایا ہے مزہ ہے ہر ادل بانٹا لذت تمہارے تیر کی
 مجھ کو رہتی ہے ہمیشہ اس کے ہاتھوں کی تلاش ٹھکر رہتی ہے تجھے صبح و ساکفِ گیر کی
 جُتھوئے حُسن نہ کر تو دوسرے کی آنکھ میں
 فکر کر نادان اپنی آنکھ کے شہتیر کی



توبہ کی بیل چڑھنے لگی ہے منڈے پہ آج
اے درد ! میری آنکھ کا فوارہ پھوڑ دے
رحمت کے پھینٹے دینے پہ مدد شکر و امتنان
دل کے لیے بھی پُر کوئی انگارہ پھوڑ دے
جنت میں ایسی جنس کا جانا حرام ہے
اپنے ذنوب کا یہیں پُشتارہ پھوڑ دے
لعنت خدا کے بندوں پہ ماشا ! کبھی نہیں
بچنا ہے گر تو لعنت کفارہ پھوڑ دے
اسلام کمانے پینے پہننے کے حق میں ہے
پُر یہ نہ ہو کہ نفس کو آوارہ پھوڑ دے



سر پہ عادی وہ حماقت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 نہ خدا سے ہے محبت نہ ٹھٹھ سے ہے پیار
 نام اسلام کا ہے کفر کے ہیں کام تمام
 تم نے تنو بار مجھے نیچا دکھانا چاہا
 تم کو مجھ سے ہے عداوت تو مجھے تم سے ہے پیار
 ہر مصیبت میں دیا ساتھ متسار ایکن
 تو بہ بھی ہو گئی مقبول حضور ہی بھی ہوئی
 گالیاں کھاتیں، پٹے، خوب ہی رسوا بھی ہوئے
 کیا ہوا ہاتھ سے اسلام کے نکلی جو زمین
 دوسو سے غیر نے ڈالے کئے اپنوں نے فساد
 غیر بھی بیٹھے ہیں اپنے بھی ہیں گھیرا ڈالے
 پھینکتے رہتے ہیں امداد مرے پکڑوں پر گند
 رنج ہو غم ہو کوئی حال ہو خوش رہتا ہوں
 صدیوں سے ٹوٹ رہا ہے تیری دولت جمال
 کفر نے تیرے گرا بنے کے کئے لاکھ جتن
 میں تیری راہ میں مر مر کے بچا ہوں تنو بار

کفر و بدعت سے وہ رغبت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 تم کو وہ دیں سے عداوت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 اس پہ پھر ایسی رعونت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 پر مرے دل کی مروت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 میری یہ کیسی محبت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 تم کو کچھ ایسی شکایت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 پر مرے دل کی ندامت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 عشق کی ایسی حلاوت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 دل پہ وہ اُس کی حکومت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 میری تیری وہ رفاقت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 مجھ میں اور تجھ میں وہ خلوت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 تو نے دی مجھ کو وہ کجمت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 دل میں کچھ ایسی طراوت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 دہرا تیری وہ ثروت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 تیری وہ شان وہ شوکت ہے کہ جاتی ہی نہیں
 موت سے مجھ کو وہ رغبت ہے کہ جاتی ہی نہیں

ایک دل شیشہ کی مانند ہوا کرتا ہے
 نہیں لگ جائے ذرا سی تو صدا کرتا ہے
 میں بھی کمزور ہرے دوست بھی کمزور تمام
 کام میسر تو بھی میرا خدا کرتا ہے
 بوش کر دشمنِ ناداں یہ تو کیا کرتا ہے
 ساتھ ہے جس کے خدا اُس پہ جفا کرتا ہے
 زندگی اُس کی ہے دن اُس کے ہیں راتیں اُس کی
 وہ جو محبوب کی محبت میں رہا کرتا ہے
 قلبِ مومن پہ ہے انوارِ سماوی کا نزول
 روشن اس بجگ کو یہ اللہ کا دیا کرتا ہے
 (۱۹۳۶ء۔ کراچی کے سفر میں)



۱۶۳

جو کچھ بھی دیکھتے ہو فقط اُس کا نور ہے
 دور نہ جمال ذات تو کوسوں ہی دُور ہے
 ہے ہر گھڑی کرامت و ہر لمحہ معجزہ
 یہ میری زندگی ہے کہ حق کا بطور ہے
 دیکھا نہ تو نے اسی غنہ خانہ میں بھی جمال
 تیری تو عقل میں کوئی آیا فستور ہے
 مُردہ دلوں کے واسطے ہر لفظ ہے حیات
 میری صدا نہیں یہ فرشتوں کا صُور ہے
 ہے زندگی میں دُخل نہ کچھ موت پر ہے زور
 تو چیز کیا ہے ایک سر پر غرور ہے
 وہ زشت رُو کہ جس سے چڑیلیں بھی خوف کھائیں
 اُس کو بھی دیکھتے کہ تمنائے حُور ہے

(جولائی ۱۹۴۸ء سندھ)



اُس کی رعنائی مرے قلبِ حریس پُوچھے
 استجابِ ث کے مزے عرشِ بریں سے پُوچھے
 نسوہ و سہل خدا ہے بس ہری دکان پر
 کوچہ و بھر کے رستہ سے ہے دُنیا بے خبر
 آسمانی بادِ شابت کی خبر احمد کو ہے
 ابتدائے عشق سے دل کھو چکا ہے عقل دہوش
 دُوسروں کی خوبیاں اس کی نظر میں عیب ہیں
 آسماں کی راز جوئی عقل سے ممکن نہیں
 فقر نے بنشا ہے لاکھوں کو شبنشاہی کا تاج
 کس قدر تو بایں توڑی ہیں یہ ہے دل کو خبر
 خور و فلماں کی خبر فُلدِ بریں سے پُوچھے
 سجدہ کی کیفیتیں میری جبین سے پُوچھے
 ہر جگہ پر دیکھ لیجے گا کیس سے پُوچھے
 پُوچھنا ہو اپنے گرتو ہمیں سے پُوچھے
 کس کی ملکیت ہے غامِ نیلگیں سے پُوچھے
 سترِ اُلفت اُس نگاہِ شرمگین سے پُوچھے
 تجھ کو اپنی بھی خبر ہے ہنکتہ میں سے پُوچھے
 رازِ خانہ پُوچھنا ہو تو میکس سے پُوچھے
 کیا ہوا ہے سحر یہ ناں جویں سے پُوچھے
 کس قدر پونچھے ہیں آنسو آتیں سے پُوچھے

کس قدر مددے اُٹھائے ہیں ہمارے واسطے

قلبِ پاکِ رحمۃِ اللعالمین سے پُوچھے

(اکتوبر ۱۹۵۷ء لاہور)



جو نہی دیکھا اُنہیں چشمہ محبت کا اُبل آیا
 درختِ عشق میں مایوسیوں کے بعد پھل آیا
 خطائیں کیں بجائیں کیں ہر اک ناکردنی کر لی
 بچا سب کچھ مگر پیشانی پر اُن کے نہ بل آیا
 مٹّے ساز اس کو دھونڈتے پھرتے ہیں دُنیا میں
 مگر وہ عاشقِ صادق کے پہلو سے نکل آیا
 اُمیدیں روڑ ہی ہوتی تھیں پیدائشِ نو لے کر
 مگر قلبِ حزیں کو صبر آج آیا نہ گل آیا
 نہیں یہ چارگی و جسبہ کا دخل ان کی محفل میں
 جو آیا ان کی محفل میں وہ چل کے سر کے بل آیا
 (۱۱ جولائی ۱۹۵۱ء دورانِ سفر سکیر)



آؤ تمیں بتائیں بخت کے راز ہم چھڑیں تھاری رُوح کے خوابیہ ساز ہم
 میدانِ عشق میں ہیں رہے پیش پیش وہ محمود بن گئے وہ بنے جب ایاز ہم
 بٹھا سے نکلے وہ بکھی سینا سے آئے وہ جدت طراز وہ ہیں کہ جدت طراز ہم
 ایسی دُعا لے گی ہمیں اور کس جگہ آئیں گے اُن کے عشق سے ہرگز نہ باز ہم
 وہ آئے اور عشق کا اظہار کر دیا پڑھتے رہے اندھیرے میں ٹھپ کر نماز ہم
 عشقِ صنم سے عشقِ خدا غیر چیز ہے اس رہ کے جانتے ہیں نشیب و فراز ہم
 اک ذرہ حقیر کی قیمت ہی کیا بھلا کرتے ہیں اُن کے لطف کے بل پر ہی ساز ہم
 گاتے ہیں جب فرشتے کوئی نعمتِ جدید
 ہاتھوں میں تمام لیتے ہیں فوراً ہی ساز ہم



جب دُہ بیٹھے ہوئے ہوں پاسِ مرے
 پاس آئے ہی کیوں ہراسِ مرے
 سماعتِ وصل آ رہی ہے قریب
 ہو رہے ہیں بجا حواسِ مرے
 میرے پہلو سے اُٹھ گئے مگر تم
 بگرد گھوما کرے گی یاسِ مرے
 خاک کر دے گی کُفر کا خاشاک
 دل سے نکلی ہے جو بھڑاسِ مرے
 دے گئے تھے جوابِ تاب و توان
 کام آئی ہے ایک آسِ مرے



عاشقوں کا شوق تیرا بنی تو دیکھ
 بڑا رہا ہے حد سے کیوں تقریر میں
 طعنِ پا کاں شغلِ مُسَبِّح و شام ہے
 صدیوں اس نے ہے ترا پہرہ دیا
 وعظِ قسراں پر بھی تو کان دھر
 شکوہِ قسمت کے چکریں نہ چھن
 خوردہ یگری آسماں کی چھوڑ بھی
 اپنے دل تک سے ہے انساں بے خبر
 فرش سے جا کر یا دمِ عرش پر
 ابرِ رحمت پر تعجب کس لیے
 دامنِ رحمت وہ پھیلائے نہ کیوں
 آسماں سے کیوں نہ اُتریں اب ملک
 اب نہ باندھیں گے تو کب باندھیں گے بند
 کُفر کے چٹے سے کیا نسبت لے
 ہے اکمیل کُفر سے زور آزما
 خون کی اس رہ میں ارزانی تو دیکھ
 ہوش کر کچھ اُن کی پشانی تو دیکھ
 مولوی صاحب کی نسانی تو دیکھ
 اس نگہاں کی نگہبانی تو دیکھ
 علم کی اس میں فراوانی تو دیکھ
 اپنی غفلت اور نادانی تو دیکھ
 ابنِ آدم ! اپنی عُریانی تو دیکھ
 پھر یہ دعوائے ہمہ دانی تو دیکھ
 مُصطفیٰ کی سیرِ رُوحانی تو دیکھ
 کُفر کی دُنیا میں طغیانی تو دیکھ
 مومنوں کی تنگ دامانی تو دیکھ
 کُفر کی افواجِ طوفانی تو دیکھ
 کُفر کا بڑھتا ہوا پانی تو دیکھ
 میرے چشمہ کا ذرا پانی تو دیکھ
 احمدی کی رُوحِ ایسانی تو دیکھ



کیا آپ ہی کو نیزہ چھبونا نہیں آتا؟
 مابل ہو سکوں چھوٹوں اگر دامنِ دلبر
 بھڑبھاؤں تو اُٹھتے ہوئے طوفانوں سے لیکن
 جو کام کا تھا وقت وہ رورو کے گذرا
 کہتے ہیں کہ مٹ جاتا ہے دھن سے ہر اک لٹ
 آ جاتے ہو تم یاد تو لگتا ہوں تڑپنے
 دامن بھی ہے غمراں کا سند بھی ہے موجود
 موتی تو ہیں پر ان کو پہرہ دینا نہیں آتا
 میں لاکھ جتن کرتا ہوں دل دینے کی خاطر
 کیا فائدہ اس دُر پہ تجھے جانے کالے دل
 کس پر تے پہ اُمید رکھوں اُس سے جزا کی
 یا مجھ کو ہی تکلیف میں روزا نہیں آتا
 دامن کا مگر ہاتھ میں کونا نہیں آتا
 بخشی کو سمندریں ڈبونا نہیں آتا
 اب رونے کا ہے وقت تو روزا نہیں آتا
 لے دئے مجھے داغ کا دھونا نہیں آتا
 دُر نہ کے آرام سے سونا نہیں آتا
 دامن کو سمندریں ڈبونا نہیں آتا
 آنسو تو ہیں آنکھوں میں پہرہ دینا نہیں آتا
 پُر اُن کی بگم میں یہ بھلونا نہیں آتا
 دامن کو جو اشکوں سے بھگونا نہیں آتا
 کانوں گائیں کیا خاک کہ بونا نہیں آتا



لگ رہی ہے جہان بھر میں آگ گھر میں ہے آگ رہ گزریں آگ
 بھائی بھائی کی جان کا نیسری لب پہ ہے مسلح اور بریں آگ
 دشمنی کی پٹی ہوئی ہے رو بات میسٹی ہے پر نظریں آگ
 کس پہ انسان اعتبار کرے زور میں آگ ہے تو زریں آگ
 مٹی پانی کا ایک پُستلا تھا بھر گئی کیسے پھر بشر میں آگ
 ابن آدم کو لگ گیا کیا روگ آگ ہے دل میں اور سر میں آگ
 کیسے نکلی ہے نور سے یہ نار باپ میں نور تھا پسریں آگ
 کھا رہی ہے بحیم دُنیا کو شہر میں آگ ہے بنگر میں آگ
 اُن کو جنت سے واسطہ ہی کیا ہو لگی جن کے بام دُور میں آگ
 بن نہ بدخواہ تو کسی کا بھی خیر میں تلج ہے تو شر میں آگ

ابرِ رحمت خدا ہی برساتے

ہے بھڑک اُٹھی بھر دُور میں آگ



دُعا میں یہ کیا فتنہ اُٹھا ہے مرے پیارے
 یہ مُنہ ہیں کہ آہنگروں کی دھونکیاں ہیں
 راتیں تو ہوا کرتی ہیں راتیں ہی ہمیشہ
 ہے اُمن کا دار و فہ بنایا جنہیں تو نے
 اسلام کے شیدائی ہیں خونریزی پہ مائل
 سچ بیٹھا ہے اک کونہ میں مُنہ اپنا جھکا کر
 ظلم و ستم و جور بڑھے جاتے ہیں حد سے
 طوفان کے بعد اُٹھتے چلے آتے ہیں طوفاں
 ہر آنکھ کے اندر سے بجکتے ہیں شرارے
 دل بیسنوں میں ہیں یا کپہ سپیروں کے پٹارے
 پر ہم کو نظر آتے ہیں اب دُن کو بھی تارے
 خود کر رہے ہیں فتنوں کو آنکھوں سے اشارے
 ہاتھوں میں جو خنجر ہیں تو پہلو میں کٹارے
 اور جھوٹ کے اڑتے ہیں فضاؤں میں غبارے
 ان لوگوں کو اب تو ہی سنو اے تو سنو اے
 لگنے نہیں آتی ہے مری کشتی کنارے

گر زندگی دینی ہے تو دے ہاتھ سے اپنے
 کیا جینا ہے یہ جیتے ہیں غیروں کے سہارے



کفر کی طاقتوں کا توڑ ہیں ہم
 رُوحِ اسلام کا پنجوڑ ہیں ہم
 جنتوں سے مقامِ بالا ہے
 ایک بھی ہوں اگر کر دے ہیں ہم
 اُن سے ملنا ہے گر تو ہم سے مل
 وصل کی دایلوں کے موڑ ہیں ہم
 تم میں ہم میں مناسبت کیسی؟
 تم مفاسل ہو اور جوڑ ہیں ہم
 ہم اُمّتِ ہدٰی سے پڑ ہیں تم مایوس
 رونی صورت ہو تم ہنسوڑ ہیں ہم

۱۳ جولائی ۱۹۵۱ء برتھم سیکس



وہ دل کو جوڑتا ہے تو ہیں دلفگار ہم
دولہا ہمارا زندہ جاوید ہے جناب
وہ جان بخشتا ہے تو ہیں جاں نثار ہم
کیا بے وقوف ہیں کہ بنیں سوگوار ہم
جائیں گے اس کے در پہ یونہی بار بار ہم
ہوں گے بس اس کے فضل سے ہی کامگار ہم
رہتے ہیں اس خیال سے ہی شرمسار ہم
روئیں گے اس کے سامنے اب زار زار ہم
باندھے کھڑے ہیں سامنے اس کے قطار ہم
نہیں گے اس کی گود میں جا کر بار بار ہم
وہ دل کو جوڑتا ہے تو ہیں دلفگار ہم
دولہا ہمارا زندہ جاوید ہے جناب
وہ جان بخشتا ہے تو ہیں جاں نثار ہم
کیا بے وقوف ہیں کہ بنیں سوگوار ہم
جائیں گے اس کے در پہ یونہی بار بار ہم
ہوں گے بس اس کے فضل سے ہی کامگار ہم
رہتے ہیں اس خیال سے ہی شرمسار ہم
روئیں گے اس کے سامنے اب زار زار ہم
باندھے کھڑے ہیں سامنے اس کے قطار ہم
نہیں گے اس کی گود میں جا کر بار بار ہم

بہت نے کیسا جوڑ ملایا ہے دیکھنا
وہ خالقِ جہاں ہے تو مُشتِ غبار ہم



اُلفت اُلفت کہتے ہیں پر دل اُلفت سے خالی ہے
 ہے دل میں کچھ اور مُنہ پر کچھ دُنیا کی ریت نرالی ہے
 کہتے ہیں آدُنیا کو دیکھ ہیں اس میں یکسے نظائے
 میں کتا ہوں بس چُپ بھی رہو یہ میری دیکھی بھالی ہے
 یاں عالم اُنکو کہتے ہیں جو دیں سے کورے ہوتے ہیں
 جب دیکھو بھیڑ یا نکلے گا جو بھیڑوں کا رکھوالی ہے
 تقویٰ کا جھنڈا جھکتا ہے پر کُفر کی ٹھڈی چڑھتی ہے
 اس دُنیا میں اب نیکوں کا کوئی تواضع دالی ہے
 اندھیاری راتوں میں سجدے کرنا تو پہلی باتیں تھیں
 اب دن اک مجلسِ عیش کی ہے اور رات جو دیوالی ہے
 اب صوفے کو پیس گر جا میں اک شان سے رکھے ہتے ہیں
 مسجد میں پشائی ہوتی تھی سو ظالم نے سرکالی ہے
 کافر کے ہاتھ میں بندوقیں مومن کے ہاتھ سلاسل میں
 کافر کا ہاتھ خزانوں پر مومن کی پیالی خالی ہے



ارے مسلم طبیعت تیری کیسی لاابالی ہے
خدا کو دیکھ کر بھی تو بھی غاموش رہتا ہے
بھی اس چشمہ صافی کے ہمارے میں بہتا ہے
بھی خردوار نفلے کے اٹھا کر پھینک دیتا ہے
بھی آفاتِ ارضی و سادی سے ہرے ٹھکراتا
بھی کتا ہے تو اللہ کو کس نے بنایا ہے؟
بھی اللہ کی قدرت کا بھی انکار ہے تجھ کو
کمال ذاتِ انسانی پہ تُو تُو ناز کرتا ہے
جو راحت ہو تو منہ راحت سہاں سے موڑ لیتا ہے
جہاں فلسفہ کی غلتوں کا چارہ گر ہے تو
تو مشرق کی بھی کتا ہے تو مغرب کی بھی کتا ہے
سرود و ساز و رقص و جامِ انگوری دے خواری
اگر چاہے تو بندے کو خدا سے بھی بڑھا دے تُو

ترے اعمال دُنیا سے بُدا غفلتِ نرالی ہے
بھی اس زینتِ رُود کو دیکھ کر اے اہِ کتا ہے
بھی اک قطرہ آبِ مقطر کو ترستا ہے
بھی چوینٹی کے ہاتھوں سے بھی اُنہ چمین لیتا ہے
بھی تُو بھی جو لگ جائے تو تیرا منہ ہے مُرجھاتا
بھی کتا ہے رازِ خلقِ دُنیا کس نے پایا ہے؟
بھی انسان کی رفعت پہ بھی اصرار ہے تجھ کو
بھی شانِ خداوندی پہ تُو تُو صرف و حشر ہے
معیبت ہو تو اس کے ذریعہ سرتاب پھوڑ لیتا ہے
مگر جو آنکھ کے آگے ہے اس کے خبر ہے تُو
مگر رازِ درونِ خانہ پوشیدہ ہی رہتا ہے
پیر اسکے ساتھ تکبیریں بھی ہیں کیسی ہے خودداری
اگر چاہے تو کتر و بی کو دوزخ میں گرا دے تُو

غلامی رُوس کی ہو یا غلامی مغربیت کی کوئی بھی نام رکھے تو وہ ہے بخیل لعنت کی
 تو آزادی کا ٹھپتہ کیوں غلامی پر لگاتا ہے غلابِ فُضُولیت لے کے قرآن پر چڑھتا ہے
 یہ کیسل امتداد کی عرصہ تیرے گھر میں جاری ہے کبھی ہے مارکس کا چہرہ کبھی درسِ بخاری ہے
 مُسلمانی ہے پر اسلام سے ناآشنائی ہے نہیں ایمان کبھی، باپ دادوں کی کمائی ہے
 کبھی نعروں پہ تو قرباں کبھی گفتار پر قرباں
 مرے بھولے صنم میں اس تھے کردار پر قرباں



دل کعبہ کو چلا ہوا - بُت خانہ چھوڑ کر
 کیوں پل دیا ہے شمع کو پروانہ چھوڑ کر
 منجد حار میں ہے بخشی ڈبلونی غرو نے آہ
 اک گونہ یہ خودی مجھے دن رات چاہیے
 پر ہے کہ فرق دوزخ و جنت میں کھینچ
 ہے لذتِ سماع بھی نطفِ نگاہ بھی
 نمک و بلاؤں پ دیئے دشمنوں کو سب
 ہے گنجِ عرش ہاتھ میں قرآن طاق پر
 زمزم کی ہے تلاش اُسے میخانہ چھوڑ کر
 جاتا ہے کوئی یوں بھی کاشانہ چھوڑ کر
 کیا پایا میں نے خصلتِ زندانہ چھوڑ کر
 کیوں کرہ جیوں گا ہاتھ سے پیمانہ چھوڑ کر
 پائی نجات دام سے اک دانہ چھوڑ کر
 کیوں جا رہے ہو محبتِ جانانہ چھوڑ کر
 بیٹھے ہو گھر میں خصلتِ مرثانہ چھوڑ کر
 رہنا کے ہو رہے ہیں وہ میخانہ چھوڑ کر
 دل دے رہا ہوں آپ کو لیتے تو جلیے
 کیوں جا رہے ہیں آپ یہ نذرانہ چھوڑ کر



ہے مدت سے شیطان کے ہاتھ آئی
 ہر اک چیز اُلٹی نظر آرہی ہے
 یہ گنگا تو اُلٹی بہہ جا رہی ہے
 میں خود اپنے گھر کا بھی مالک نہیں ہوں
 فرائد کا ہے ذکر ہر اک زباں پر
 شجر کفر کا کاٹنا ہے مصیبت
 ترے باپ دادوں کے عزیز قتل
 میں مدح و ثنا حصّہ بگرو ترسا
 شیاطین کا قبضہ ہے مُسلم کے دل پر
 تو اک بار مجلس میں مُحب کو بُلا تو
 خدا میرا بدلہ ہے لیتا ہمیشہ
 سنا کرتے ہیں دل کی حالت ہمیشہ
 مرا کام جلتی پہ پانی چھڑکنا
 محمدؐ کی اُمت میٹھا کا لشکر
 نبوت سے مُنکر وراثت کا دعویٰ
 رہی ہے نہ تیری نہ شیطان کی وہ
 حکومت جہاں کی خدا کی خدا کی
 بھلائی بُرائی، بُرائی بھلائی
 جو مُسلم کی دولت تھی کافر نے کھائی
 ہے غیروں کے ہاتھوں میں میری بُرائی
 ہیں بھولے ہوئے اب بخاری نَسائی
 ہے دُمری کی بڑھیا نکا سر منڈائی
 ترے دل کو بھائی ہے دولت پرانی
 یہ مُسلم کی قسمت میں ہے بگ ہنسائی
 خدا کی دُہائی خدا کی دُہائی
 کروں گا نہ تجھ سے کبھی بے وفائی
 جو گزری مرے دل پہ دُنیا پہ آئی
 کبھی آپ نے بھی ہے اپنی سنائی
 رقیبوں کا حصّہ لگائی بھائی
 پہیلی یہ میری سمجھ میں نہ آئی
 ذرا دیکھنا مولوی کی دُھنائی
 کچھ ایسی ہے بگڑی خدا یا خدا کی

دلیز کے در پہ جیسے ہو جانا ہی چاہیئے
 بیکار رکھ کے سینہ میں دل کیا کرو نگائیں
 رنگ وفا دکھاتے ہیں ادنیٰ و خوش بھی
 اس سیہ رونی پہ شوقِ ملاقات ہے جھٹ
 بے عیب چسپزی لیتے ہیں تحفہ میں غمِ برد
 شمر و فساد و ہر بڑھا جا رہا ہے آج
 ساعی بڑھیں گے تب کہ بڑھاؤ گے دوستی
 تعمیرِ کعبہ کے لیے کوئی جگہ تو ہو
 رونقِ مکاں کی ہوتی ہے اسکے میکان سے
 گر ہو سکے تو حال سُنانا ہی چاہیئے
 آخر کسی کے کام تو آنا ہی چاہیئے
 غمِ دوستوں کا کچھ تمہیں کھانا ہی چاہیئے
 اس ماہِ رُو کا رنگ چڑھانا ہی چاہیئے
 داغِ دلِ اسیم سُنانا ہی چاہیئے
 اس کے بُنانے کو کوئی دانا ہی چاہیئے
 دلِ غمیر کا بھی تم کو بُھانا ہی چاہیئے
 پہلے صمِ کدہ کو گرانا ہی چاہیئے
 اس دلِ رُبا کو دل میں بنانا ہی چاہیئے

دل ہے شکارِ حرص و ہوا و ہوس ہوا

پنجمہ سے ان کے اس کو پھڑانا ہی چاہیئے

(اگست ۱۹۵۴ء، ناصر آباد، سندھ)



ہے تاروں کی دنیا بہت دُور، ہم سے ہم ان سے ہیں اور وہ ہیں مجھ سے
 خدا جانے ان کو ہے آزادی حاصل کہ ہیں وہ بھی معذور و مجبور، ہم سے
 زمانہ کو حاصل ہو نورِ نبوت جو سیکھے قوانین و دستور، ہم سے
 خدا جانے دونوں میں کیا رس بھرا ہے ہم ان سے ہیں اور وہ ہیں مجھ سے
 ہم ان سے نگاہیں لڑائیں گے پیہم وہ باتیں کریں گے سِرِ طور، ہم سے
 ادھر ہم بے بند ہیں ادھر دل بے بند ہے ہم اُس سے ہیں اور وہ ہے مجھ سے
 رقبوں سے بھی پھیڑ جاری رہے گی تعلق رہے گا بدستور، ہم سے
 دلِ دوستاں کو نہ توڑیں گے ہرگز نہ ٹوٹے گا ہرگز یہ بلور، ہم سے
 دھرا ہم پہ بارِ شریعت تو پھر کیوں فرشتوں پہ ظاہر ہو دستور، ہم سے

مبارک ہو یہ دارون کو ہی رشتہ

قربت نہیں رکھتے نگور ہم سے

(ناصر آباد - سندھ)



آدم سے لیکر آج تک پیچھا ترا چھوڑا نہیں
گو بار بار دیکھا انہیں لیکن وہ لذت اور تھی
ان سے اسے نسبت ہی کیا وہ نور ہیں یہ نالہ ہے
تو بار توبہ توڑ کر بھکتی نہیں میری نظر
آنے کو وہ تیار تھے میں خود ہی کچھ شرمایا گیا
ابدال کیا، اقطاب کیا، جبریل کیا، میکال کیا
اس پر ہونے طاہر محمد مصطفیٰ حب الوری
کھولا ہے کس تدبیر سے باب لقائے دلربا
آ دوست دامن تھام لیں ہم مصطفیٰ کا زور سے
شیطان ساتھی ہے برا لیکن وہ ہے بس اقریں
دل سے کوئی پوچھے ذرا لطف نگاہِ اولیں
گر وہ بلائے تو ملیں ان کے قدم میری جبین
بھکتی ہے مکر وہ گنہ ان کی نگاہ شرمگین
ان کو بھاؤں میں کہاں دل میں صفائی تک نہیں
جب تو غذا کا ہو گیا سب ہو گئے زیر نگین
بالا ہے نہ افلاک سے کربو یا میری زین
آئے ہیں کس انداز سے اوڑھے رداء المرسلین
ہے اک یہی بچنے کی رہ ہے اک یہی نبی المیتیں

کیا فکر ہے تمہکو اگر شیطان ہے بازی لے گیا

دُنیا غذا کی ملک ہے تیری نہیں میری نہیں



میں نے مانا میرے دلبر تری تصویر نہیں
 سب ہی ہو جائیں مُسلاں تری تقدیر نہیں
 دل میں بیٹھے کہ سائے میری آنکھوں میں تو
 دیر باکیا ہے جو دل نہ بُھائے میرا
 ہے قیادت سے بھی پُر لطف لطاعت بھکو
 صاف ہو جائے دل کا فرؤنکر جس سے
 اس کی آواز پہ پھر کیوں نہیں کہتے بتیک
 مجھ سے وحشی کو کیا ایک اشارے میں رام
 سبق آزادی کا دیتے ہیں دل عاشق کو
 کوئی دشمن اُسے کر سکتا نہیں مجھ سے جدا
 ان کی جادو بھری باتوں پہ مُرا جاتا ہوں
 جس کی تمہی چیز اُسی کے ہی حوالے کر دی
 جس پہ عاشق ہوا ہوں میں وہ اسی قابل تھا
 تیرے دیدار کی کیا کوئی بھی تدبیر نہیں
 یا دُعاؤں میں ہی میری کوئی تاثیر نہیں
 میری تعظیم ہے اس میں تری تحقیر نہیں
 سینے کے پار نہ ہو جائے تو وہ تیر نہیں
 ہوں تو میں پیر مگر شکر ہے بے پیر نہیں
 تیری تقدیر میں ایسی کوئی تدبیر نہیں
 طوق گردن میں نہیں پاؤں میں زنجیر نہیں
 کیا یہ جادو نہیں کیا رُوح کی تسخیر نہیں
 اُن کی رُفوں میں کوئی رُلفِ گرہ گیر نہیں
 ہے تصور ترا دل میں کوئی تصویر نہیں
 قتل کرتے ہیں مگر ہاتھ میں شمشیر نہیں
 دے کے دل خوش ہوں میں اس تپاؤں گیر نہیں
 خود ہی تم دیکھ لو اس میں میری تفسیر نہیں

روح انسانی کو جو بنختے جلا ہے اکیر

میں کو چھو کر جو ہلا کر دے وہ اکیر نہیں



تصویر کا پہلا رخ

★

مر رہا ہے بھوک کی شدت سے بچا رہ غریب دُعا کئے کو تن کے گا دھا تک نہیں اس کو نصیب
کھاتے ہیں زردہ پلاؤ دقورما و شیرمال مٹلی دُشائے اوڑھے پھرتے ہیں اس کے رقیب
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

مطبلس میں گھوڑے ہیں بھینسیں بھی ہیں کچھ شیردار سبزے کی کثرت سے گھر بھی بن رہا ہے مرغزار
لب پرانے قہقہے ہیں اُن کی آنکھوں میں ہلار مودج انسانی ہے پر خاموش بیٹھی سو گوار
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

جب دُبا آئے تو پہلا اس سے مرتے ہیں غریب مالداروں کو مگر لگتے ہیں ٹیکے، ہے عجیب
موت جس کے پاس ہے بے دُہ تو محروم دُوا ادھر جو محفوظ ہیں ان کو دوائیں ہیں نصیب
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

نُورِ قرآن کی تجلّی ہے زمانہ بھر میں آج احمد ثانی نے رکھ لی احمد اول کی لاج
کُترنے بُت توڑ ڈالے دیر کو ویراں کیا پر مسلمانوں کے گھر میں ہے جہالت ہی کارِ لاج
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

درتِ نبوی کے ڈر سے مولوی کا احترام اُلفتِ پدری کی خاطر سیدوں کے ہیں غلام
جو بھی کچھ ہے غیر کا ہمان کی حالت ہے تویہ دولتِ عقیٰ سے خالی نعمتِ دُنیا حرام
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

یاد میں مسلمان کے الفاظ تو ان کو متام اور پوچھیں تو ہیں کہتے یہ ہے اللہ کا کلام
پر یقین مفقود ہے ایمان ہے بالکل ہی غام علم و عرفان کی غذا ان پر ہے قطعاً ہی حرام
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

مال سے بے جیب خالی علم سے خالی ہے سر یادِ خالق سے ہے غفلت رہتی ہے فکر و دگر
مالِ خود برباد ویراں مالِ دیگر پر نظر منزلِ آخر سے غافل پھر رہے ہیں دُر بدر
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

بے قدم دُنیا کا ہر دم آگے آگے جا رہا تیز تر گردش میں ہیں پہلے سے اُراضِ دِسا
آج کوئی بھی نفسِ آتائیں ساکن نہیں ایک مُسلم ہے کہ ہے آرام سے بیٹھا ہوا
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

فکرِ انسانی فلک پر اُڑ رہا ہے آج کل فلسفہ و کھلا رہا ہے خوب اپنا زور و بُل
پر مُسلمان راستہ پر محو حیرت ہے کھڑا کہہ رہا ہے اس کو مُلا اک قدم آگے نہ چل
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

شیخِ نورِ آسمانی کو دیا جس نے بھبا بابِ وحی حق کا جس نے بند بالکل کر دیا
جس نے فضلِ ایزدی کی راہیں سب سد دیں ہے اسی مُلا کو مُسلم نے بنایا راہِ منا
تیرے بندے لے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں

تصویر کا دوسرا رُخ

وہ بھی ہیں کچھ جو کہ تیرے عشق سے محو رہیں ذیوی آلائشوں سے پاک ہیں اور دُور ہیں

دُنیا والوں نے انہیں بے گھر کیا بے در کیا پھر بھی ان کے قلبِ حُبِ خلق سے معمور ہیں

تیرے بنے اے خُدا چ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

دُعا پنتے رہتے ہیں ہر دم دوسروں کے عیب کو ہیں چھپاتے رہتے وہ دُنیا جہاں کے عیب کو
ان کا شیوہ نیک نطنی نیک خواہی ہے سدا آنے دیتے ہی نہیں دل میں کبھی بھی عیب کو

تیرے بنے اے خُدا چ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

روز و شب تیراں میں فکرو و تدبیر مشغولہ اُن پہ دروازہ کھلا ہے دین کے اسرار کا
بھید میں اُن میں غیریت کوئی نظر آتی نہیں ہیں اگر وہ مال تیرا تو بھی ان کا ہے صلہ

تیرے بنے اے خُدا چ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

اک طرف تیری حُبّت اک طرف دُنیا کا درد دل پمٹا جاتا ہے سینے میں ہے چہرہ زرد زرد
پس لگے رہتے دُعاؤں میں وہ دن بھی ات بھی ہیں زمین و آسماں میں پھر رہے وہ رُخ نورود

تیرے بنے اے خُدا چ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

جن کو بیماری لگی ہے وہ ہیں غافل سو ہے پر یہ ان کی فکر میں ہیں سخت بے گل ہو ہے
ایک بیماری سے گماں ایک فکروں کا شکار دیکھئے دُنیا میں باقی یہ رہے یا وہ رہے

تیرے بنے اے خُدا چ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

بادۂ عرفاں سے تیری ان کے سر معمور ہیں جذبۂ الفت سے تیرے ان کے دل معمور ہیں
ان کے سینوں میں اُٹھاکرتے ہیں طوفانِ لُٹن وہ زمانہ بھر میں دیوانے ترے مشہور ہیں

تیرے بنے اے خُدا چ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

خاقت و قوت کے مالک ان کا منہ کرتے ہیں بند دین کی گدی کے وارث پھینکتے ہیں ان پہ گند
وہ ہر اک میتاد کے تیروں کا بنتے ہیں ہدف جس کا بس مپتا ہے پہنچاتا ہے وہ ان کو گزند

تیرے بنے اے خُدا چ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

فخرِ خود سے فکرِ دُنیا کے لیے آزاد ہیں شاد کرتے ہیں زمانہ بھر کو خود ناشاد ہیں
 دُنیا والوں کی نظر میں پھر بھی منہرے ہیں حقیر ہیں گنہ لازم مگر سب نیکیاں برباد ہیں
 تیرے بننے لے خدا چاہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں
 بند کر کے آنکھ دُنیا کی طرف سے آج وہ رکھ ہے ہیں تیرے دس کی سب جہاں میرا ج وہ
 تیری خاطر سہ ہے ہیں ہر طرح کی ذلتیں پر ادا کرتے نہیں شیطان کو ہرگز باج وہ
 تیرے بننے لے خدا چاہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں
 ساری دُنیا سے ہے بڑھ کر حوصلہ ان کا بلند پھینکتے ہیں عرش کے کنگوروں پر اپنی کند
 کیوں نہ ہو وہ صاحبِ معراج کے شاگرد ہیں آسمان پر اڑ رہا ہے اس لیے ان کا سمنہ
 تیرے بننے لے خدا چاہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں
 جن کو کبھی تھی بُرا دُنیا وہی تیرے ہوئے شیر کی مانند اُٹھے ہیں وہ اب پھرے ہوئے
 نام تیرا کر رہے ہیں ساری دُنیا میں بلند جہاں تھیلی پر دھرے سر پر کفن باندھے ہوئے
 تیرے بننے لے خدا چاہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں



بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
 توحید کی بولب پڑ شہادت خدا کرے
 پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
 محکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
 مٹ جائے دل سے زنگِ ذالت خدا کرے
 مل جائیں تم کو زبد و امانت خدا کرے
 بڑھتی ہے ہمیشہ ہی طاقت خدا کرے
 مل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے
 مل جائے جو بھی آئے مصیبت خدا کرے
 منظور ہو تمہاری اطاعت خدا کرے
 سُن لے ندائے حق کو یہ اُمت خدا کرے
 چھوٹے کبھی نہ جامِ سخاوت خدا کرے
 راضی رہو خدا کی قضا پر ہمیشہ تم
 احسان و لطف عام رہے سب جہان پر
 گوارہ علوم تمہارے بنیں قلوب

حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے
 ایمان کی ہودل میں حلاوت خدا کرے
 سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے
 حاصل ہو مصطفیٰ کی رفاقت خدا کرے
 آجائے پھر سے دورِ شرافت خدا کرے
 مشہور ہو تمہاری دیانت خدا کرے
 جسموں کو چھو نہ جائے نقابت خدا کرے
 چمکے فلک پہ تارہ قسمت خدا کرے
 پیچھے نہ تم کو کوئی اذیت خدا کرے
 مقبول ہو تمہاری عبادت خدا کرے
 پکڑے بزورِ دامنِ اُمت خدا کرے
 ٹوٹے کبھی نہ پائے صداقت خدا کرے
 لب پر نہ آئے حرفِ شکایت خدا کرے
 کرتے رہو ہر اک سحر و ت خدا کرے
 پٹھکے نہ پاس تک بھی جہالت خدا کرے

بیروں سے پہلو اپنا بچاتے ہو ملام
 مٹنے لگے وہ بات تمہاری بدوق و شوق
 اخلاص کا درخت بڑھے آسمان تک
 پیداؤ سب جہان میں قولِ رسول کو
 پایاب ہو تمہارے لیے بحر معرفت
 اٹھتا رہے ترقی کی جانب قدم ہمیش
 تبلیغ دین و نشر ہدایت کے کام پر
 سایہ فگن رہے وہ تمہارے وجود پر
 زندہ رہیں علوم تمہارے جہان میں
 سوسو حجاب میں بھی نظر آئے اُس کی شان
 ہر گام پر فرشتوں کا شکر ہوا ساتھ ساتھ
 قرآن پاک ہاتھ میں ہو دل میں نور ہو
 دجال کے بھپائے ہوئے جال توڑ دو
 پرواز ہو تمہاری نہ افلاک سے بلند
 بلحا کی دادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
 قائم ہو پھر سے حکم محمد جہان میں
 تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ

ایک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
 ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے



دید کی راہ بتائی تھی ہے تیرا احساں
 تم نے ملنے کی خدا کو بھی ہے خواہش یہ خبر
 ہفت اقلیم کو جو راگھ کئے دیتی تھی
 راہ گمروں کو بچانے کے لیے خلقت میں
 جس نے دیرانوں کو دنیا کے کیا ہے آباد
 جس کی گرمی سے مری روح ہوتی ہے پختہ
 عرش سے کمینچ کے لئے آئی خدا کو جو پسینہ
 آج مسلم کو جو ملتی ہے ولایت و افتد
 قید شیطان سے چھڑانے کے لیے ماضی کو
 اس کی تدبیر بھائی تھی ہے تیرا احساں
 مُصَلِّف: تُو نے سنائی تھی ہے تیرا احساں
 تُو نے وہ آگ بھائی تھی ہے تیرا احساں
 شمع اک تُو نے جلائی تھی ہے تیرا احساں
 بستی وہ تُو نے بسائی تھی ہے تیرا احساں
 تُو نے وہ آگ جلائی تھی ہے تیرا احساں
 تیری بروقت دہائی تھی ہے تیرا احساں
 سب ترے حصہ میں آئی تھی ہے تیرا احساں
 کس نے تکلیف اٹھائی تھی ہے تیرا احساں

تُو نے انسان کو انسان بنایا پھر سے
 درنہ شیطان کی بن آئی تھی ہے تیرا احساں



کرد جانِ قُربان راہِ خدا میں بڑھاؤ قدم تم طریقِ وفا میں
 فرشتوں سے بل کر اُڑو تم ہوا میں مکہ جائے خوشبوئے ایماں فضائیں
 ہوا یکما کہ دشمن ہے ایلس پیارو خدا نے نوازا ہے ہر دُوسرا میں
 ہے قرآن میں جو سرور اور لذت نہ ہے مثنوی میں نہ بانگِ درا میں
 محبت رہے زندہ تیرے ہی دم سے تُو مشہورِ عالم ہو مہرِ وفا میں
 خدا کی نظر میں رہے تُو ہمیشہ ہو مشغولِ دل تیرا ذکرِ خدا میں
 تجھے غیر کے غم میں مرنے کی عادت مہارت ہے غیروں کو جو درِ بخا میں

مساداتِ اسلام قائم کرو تم
 رہے فرقِ باقی نہ شاہِ دُگدا میں



کچھ دن کی بات ہے بارہ بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔ گویا یہ غزل
 اِلقائی ہے۔ ہاں آنا فرق ہے کہ پہلا شعر تو نغظ بلغظ یاد رہا ہے اور باقی اشعار میں سے اکثر ایسے ہیں
 جن کے بعض نغظ تو بھول گئے اور جاگئے پر غود اس کمی کو پورا کیا گیا اور دو تین شعر ایسے ہیں جو سارے
 کے سارے جاگئے پر بنائے گئے۔ اب یہ سب اشعار اشاعت کے لیے افضل کو بھجوائے جاتے ہیں۔
 (مرزا محمود احمد)



لے خدا دل کو مرے مژدعِ تقویٰ کر دیں
 میری آنکھیں نہ نہیں آپ کے چہرہ سے کبھی
 دانہ سبچہ پر انگندہ ہیں چاروں جانب
 ساری دُنیا کے پیاسوں کو کروں میں سیراب
 میں بھی اُس ستیدِ بظا کا غلام در ہوں
 میٹھے رستمہ پہ چلے جاتے ہیں تیرے بندے
 منتظر بیٹھے ہیں دروازہ پہ عاشق لے رتب
 احمدی لوگ ہیں دُنیا کی بنگاہوں میں ذلیل
 میرے قدموں پہ کھڑے ہو کے تجھے بکھیں لوگ
 ہوں اگر بد بھی تو تو بھی اچھا کر دیں
 دل کو وارفتہ کریں محو تماشا کر دیں
 ہاتھ پر میرے انہیں آپ اکٹھا کر دیں
 چشمہ شور بھی ہوں گر مجھے میٹھا کر دیں
 دم سے روشن مرے بھی وادی بظا کر دیں
 پھیر لائیں انہیں اور راہ کو سیدھا کر دیں
 تھوک دیں غصتہ کو دروازہ کو پھر ڈا کر دیں
 اُن کی عزت کو بڑھائیں انہیں اُدینا کر دیں
 ربِ ابرام مجھے اس کا مصلے کر دیں

مجھ سے کمویا ہوا ایمان مسلمان پالیں ہوں تو سخی پہ مجھے آپ شریا کر دیں
 دُگ بیتاب ہیں بچہ کہ نمونہ دیکھیں سالک رہ کے لیے مجھ کو نمونہ کر دیں
 مقصدِ خلق بر آئے گامی تو ہو گا اندھی دُنیا کو اگر فضل سے بینا کر دیں
 فلتیں آپ کو سبھی نہیں میرے پایے پرے سب چاک کریں چہرہ کو ننگا کر دیں
 اپنے ہاتھوں سے ہوئی ہے مری ممت برباد میری بیماری کا اب آپ مداوی کر دیں
 بار آور ہو جو ایسا کہ جہاں بھر کھائے دل میں میرے وہ شجر خیر کا پیدا کر دیں

میں تہی دست ہوں رکھتا نہیں کچھ راسِ عمل
 جو نہیں پاس برے آپ متیا کر دیں



میرے آقا! پیش ہے یہ حاصلِ شام و سحر
 میں نے سمجھا تھا جوانی میں گزر جاؤنگا پیار
 کثرتِ آثام سے ہے غم ہوئی میری کمر
 آپ تو ہیں ملکِ ارض و سما لے میری جاں
 بے سرو سامان ہوں اس دنیا میں لے میرے خدا
 آدمِ اول سے لیکر وہ ہے زندہ آج تک
 مومنِ کامل کا گھر ہے جنتِ اعراف میں
 وہ بھی اوجھل ہے مری آنکھوں سے جو ہے سامنے
 میرے ہاتھوں میں نہیں ہے نیک ہو یا بد ہو
 آج سب مسلمِ نواتیں کی ہیں غریاں زینتیں
 سایہ کفار سے رکھو مجھے باہر ہمیش
 لاکھ حملہ کن ہو مجھ پر فتنہ زندیقیت
 میں ترے بندے مگر ہاتھوں کی طاقت سلب ہے

سینہ صافی کی آہیں آنکھ کے لعل و گہر
 اب جو دیکھا سامنے ہیں پھر وہی خوفِ خطر
 اب میں اس کا مداوا ہے کہ کریں درگزر
 آپ کا غلام مگر پھرتا ہے کیوں یوں در بدر
 اپنی جنت میں بنادیں آپ میرا ایک گھر
 ایسی طاقت دے کچل فُلوں میں اب شیطان کا سر
 اور دوزخ کا میکس ہے جو بنا ہے من کفر
 ہے ترے علمِ ازل میں جو ہے غائب مُستتر
 ملک میں تیری ہے یا رب خیر ہو وہ یا کہ شر
 تو نے فرمایا تھا ہے پر دے سے باہر مآظہر
 لے مرے قدوس لے میرے لیک بھر و بر
 پنج میں آجایتو بن حبیبِ تو میری پسر
 کفر کا خیمہ لگا ہے قریہ قریہ گھر بہ گھر

جن کو حامل تھا تقرب وہ ہیں اب معتب دہر

اور ہیں مسند پہ بیٹھے جو ہیں فخر اور نخر



ہونی طے آدم و حوا کی منزل انس و قربت سے
 خدا کا قرب پائیگا نہ راحت سے نہ غفلت سے
 الٰہی توجہ پچالے سب مسلمانوں کو ذلت سے
 عزیز و دل رہیں آباد پس اس کی محبت سے
 خدا سے پیار کر دل سے اگر رہنا ہو عزت سے
 اگر رہنا ہو راحت سے تو رہ کامل قناعت سے
 تعلق کوئی بھی رکھنا نہ تم بغض و عداوت سے
 بری یہ عاجزی بلا ہے سب دنیا کی عزت سے
 بڑا دشمن بڑائی چاہتا ہے گر شہادت سے
 بلا ہے علم سے مجھ کو نہ کچھ اپنی لیاقت سے
 بسر کر عمر تو اپنی نہ سو سو کر نہ غفلت سے
 گئی ابلیس کی تدبیر ضائع سب بہ فضل اللہ
 کھم اللہ کے پیرو بنے ہیں پیرو شیطان
 جنہوں نے پائی ہے اللہ کی کوئی شریعت بھی

مگر ابلیس اندھا تھا کہ چمنباغ کی لعنت سے
 یہ درجہ گرے گا تو فقط ایشار و محنت سے
 کہ جو کچھ کرے ہیں کرے ہیں یہ وہ جہالت سے
 بنو زاہد، کرو الفت نہ ہرگز مال و دولت سے
 کہ ابراہیم کی عزت تھی سب مولیٰ کی غفلت سے
 کبھی بھی تر نہ ہو تیری زباں حرف شکایت سے
 کہ مومن کو ترقی ملتی ہے مہر و محبت سے
 تجھے کیا کام ہے دنیا کی رفعت اور شوکت سے
 تو اس کا توڑ دے منہ تو محبت سے مروت سے
 بلا ہے مجھ کو جو کچھ بھی سو مولیٰ کی عنایت سے
 کہ ملتی ہے ہر اک عزت اطاعت سے عبادت سے
 ملی ہے آدم و حوا کو جنت حق کی رحمت سے
 دکھایا سامری نے کیا تماشہ اپنی بُعت سے
 انھیں تو ٹھیک کر سکتا نہیں، پر حق و حکمت سے

مرے ہاتھوں تو پیدا ہو گئی ہیں الجھنیں لاکھوں
 مراسمِ دار کوثر بانٹنے بیٹھا ہے جب پانی
 میٹھا کے لیے نکھا ہے وہ شیطاں کو مارے گا
 مرنی بخشش تو وابستہ ہے تیری چشم پوشی سے
 مجھے تو لے خدا دُنیا میں ہی تُو بخش دے جنت
 ترے دُر کے سوا دیکھوں نہ دروازہ کسی گھر کا
 نہ بھول لے ابن آدم اپنے دادا کی حکایت کو
 خدا سے بڑھ کے تم کو چاہنے والا نہیں کوئی
 کرو وِ قبال کو تم سب رنگوں اطرافِ عالم میں
 بجھی مغرب کی باتوں میں آنا لے مرے پیارو
 یہ ظاہر میں غلامی ہے مگر باطن میں آزادی
 کما تھا طور پر موتی کو اس نے لکن شکر آئی پز
 تھے دشمن تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جائیں گے
 ہے کرنا زیرِ شیطاں کا بہت مشکل مگر سمجھو

جو سلیمیں گی تو سلیمیں گی ترے دستِ مروت سے
 تو دل میں خیالِ نکبت لاکہ وہ بانٹے گا جنت سے
 نہ مارے گا وہ آہن سے کریگا قتلِ حجت سے
 الٰہی رحم کر مجھ پر مرا جاتا ہوں جنت سے
 قتلِ پانی نہیں سکتا، قیامت کی زیارت سے
 بجھی مت کھینچو ہاتھ اپنا تو میری کفالت سے
 نکالا تھا اُسے ابلیس نے محو کہے جنت سے
 کسی کا پیار بڑھ سکتا نہیں ہے اسکی پابست سے
 کہ ہے بربزِ دل اس کا محمد کی عداوت سے
 نہیں کوئی ثقافت بچے کے اسلامی ثقافت سے
 نہ ہونا مغرب ہرگز محمد کی حکومت سے
 محمدؐ پر ہوا جسلوہِ قدسی کا غایت سے
 نہ دُر اُن سے ٹھکرا ہو سامنے تو اُنکے جرات سے
 کہ مل ہوتی ہے یہ مشکلِ نماز کی اجابت سے

خدا یا دُور کرے ساری بدیاں تو جبرِ دل سے

ہو ابر باد ہے میرا سکونِ عقبی کی دہشت سے



بلا کی آگ برستی ہے آسمان سے آج
 اٹھ اور اٹھ کے دکھا زورِ حُبِ مِلّت کا
 وہ چاہتا ہے کہ ظاہر کرے زمانہ پر
 جو دل کو چھید دے جا کر عدوِ مُسلم کے
 خدا ہماری مدد پر ہے جو کہ ہیں مظلوم
 جلا کے چھوڑیں گے اعدائے کینہ پرور کو
 ہزار سال مسلمان نے تجھ کو پالا ہے
 جو قلبِ مومن صادق سے اٹھ رہی ہے دُعا
 ہمارے نیک ارادوں پر اس قدر شبہات
 عددیہ چاہتا ہے ہم کو لامکاں کرنے
 فرشتے بھرے ہیں اس کو اپنے دامن میں
 پڑے گی رُوحِ نئی جسمِ زارِ مُسلم میں
 ہیں تیر جھپٹ رہے تقدیر کی کماں سے آج
 یہ التجا ہے مری پیر اور جواں سے آج
 ہمارے دل کے ارادے اس امتحان سے آج
 وہ تیر نکلے الٹی مری کماں سے آج
 بنائے گا وہ عدو کو مرے جہاں سے آج
 نکل رہے ہیں جو شعلے دلِ تپاں سے آج
 یہ غیظِ تجھ میں اُبھر آیا ہے کماں سے آج
 اتر رہے ہیں فرشتے بھی بیکشاں سے آج
 خدا ضرور ہی نپٹے گا بدگماں سے آج
 ہمیں بھی آئے گی امداد لامکاں سے آج
 نکل رہی ہے دُعا جو مری زباں سے آج
 وہ کام ہوگا مرے جسمِ نیم جاں سے آج

دُمائیں شعلہِ جوالہ بن کے اُتریں گی جلا کے رکھ دیں گے اعداء کو ہم نغاں سے آج
 یروشلم ابرہہ کو تہس نہس کر دے گی اڑے گی فوجِ طیور اپنے آشیاں سے آج
 شہید ہوں گے جو اسلام کی حفاظت میں ملاقی ہوں گے وہی اپنے دستاں سے آج
 انیس کے نام سے زندہ رہے گا نامِ وطن گھروں سے نکلیں گے جو ہاتھ دھو کے جان سے آج
 ہمیں وہ دامنِ رحمت سے دھانپ لیں گے ضرور بھریں گے گھر کو ہمارے وہ ارمغاں سے آج
 مشامِ جان معطر کرے گی جو خوشبو!
 ملک رہی ہے وہی میر بوتلاں سے آج



یہ نظم بہت پرانی ہے غالباً ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ کی۔ کھونگی تھی۔ صرف حضورؐ کو مطلع یاد رہ گیا تھا اور حضورؐ نے ۱۹۳۷ء میں دوبارہ اسی مطلع پر نظم کہی تھی۔ جو ۹ نومبر ۱۹۵۱ء کے 'افضل' میں شائع ہوئی۔ اب کاغذات دیکھتے ہوئے پہلی نظم حضورؐ کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی مل گئی ہے۔ جو ذیل میں شائع کی جا رہی ہے۔
(مریم صدیقہ)

ایک دل شیشہ کی مانند ہوا کرتا ہے نہیں لگ جائے ذرا سی تو صدا کرتا ہے
میں نے پوچھا جو ہو کیوں چپ تنک کر لوے ہم مہرے بیٹھے ہیں جانے بھی دے کیا کرتا ہے
دوستی اور وفاداری، حسبِ عیش کے وقت آڑے دھنوں میں مبتلا کون دفن کرتا ہے
پھلتے کاموں میں مدد دینے کو سب حاضر ہیں جب بگڑ جائیں فقط ایک خدا کرتا ہے
کیا بتاؤں تجھے کیا باعثِ خاموشی ہے میرے سینہ میں یونہی دزد، ہوا کرتا ہے
میں تو بیداری میں رکھتا ہوں بے صلے دل کو جب میں سو جاؤں تو یہ آہ دہکا کرتا ہے
تم نے بھی آگ بھائی نہ بھی آگے ہری میری آنکھوں سے مراد دل یہ گلہ کرتا ہے
دزد تو اور ہی کرتا ہے قاتلِ دل سے پر وہ اظہارِ محبت سے دبا کرتا ہے
بھریں زیست مجھے موت نظر آتی ہے کوئی ایسا بھی ہے عاشق جو جیا کرتا ہے

بیٹھ جاتا ہوں وہیں تمام کے اپنے سر کو
جب کبھی دل میں مہرے درواٹھا کرتا ہے



قبل از ہجرت قادیاں میں

آمد کا تیری پیارے ہوا انتظار کب تک
ترے گاتیرے منہ کو یہ دلفگار کب تک
کرتا رہے گا وعدے لے گلزار کب تک
چھتا رہے گا دل میں سرت کا خار کب تک
کھوے گا مجھ پہ بے تک یہ رازِ خلق و خالق
دیکھو نگا تیری جانب اسی سنہ دار کب تک
ہر چیز اس جہاں کی ڈھلتا ہوا ہے سایہ
روزِ شباب کب تک لطفِ بہار کب تک
ان دادیوں کی رونق کب تک ہے گی قائم
یہ ابر و باد و باراں یہ سبزہ زار کب تک
یہ خدو خال کب تک یہ چالِ ڈھال کب تک
اس حُسنِ عارضی میں آخر کب تک
بیمیں گے ابنِ آدم کب کنجِ عافیت میں
شور و شغب یہ کب تک یہ خرشار کب تک

بعد ہجرت سندھ کے سفر میں

ترنی تدبیر جب تقدیر سے لڑتی ہے لڑتاں
تو اک نقصان کے بڑے ترے ہوتے ہیں نقصان
وہ خود دیتے ہیں جب مجھ کو بھلا انکار ممکن ہے
میں کیوں فاقے رہوں جب شاہ کے گھر میں ہوا ہماں
بٹھا کر ماتہ پر لاکھ وہ خاطر کریں میری
گدا پھر بھی گدا ہے اور سلطان پھر بھی ہے سلطان
جب گئے دل میں آؤ اور جو پا ہو کو اس سے
یہ دُہ در ہے کہ جن کوئی حاجب ہے نہ ہے درباں



بنابِ مولوی تشریف لائیں گے تو کیا ہو گا
 وہ بھڑکائیں گے لوگوں کو مگر اپنا خدا ہو گا
 یہی ہو گا نا۔ غصہ میں وہ ہم کو گالیاں دیں گے
 سنائیں گے وہ کچھ پہلے نہ جو ہم نے سنا ہو گا
 ہم اُن کی تلخ گفتاری پہ ہرگز کچھ نہ بولیں گے
 جو بگڑے گا تو اُن کا مُنہ - ہمارا ہرج کیا ہو گا
 وہ کافر اور مُلحد ہم کو بتلائیں گے منبر پر
 ہمارے زندقہ کا فتویٰ سب میں بر ملا ہو گا
 کہیں گے قتل کرنا اس کا جائز بلکہ واجب ہے
 جو اس کو قتل کر دے گا وہ محبوبِ خدا ہو گا
 جو اس کا مال لوٹے گا وہ ہو گا داخلِ جنت
 جو حملہ اس کی عزت پر کرے گا با صفا ہو گا
 جو اس کے ساتھ چھو جائے اچھوتوں کی طرح ہو گا
 جو اس سے بات کرے گا وہ شیطان سے بُرا ہو گا

ہر اک جاہل یہ باتیں سن کے بھر جائے گا غصہ سے
 ہمارے قتل پر آمادہ ہر چھوٹا بڑا ہوگا
 وہ جن کے پیار و الفت کی قسم کھاتے تھے ہم اب تک
 ہر اک ان میں سے کل پایا ہمارے خون کا ہوگا
 تعلق چھوڑ دیں گے باپ ماں بھائی برادر سب
 جو اب تک یارِ جانی تھا وہ کل نا آشنا ہوگا
 وہ جس کی صحبت و مجلس میں دن اپنے گزرتے تھے
 ہمارے ساتھ اس کا کل سلوک ناروا ہوگا
 ہماری سنگ باری کے لیے پتھر چنیں گے سب
 کھر میں ہر کس و ناکس کے اک خنجر بندھا ہوگا
 اکابر جمع ہو کر بھنگیوں کے گھر بھی جائیں گے
 کیس گے گر کر وہ گے کام ان کا تو بُرا ہوگا
 اگر سودے کی خاطر ہم کبھی بازار جائیں گے
 ہر اک تاجر کہے گا جا میاں ! ورنہ بُرا ہوگا
 ہمارے واسطے دنیا بنے گی ایک دیرانہ
 سوا اس یارِ جانی کے نہ کوئی دُوسرا ہوگا
 ہمیں وہ ہر طرف سے دُعاں پے گا اپنی رحمت سے
 جو آنکھوں میں بسا ہوگا تو دل میں وہ چھپا ہوگا
 تبھی توحید کا بھی لطف آئے گا ہمیں صاحب
 زمیں پر بھی خدا ہوگا فلک پر بھی خدا ہوگا

سمجھتے ہو کہ یہ سب کچھ ہمارے ساتھ یہ کون ہوگا؟
 یہ ظلم نازدکس وجہ سے ہم پر روا ہوگا؟
 ہمارا جرم بس یہ ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں
 کہ جب ہوگا اسی اُمت سے پیدا رہنا ہوگا
 نہ آنے گا مسلمانوں کا رہبر کوئی باہر سے
 جو ہوگا خود مسلمانوں کے اندر سے کھڑا ہوگا
 ہمارے سید و مولا نہیں محتاج یغروں کے
 قیامت تک بس اب دورہ اُنہی کے فیض کا ہوگا
 جو اپنی زندگی اُن کی اسلامی میں گزارے گا
 بنے گا رہنمائے قوم فخر الانبیاء ہوگا



خدا کی رحمت سے مہرِ عالم اُفتی کی جانب سے اُٹھ رہا ہے
 رگِ جنت پھڑک رہی ہے دل ایک شعلہ بنا ہوا ہے
 تمہارے گھٹتے ہوئے ہیں سائے ہمارے بڑھتے ہوئے ہیں سائے
 ہماری قسمت میں یہ لکھا ہے تمہاری قسمت میں وہ لکھا ہے
 ادھر بھی دیکھو ادھر بھی دیکھو زمیں کو دیکھو فلک کو دیکھو
 تو راز کھل جائے گا یہ تم پر کہ بندہ بندہ، خدا خدا ہے
 وہ شمسِ دُنیا نے معرفت جو چمک رہا تھا کبھی فلک پر
 خدا کے بندوں کی غفلتوں سے وہ دلدلوں میں پھنسا ہوا ہے
 کلامِ یزداں پہ آج ملتا ہے ڈھیروں کپڑے چڑھا رکھے ہیں
 ہمیں جو تھا زندگی کا چشمہ وہ آج جو ہڑ بنا ہوا ہے
 نگاہِ کافرِ زمیں سے نیچے نگاہِ مومنِ فلک سے اوپر
 وہ قعرِ دوزخ میں جل رہا ہے یہ اپنے مولیٰ سے جا ملا ہے
 تلاش اس کی بحث ہے داعِظ کجا ترا دل کجا وہ دلبر
 وہ تیرے دل سے نکل چکا ہے نگاہِ مومن میں بس رہا ہے
 ہیں مجھ میں لاکھوں ہی عیب پھر بھی نگاہِ دلبر پہ چڑھ گیا ہوں
 جو بات سچتی ہے کہہ رہا ہوں نہ کچھ خواہے نہ کچھ ریا ہے



۱۹۴

قدموں میں اپنے آپ کو مولا کے ڈال تو
 خوف و ہراس غیر کا دل سے نکال تو
 عمل و گھر کے عشق میں دُنیا ہے پھنس رہی
 تو اس سے آنکھ موڑ ہے مولا کا لال تو
 سایہ ہے تیرے سر پہ خدائے جیل کا
 دشمن کے جور و ظلم سے ہے کیوں مذہال تو
 اے میرے مہربان خدا! اک نگاہِ مہر
 کانٹا جو میرے دل میں چھبایا ہے نکال تو
 اس لالہ رُخ کے عشق میں میں مُستِ مال ہوں
 آنکھیں دکھا رہا ہے مجھے لال لال تو
 دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے گند
 ہر ہر قدم پہ ہوش سے دامن سنبھال تو
 تیرا جہان وہم ہے میرا جہاں عمل
 میں مُستِ مال ہوں تو ہے مستِ خیال تو

(نومبر ۱۹۵۱ء)



دل دے کے مُشتِ خاک کو دلدار ہو گئے
پہلے تو ساحروں کے عصا ناز ہو گئے
اس عشق میں گلاب بھی اب خار ہو گئے
تیرے عنایتوں نے دکھایا ہے یہ کمال
میرے مسیح ! تیرا تقدس کمال ہے
کیوں کا پنتا ہے دشمن جاں تیرے پیار سے
اُن کو سزا بھی دی تو بُرائی ہے اس میں کیا
افند کے فرشتوں کی طاقت تو دیکھ تو
جھوٹوں کو حق نے کر کے دکھایا ہے سر بلند
بھائی ! زمانہ کا یہ تغتیر تو دیکھنا
مولا کی مہربانی تو دیکھو کہ کس طرح
سُستی نے خونِ قوم کا چوسا ہے اس طرح

عشقِ خدا نے خول چڑھایا تھا اس کے گرد
انگار بھی غلیٹل پہ گلزار ہو گئے



حضورؐ کی یہ نظم ہمیں حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہؑ تَعَالٰی الْعَالِی نے عطا فرمائی ہے۔
 روتے روتے ہی کٹ گئیں راتیں ذکر میں ہی بسر ہوئیں راتیں
 جن میں ہوتا ہے وصلِ یار نصیب ایسی بھی ہوتی ہیں کہیں راتیں
 ایسی راتوں کو یاد کرتا ہوں دل مکاں ہے تو ہیں مکیں راتیں
 جن کو ہوتا ہے یار کا دیدار میں انہیں کے لیے بنی راتیں
 لاکھ دن ان کے نام پر قرباں نگہتیں راتیں غنبریں راتیں
 عاشقوں کے لیے ہیں اک رحمت ناز بردار نازنیں راتیں
 دن کی تار یکیاں ہیں کرتی دُور مہ نما ہیں یہ مہ جہیں راتیں
 جن میں موقع ملے تجت کا ہوتی ہیں بس وہ بہتریں راتیں
 شمع پروانوں کو نصیب ہو جب دن کو ان کو وہ نہیں راتیں

سوتے سوتے میں جو گذر جائیں

وہی راتیں ہیں بدترین راتیں



۱۹۷

اس کی چشمِ نیم وا کے میں بھی سرشاروں میں ہوں
 گرد اس کے گھومتا ہوں روز و شب دیوانہ وار
 ہم سفر سنبھلے ہوئے آنا کہ رستہ ہے خراب
 خود پلائی ہے مجھے اُس نے مئے عرفانِ غافل
 دریاں میں ہوں نہ سوتوں میں نہ بیداروں میں ہوں
 لوگ گر سمجھیں تو بس اک میں ہی ہشیاروں میں ہوں
 پر قدم ڈھیلانہ ہو میں تیز رفتاروں میں ہوں
 معترض! نازاں ہوں میں اس پر کہ میخواروں میں ہوں
 میں کہوں کس مُنہ سے اسکو میں وفاداروں میں ہوں
 پائی جاتی ہے وفا جو اُس میں مجھ میں وہ کہاں



۱۹۸

یا فاتحِ رُوحِ ناز ہو جا
 خدمت میں ہی عشق کا مزا ہے
 کر خانہ فکر کو مقفل
 ہے جسٹر صراط پر ترا پاؤں
 کو تہا نگاہیاں یہ کب تک
 جا دھونی رُما دے اُس کے در پر
 پیارے تجھے غیر سے ہے کیا کام
 یا تو ہمہ تن نیاز ہو جا
 محمود نہ بن ایاز ہو جا
 ہاتھوں میں کسی کے ساز ہو جا
 وا دیع و گوش باز ہو جا
 گیسو کی طرح دراز ہو جا
 انجم سے بے نیاز ہو جا
 آ آ مرے دل کا راز ہو جا



۱۹۹

گو بھر گنہ میں بے بس ہو کر پنیم غوطے کھاتے جاؤ
دل مت چھوڑو پیارو اپنا سر لہروں میں اٹھاتے جاؤ
جس ذات سے پالا پڑتا ہے وہ دل کو دیکھنے والی ہے
یوکس نہ ہو تم جتنا ڈوبو اتنی اُمید بڑھاتے جاؤ

★

۲۰۰

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابلا ہو راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو
بٹ جاؤں میں تو اس کی پروا نہیں ہے کچھ بھی میری فتنے سے حاصل گردین کو بقا ہو
سینہ میں جوش غیرت اور آنکھ میں حیا ہو لب پر ہو ذکر تیرا دل میں تری وفا ہو
شیطان کی حکومت بٹ جائے اس جہاں سے حاکم تمام دُنیا پہ میرا مُصطفیٰ ہو
محمود عمر میری کٹ جائے کاشش یونہی ہو رُوح میری سجدہ میں سامنے خدا ہو

★

۲۰۱

نکال دے میرے دل سے خیال غیروں کا محنت اپنی مرے دل میں ڈال دے پیارے
یہ گھر توڑنے بنایا تھا اپنے رہنے کو بٹوں کو کعبہ دل سے نکال دے پیارے
اُپھل چکا ہے بہت نام لات و محرمی کا اب اپنا نام جہاں میں اُچھال دے پیارے
حیات بخش وہ جس پر فنا نہ آئے کسی نہ ہو سکے جو تہہ ایسا مال دے پیارے
بجھا دے آگ ہرے دل کی آبِ رحمت سے مصائب اور نیکارہ کو مال دے پیارے

★

۲۰۲

پڑے سو رہے ہیں جگا دے ہیں مرے جا رہے ہیں چلا دے ہیں
 ارادت کی راہیں دکھا دے ہیں محبت کی گائیں بکھا دے ہیں
 جو پیاروں کے کانوں میں کہتے ہیں لوگ وہ میٹھی سی باتیں سنا دے ہیں
 وہ کثرت پہ اپنی ہیں رکھتے ٹھنڈ تو اپنے کرم سے بڑھا دے ہیں
 ہیں رو رو کے آنکھیں بھی جاتی رہیں مری جان اب تو ہنسا دے ہیں
 (ناصر آباد - سندھ)



۲۰۳

عشق خدا کی مے سے بھرا جام لائے ہیں ہم مصطفیٰ کے ہاتھ پہ اسلام لائے ہیں
 عاشق بھی گھر سے نکلے ہیں جاں دینے کیلئے تشریف آج وہ بھی سہرا م لائے ہیں
 تم غیر کو دکھا کے ہمیں قتل کیوں کرو ہم کب زباں پہ شکوہ سہرا م لائے ہیں
 ہم اپنے دل کا خون انہیں پیش کرتے ہیں گزرو کے واسطے متے گلخام لائے ہیں
 دنیا میں اس کے عشق کا چہرہ چاہے پار ہو تحفہ کے طور پر دل بدنام لائے ہیں
 قرآن سے ہم نے یہی ہے تہذیبِ بے خطا میدانِ ہما کے واسطے اک دام لائے ہیں

(کنجیہی سندھ) اور بلوہ کے سفر کے دوران



۲۰۴

ہے بھاگتی دُنیا مجھے دیوانہ سمجھ کر
 دیکھا تو ہر اک حِسام میں تھا زہرِ بلاہل
 میں تم سے ہوں تم مجھ سے ہوں ایک سے جا لگ
 کہتے رہے ہم اُن سے دلِ زار کی حالت
 شکی ہے ہر اک گوشہ میں تصویرِ کبھی کی
 ہے شمعِ قریب آ رہی پروانہ سمجھ کر
 ہم آئے تھے اس دُنیا کو میخانہ سمجھ کر
 کیوں پھوڑتے ہو تم مجھے بیگانہ سمجھ کر
 مُنتے رہے وہ غیب کا افسانہ سمجھ کر
 دل کو نہ مرے پھوڑیے دیرانہ سمجھ کر



۲۰۵

لاکھ دوزخ سے بھی بدتر ہے جدائی آپ کی
 اک نگہ میں زلِ دُنیا چھین کر دل لے گئی
 رہ گئی بے کار ہو کر دلِ ربائی آپ کی
 یہ حُرّائی کُفر کی ہے یا خدائی آپ کی
 آپ اندھا ہے جو کرتا ہے بُرائی آپ کی
 میرزا میں جلوہ گر ہے میرزائی آپ کی
 اس کا ہر قول مُجت ہے زمانہ بھرِ آج



۲۰۶

اے محمد! اے حبیبِ کردگار! میں ترا عاشق، ترا دلدادہ ہوں
گو ہیں قالب دو مگر ہے جان ایک کیوں نہ ہو ایسا کہ خادمِ زادہ ہوں
اے مرے پیارے! سہارا دو مجھے بیکس و بے بس ہوں خاکِ افتادہ ہوں
جنتِ فردوس سے آیا ہوں میں تشنہ لب آئیں کہ جامِ بادہ ہوں
میری الفتِ بڑے کے ہر الفت سے تیری رہ میں مرنے پر آمادہ ہوں



۲۰۷

میرے تیرے پیار کا ہوراز داں کوئی نہ اور
ردک مجھ میں اور تجھ میں پھر نہ کچھ باقی ہے ایک میں ہوں پینے والا ایک تو ساقی رہے
کاش تو پہلو میں میرے خود ہی آکر بیٹھ جائے عشق سے غمور ہو کر دسل کا ساغر پلانے
ایک بیکس نیم جاں کو آزمانا چھوڑ دے نارِ فرقت سے مرے دل کو جملانا چھوڑ دے



اخبار الفضل جلد ۱۲-۱۶ جولائی ۱۹۵۸ء - ربوہ - پاکستان

اخبار الفضل جلد ۱۶-۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء - ربوہ - پاکستان

۲۰۸

مُصبح اپنی دانہ چیں ہے شام اپنی ملک گیر
 اپنی تدبیر و تفکر سے نہ ہرگز کام لے
 آسمان کے راستوں سے ایک تُو ہے بانہر
 ذرہ ذرہ ہے جہاں کا تابع فرمانِ حق
 ہاں بڑھانے با قدمِ سُستی نہ کر لے ہم صغیر
 راہ نما ہے تیرا کمال راہِ او محکم بغیر
 درد نہ بھٹکے پھر رہے ہیں آج سب بڑا پذیر
 تم ترقی چاہتے ہو تو بنو اس کے اسیر



۲۰۹

وہ علم دے جو کتابوں سے بے نیاز کرے
 وہ بھر دے جوشِ جنوں سیرِ سر میں لے مولیٰ
 مجھے تو اس سے غرض ہے کہ راضی ہو دوبر
 نہ آئیں اس کے بلانے پہ وہ ہے نامکن
 خدا کرے اسے دُنیا و آخرت میں تباہ
 خدا کرے ہری سب عمر یوں گزر جائے
 وہ عقل دے کہ دو عالم میں سرفراز کرے
 جو آگے بڑھ کے دردِ صل پھر سے باز کرے
 یہ کام قیس کرے یا کوئی آیا کرے
 جو دشمنانِ فحخت سے ساز باز کرے
 گر اپنا ہاتھ ہری سمت تو دراز کرے
 میں اس کے نازا اٹھاؤں وہ مجھ پہ ناز کرے



لے مجلۃ الحبیب ص ۱۰۷ باب ۱۰ ماہ اکتوبر - نومبر ۱۹۶۵ء

لے رسالہ مصباح ص ۱۰۷ باب ۱۰ ماہ نومبر - دسمبر ۱۹۶۵ء

۲۱۰

گناہوں سے بھری دنیا میں پیدا کر دیا مجھ کو
تقدس کی تڑپ دل میں تو آنکھوں میں جا رکھی
انہیں انداد میں گر زندگی میری گذرنی تھی
مثال سنگ بھر سہی سپہ ہم میں پڑا رہتا
نہ کیوں اک عقل دو انانی سے خالی کر دیا مجھ کو
نہ کچھ پرواہ ہوتی پاس رہتا یا حب رہتا
نہ احساسِ وفا رہتا نہ پاس آشنا رہتا
لگا دی آگ اور وقفِ تمنا کر دیا مجھ کو
مگر یہ کیا کہ میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر تو نے



۲۱۱

غم ہو رہی ہے میری کمر جسم چور ہے
میرا تو کچھ نہیں ہے اُسی کا ظہور ہے
مَنْزلِ خدا، ہی جانے ابھی کتنی دُور ہے
فانوس ہوں میں اور خدا اس کا نور ہے
سب سے بڑا حجاب سر پر غرور ہے
مکھڑکی جمالِ یار کی ہیں ”عجز و انکسار“
ہمت نہ ہار اس کے کرم پر نگاہ رکھ
ماریسیوں کو چھوڑ وہ ربِ غفور ہے



قطعات



باغِ کفار سے ہم نہت نئے پھل کھاتے ہیں دل ہی دل میں وہ جسے دیکھ کے جل جاتے ہیں
یہ نہ سمجھو کہ وہ بن کھاتے پتے بیٹے ہیں وہ بھی کھاتے ہیں مگر نیڑوں کے پھل کھاتے ہیں



بدر ۱۸ فروری ۱۹۵۷ء

لیکھو سے کہا تھا جو ہوا وہ پورا کیا تم نے وہ دیکھی نہیں مرزا کی دعا
اب بھی کرو انکار تو حیرت کیا ہے مشور ہے بے شرم کی ہے دُورِ بلا



بدر ۶ مارچ ۱۹۵۷ء

چھ مارچ کو لیکھو نے اٹھایا سنگر دُنیا سے کیا کوچ سُوئے نارِ سقر
مٹی موت کے دقت اس کی یہ طُرفہ حالت لب پہ مٹی اگر آہ تو تن میں نخبِ سر
یہ آریہ کہتے ہیں کہ لیکھو ہے شہید ایسی تو نہ مٹی ہم کو بھی اُن سے اُمید
مٹی موت وہ ذلت کی شہادت کیسی کیا جن پہ پڑے قہرِ خدا ہیں وہ شہید



بدر ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء

کتاب ہے زاہد کہ میں فرمانروائی چھوڑ دوں گر خدا مجھ کو ملے ساری خدائی چھوڑ دوں
دانہ تبسح اور آشکوں کا مطلب ہے اگر آبِ دانہ کے لیے سب پارسائی چھوڑ دوں



بدر ۱۸ فروری ۱۹۵۹ء

ہائے کثرتِ مرے گناہوں کی دوائے کوتاہی میری آہوں کی
اِس پہ یہ فصل یہ کرم یہ جم کیا طبیعت ہے بادشاہوں کی



بدر ۳۰ جن ۱۹۱۰ء

ہائے اس غفلت میں ہم یاروں سے پیچھے رہ گئے
یہ بھی کیسا پیار ہے پیاروں سے پیچھے رہ گئے
بڑھ گئے ہم سے صحابہؓ توڑ کر ہر ردک کو
ہم سبک ہو کر گراں خواروں سے پیچھے رہ گئے

بتہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۰ء

عابد کو عبادت میں مزا آتا ہے
قاری کو تلاوت میں مزا آتا ہے
میں بندہ عشق ہوں مجھے تو صاحب
دُسر کی محبت میں مزا آتا ہے

انفصل ۹ اگست ۱۹۱۰ء

مرکزِ شرک سے آوازِ توحید اُٹھا
دیکھنا دیکھنا مغرب سے ہے غور شید اُٹھا
نور کے سامنے ظلمت بھلا کیا ٹھہرے گی
جان لا جلد ہی اب ظلم صنادید اُٹھا

۲۱ ستمبر ۱۹۲۰ء

اُٹھی آواز جب اذان کی اللہ کے گھر سے
تو گونج اُٹھے گا لندن نصرتِ اللہ اکبر سے
اڑے گا پرچمِ توحید پھر سقفِ مغلّیٰ پر
ہینگے دھکے دیوِ شرک کو مگر گھر سے دُور سے

انفصل ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء

ہر جان و دل کے مالک ہری جان نکل رہی ہے
تیری یاد چکلیوں میں مرے دل کو نکل رہی ہے
نہیں جُز دُعا ئے یونسؑ کے رہا کوئی بھی چارہ
کہ غم و اَلَم کی پھل بجھے اب نگ رہی ہے
بھئی وہ گھڑی بھی ہوگی کہ کسوں کا یا الہی!
ہری عرض تو نے سن لی وہ مجھے اگل ہی ہے

اخبار انفصل ۲۲ نومبر ۱۹۲۳ء

عبث ہیں بارخِ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھٹی بیٹی ہیں تیری راہ میں مولیٰ کی تقدیریں
بھلا مومن کو قاتل دھونڈنے کی کیا ضرورت ہے
نگاہیں اس کی بجلی ہیں تو اب اس کی ٹھیسریں
تری تقصیریں غم ہی تجھ کو لے دیں گی لے ظالم
پسٹ جائیگی تیرے پاؤں میں مہن کے زنجیریں

اخبار انفصل ۳۰ دسمبر ۱۹۳۶ء

نظر آرہی ہے چمک دھُسنِ ازل کی شمعِ محباز میں
کہ کوئی بھی اب تو مزانیں رہا قیسِ عشقِ محباز میں



سمندر سے بنوائیں آ رہی ہیں برے دل کو بہت گرما رہی ہیں
عرب جو ہے مرے دہر کا ممکن بونے خوش اس کی لے کر آ رہی ہیں
بشارت دینے سب خود دکلاں کو اچھلتی کودتی وہ آ رہی ہیں



اے میسما کبھی پوچھو گے بھی بیمار کا حال کون ہے جس سے کسے جا کے دلِ نار کا حال
آ نکھ کا کام نکل سکتا ہے کب کانوں سے دل کے اندھوں سے کون کیا ترے یار کا حال

اندازاً ۱۹۳۸ء یا ۱۹۳۹ء



رہے حسرتوں کا پیارے میری جاں شکار کب تک؟
ترے دیکھنے کو ترے دل بے قرار کب تک؟
شب، بھر خستم ہوگی کہ نہ ہوگی یا اہلی!
مجھے آنا تو بتا دے کروں انتظار کب تک؟
کبھی پوچھو گے بھی آ کر کہ بتاؤ حال کیا ہے
یوں ہی خوں بہائے جائے دلِ داغدار کب تک؟

اندازاً ۱۹۳۹-۴۰ء



۱۔ اے بتقریب جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقدہ مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۸ء مسجد اقصیٰ میں بعد نماز عصر حضرت
مصلح موعودؑ نے اپنی تقریر میں خودیہ اشعار بیان فرمائے۔ (ماثر)

۲۔ اے اخبار الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۹۵ء

گل ہیں پر ان میں پہلی سی اب بو نہیں رہی مونی تو بل ہی جاتے ہیں پڑھو نہیں رہی
مغرب کا ہے پھونکا تو مغرب کا اوڑھنا اسلام کی تو کوئی بھی اب ٹھو نہیں رہی

از رسالہ ریویو آف ریٹینز اردو ماہ جولائی ۱۹۴۳ء



اس زمانہ میں اماموں کی بڑی کثرت ہے مقتدی جلتے نہیں ان کی بڑی قلت ہے
اس پہ یہ اور ہے آفت کہ ہیں باغی پیرو اور لیڈر کو جو دیکھو تو وہ کم ہمت ہے

از رسالہ ریویو آف ریٹینز اردو - ماہ جولائی ۱۹۴۳ء



یہ متابع ہوش دینداری کبھی ٹٹنا بھی ہے اس جہاں کی قید و بندش سے کبھی ٹٹنا بھی ہے
کر تو گل جن قدر چاہے کہ اک نعمت ہے یہ یہ بتا دے باندہ رکھا اُونٹ کا ٹٹنا بھی ہے

۲۰ جولائی ۱۹۵۰ء - نوشہرہ



اپنا یا عدو نے ہر ایک غیر قوم کو
قیمت ہو کے رہ گئے ہو تم شہوب میں
ساک! تجھے نوید خوشی دینے کے لیے
پھرتا ہوں شرق و غرب و شمال و جنوب میں
فقتی سے اس سوال کا حل ہو نہیں سکا
میں تجھ میں ہی قلوب کہ تُو ہے قلوب میں

۲۰ جولائی ۱۹۵۱ء



قرض سے دور رہو قرض بڑی آفت ہے قرض لیکر جو اکڑتا ہے وہ بے غیرت ہے
اپنے مومن پہ ستم اس سے بڑا کیا ہو گا قرض لیکر جو نہ دے سخت ہی بد فطرت ہے



فاقول مر جائے یہ جائے نہ دیانت تیری دُور و نزدیک ہو مشہور امانت تیری
جان ہی دینی پڑے گر تو نہ ہو اس سے دیرِ بخ کسی حالت میں نہ جھوٹی ہو ضمانت تیری



غضبِ خدا کا کہ مالِ حرام کھاتا ہے نہیں ہے جرم کی مددِ صبح و شام کھاتا ہے
ناز چھوٹے تو چھٹ جائے کچھ نہیں پڑوا مگر حرام کی روٹی مدام کھاتا ہے



حرام مال پہ تو جانِ دل سے مرتا ہے وہ جس طرح سے بھی ہاتھ آئے کر گزرتا ہے
یہ کیسا پیار ہے اصل و عیال سے تیرا شکم غریبوں کا انگاروں سے جو بھرتا ہے



وقف ہے جاں بہر مال و سیم و زر مال دینے والے سے ہے بے خبر
ایسے اندھے کا کریں ہم کیا علاج مغز سے فافل ہے پھلکے پر نظر



وقف کرنا جاں کا ہے کب کمال جو ہو صادق وقف میں ہے بیشال
چمکیں گے واقفِ کبھی مانسہ بدر آج دُنیا کی نظر میں ہیں جلال



دھیرے دھیرے ہوتا ہے کب کمال بوکھر کو بننا پڑتا ہے بلال
شس پہلے دن سے کھلتا ہے شس بدر ہوتا ہے مگر پہلے جلال



آ کہ پھر ظاہر کریں اُلفت کے راز یار میں ہو جائیں گم، عُزت دراز
میرے پیچھے پیچھے چلتا آ کہ میں بندہ محسود ہوں اور تو آواز



تیری اُلفت کا جو شکار ہوا مر کے پھر زندہ لاکھ بار ہوا
 سر کو سینہ پہ رکھ لیا میرے غم سے جب بھی میں اشکبار ہوا

۳۱ جنوری ۱۹۵۷ء



میری خوشی گیاہ میں میری خوشی نگاہ میں میرا جہان اور ہے تیرا جہان اور ہے
 میں اسی بھر کے گھر ہے اسی حبیب کا یہ نور ظالمو! بات ہے وہی لیک زبان اور ہے

رسالہ جامعہ انصاف میگزین جلد ۴ نمبر ۱ - بابت ماہ جون ۱۹۶۶ء



الہامی قطعہ

آج ۲۲ جنوری کی رات کو میں نے دیکھا کہ کراچی کا کوئی اخبار ہے۔ جو کسی دوست نے مجھے بھیجا ہے اور اس میں کچھ باتیں احمدیت کی تائید میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس اخبار میں یہاں سے اس دوست نے نشان کر دیا ہے تاکہ میں اس کو پڑھ سکوں۔ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اخبار کے اوپر کے حصہ میں چار کالموں میں چار قطعے دو دو شعر کے چھپے ہوئے ہیں اور اچھے اچھے موٹے موٹے حروف میں لکھے ہوئے ہیں۔ مضمون تو میرے ذہن میں نہیں مگر مجھے وہ پسند آیا اور میں نے چاہا کہ میں بھی ایک قطعہ لکھوں۔ اس پر میں نے ردیا میں ایک قطعہ کننا شروع کیا جو یہ ہے :



میں آپ سے کہتا ہوں کہ اے حضرتِ لولاک
ہوتے نہ اگر آپ تو بنتے نہ یہ انسان
جو آپ کی خاطر ہے بنا آپ کی شے ہے
میرا تو نہیں کچھ بھی یہ ہیں آپ کے اُلاک



یہ وہ معلوم ہوتا ہے کہ جنوں جنوں یہ شعر کہتا جاتا ہوں گویا اس جگہ یعنی اس اخبار میں بہت ہی خوبصورت طور پر ساتھ ہی لکھے بھی جاتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ بعینہ سارے کے سارے اسی طرز پر تھے لیکن مضمون اور اکثر الفاظ یہی تھے۔ پھر ردیا کی حالت بدل جانے کے بعد غنودگی میں میں یہ شعر پڑھتا رہا ہوں۔ اس لیے ممکن ہے کہ بعض الفاظ اس میں بدل کر آگئے ہوں۔





اک طرف تقدیر مہرِ اک طرف عرض و دُعا فضل کا پلڑا جھکا دے اے مرے مُشکل کشا



روزِ جزا قریب ہے اور رُحہ بعید ہے

☆ اخبار الفضل بابت ۱۹۳۵ء



رہے وفا و صداقت پیسیرا پاؤں مدام ہو میرے سر پہ مری جانِ تیری چھاؤں مدام

☆ اخبار الفضل جلد ۲۵-۳، نومبر ۱۹۳۶ء



جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب پاؤں کے نیچے سے مرے پانی بہا دیا

دارالہجرت ربوہ کے متعلق اسماعیلی شعر اندازاً اپریل ۱۹۳۶ء

